My Telegram Channel : New Madarsa

تحفۃ الافاضل

فی شرح

مقدمہ مشکوٰۃ

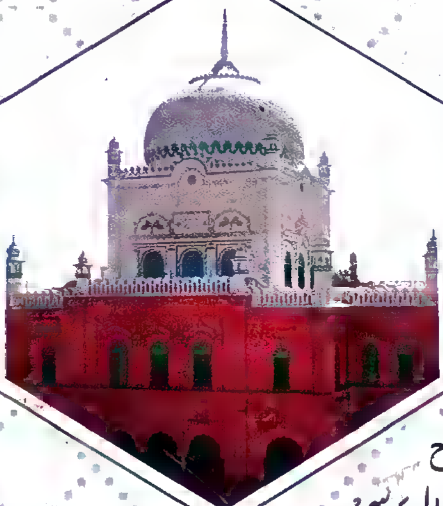

شارح
مفتی آفتاب عالم قاسمی
استاذ دارالعلوم الاسلامیہ امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

باہتمام:
قاری فیض الحسن اعظمی

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تحفۃ الافادات

فی شرح

مقدمۂ مشکوٰۃ

تقریظ
حضرت مولانا خضر محمد صاحب کشمیری نقشبندی
استاذِ حدیث وتفسیر دار العلوم دیوبند

تقریظ
حضرت مولانا عبد اللہ معروفی صاحب
استاذ تخصص فی الحدیث الشریف دار العلوم دیوبند

شارح

مفتی آفتاب عالم قاسمی
استاذ دار العلوم الاسلامیہ امارتِ شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ

ناشر
مکتبہ صوت القرآن دیوبند
01336-223460, 9358911053

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تفصیلات

نام کتاب :	تحفۃ الافادات فی شرح مقدمۂ مشکوٰۃ
مصنف :	مفتی آفتاب عالم قاسمی
موبائل نمبر :	9110960158
سن اشاعت :	۲۰۲۱ء مطابق ۱۴۴۳ھ
تعداد :	۱۰۰۰
کمپوزنگ :	آفتاب برزمی
قیمت :	
صفحات :	۱۸۴
ناشر :	مکتبہ صوت القرآن دیوبند

ملنے کے پتے

(۱) ریان بکڈپو گیدر گنج، پوسٹ مدنا، وایا اندھرا ٹھاڑی، ضلع مدھوبنی، بہار

(۲) دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

(۳)

(۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
۱۲	انتساب	۱
۱۳	تقریظ:	۲
۱۴	تقریظ:	۳
۱۵	تقریظ:	۴
۱۶	حالات مصنفؒ	۵
۱۹	مقدمہ مشکوۃ کا تعارف	۶
۲۰	پیش لفظ	۷
۲۳	محدث کی تعریف	۸
۲۴	صحابی کی تعریف	۹
〃	تابعی کی تعریف	۱۰
〃	جمہور کی تعریف	۱۱
〃	اقوال سے مراد	۱۲
〃	افعال سے مراد	۱۳
۲۵	تقریرات سے مراد	۱۴
۲۶	مرفوع کی تعریف	۱۵
۲۷	موقوف کی تعریف	۱۶

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۷	مقطوع کی تعریف	۲۷
۱۸	حدیث اور اثر کے درمیان فرق	۲۸
۱۹	حدیث اور خبر کے درمیان فرق	۳۰
۲۰	رفع صریحی کی تعریف	۳۲
۲۱	رفع حکمی کی تعریف	"
۲۲	رفع صریحی قولی کی تعریف	"
۲۳	رفع صریحی فعلی کی تعریف	۳۳
۲۴	رفع صریحی تقریری کی تعریف	"
۲۵	رفع حکمی قولی کی تعریف	۳۵
۲۶	رفع حکمی قولی کی مثالیں	۳۶
۲۷	رفع حکمی فعلی کی تعریف	"
۲۸	رفع حکمی تقریری کی تعریف	"
۲۹	سند کی تعریف	۳۹
۳۰	متن کی تعریف	"
۳۱	سند اور اسناد میں فرق	"
۳۲	حدیث متصل کی تعریف	۴۰
۳۳	حدیث منقطع کی تعریف	۴۱
۳۴	حدیث معلق کی تعریف	"
۳۵	تعلیقات بخاری کا حکم	۴۳

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۳۶	حدیث مرسل کی تعریف	۴۵
۳۷	مرسل اور منقطع میں نسبت	″
۳۸	حدیث مرسل کا حکم	۴۷
۳۹	حدیث معضل کی تعریف	۴۹
۴۰	حدیث منقطع کی دوسری تعریف	۵۰
۴۱	سقوط راوی کا علم کیسے ہوگا؟	۵۱
۴۲	تدلیس کی لغوی کی تعریف	۵۳
۴۳	تدلیس کی اصطلاحی تعریف	″
۴۴	تدلیس کی صورت	۵۴
۴۵	تدلیس کی مثال	″
۴۶	تدلیس کی وجہ تسمیہ	۵۵
۴۷	تدلیس کی دوسری وجہ تسمیہ	″
۴۸	تدلیس کرنے کا حکم	۵۶
۴۹	مدلس کی روایت کا حکم	۵۷
۵۰	تدلیس پر ابھارنے والے اسباب	۵۸
۵۱	غرض صحیح	″
۵۲	غرض فاسد	″
۵۳	بر بناء شہرت تدلیس کی ایک صورت	۵۹
۵۴	حدیث مضطرب کی تعریف اور اس کے اقسام	۶۰

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۵۵	حدیث مدرج کی تعریف اوراس کے اقسام	۶۳
۵۶	روایت بالمعنی کا حکم	۶۸
۵۷	عنعنہ کی تعریف	۷۱
۵۸	حدیث معنعن کی تعریف	〃
۵۹	عنعنہ کی شرط	〃
۶۰	مدلس کے عنعنہ کا حکم	۷۲
۶۱	شاذ کی تعریف	۷۴
۶۲	محفوظ کی تعریف	〃
۶۳	محفوظ کی مثال	〃
۶۴	منکر کی تعریف	۷۷
۶۵	معروف کی تعریف	〃
۶۶	منکر ومعروف اور شاذ ومحفوظ کا حکم	〃
۶۷	منکر کی دوسری تعریف	۷۹
۶۸	معلل کی تعریف	۸۰
۶۹	معلل کی مثال	〃
۷۰	متابع کی تعریف	۸۳
۷۱	متابعت کا فائدہ	〃
۷۲	متابعت میں مساواۃ شرط نہیں ہے	〃
۷۳	متابعت تامہ	۸۴

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۷۴	متابعت قاصرہ	۸۵
۷۵	مثلہ اور نحوہ میں فرق	۸۶
۷۶	متابعت کی شرط	۸۷
۷۷	شاہد کی تعریف	〃
۷۸	متابع اور شاہد کی دوسری تعریف	〃
۷۹	اعتبار کی تعریف	۸۸
۸۰	شاہد اور متابع کبھی کبھی ایک دوسرے کے معنی میں بھی آتا ہے	〃
۸۱	حدیث کی اصل اور بنیادی قسمیں	۸۹
۸۲	صحیح کی تعریف	۹۱
۸۳	صحیح کی تعریف کے فوائد قیود	〃
۸۴	صحیح لذاتہ کی تعریف	〃
۸۵	صحیح لغیرہ کی تعریف	۹۲
۸۶	حسن لذاتہ کی تعریف	۹۳
۸۷	حسن لغیرہ کی تعریف	〃
۸۸	حدیث ضعیف کی تعریف	۹۴
۸۹	عدالت کی تعریف	۹۵
۹۰	تقویٰ سے مراد	〃
۹۱	کیا تقویٰ میں گناہِ کبیرہ سے بھی بچنا ضروری ہے	〃
۹۲	مروءت سے مراد	۹۶

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۹۳	عدل روایت اور عدل شہادت میں نسبت	۹۷
۹۴	ضبط کی تعریف	۹۸
۹۵	ضبط صدر کی تعریف	〃
۹۶	ضبط کتاب کی تعریف	〃
۹۷	کذب راوی	۹۹
۹۸	حدیث کے موضوع ہونے کا علم کیسے ہو؟	۱۰۰
۹۹	عمداً حدیث میں کذب بیانی کرنے کا حکم	۱۰۳
۱۰۰	حدیث موضوع سے محدثین کی مراد؟	〃
۱۰۱	ایک اعتراض اور اس کا جواب	〃
۱۰۲	متہم بالکذب کی تعریف	۱۱۱
۱۰۳	شرح تعریف	〃
۱۰۴	حدیث متروک کی مثال	۱۱۲
۱۰۵	متہم بالکذب راوی کا حکم	〃
۱۰۶	کبھی کبھار جھوٹ بولنے والے راوی کا حکم	〃
۱۰۷	فسق کی تعریف	۱۱۳
۱۰۸	فسق عملی	〃
۱۰۹	فسق اعتقادی	〃
۱۱۰	راویٔ فاسق کی روایت کی مثال	〃
۱۱۱	راوی کے مجہول ہونے کا مطلب	۱۱۴

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۱۲	حدیث مبہم کا حکم	۱۱۵
۱۱۳	مبہم راوی کی تعدیل کا حکم	〃
۱۱۴	بدعت کی تعریف	۱۱۶
۱۱۵	بدعتی کی روایت کا حکم	۱۱۹
۱۱۶	اہل بدعت اور اہل اہواء سے حدیث لینے کا حکم	۱۲۰
۱۱۷	فرط غفلت کی تعریف	۱۲۳
۱۱۸	کثرۃ غلط کی تعریف	〃
۱۱۹	مخالفت ثقات کی تعریف	۱۲۴
۱۲۰	وہم ونسیان کی تعریف	۱۲۶
۱۲۱	معلل کی شناخت	۱۲۷
۱۲۲	سوءحفظ کی تعریف	۱۲۹
۱۲۳	سوءحفظ لازم	۱۳۰
۱۲۴	سوءحفظ طاری	〃
۱۲۵	سوءحفظ لازم کا حکم	〃
۱۲۶	مختلط کا حکم	۱۳۱
۱۲۷	حدیث غریب کی تعریف	۱۳۳
۱۲۸	حدیث عزیز کی تعریف	۱۳۴
۱۲۹	حدیث مشہور کی تعریف	〃
۱۳۰	حدیث متواتر کی تعریف	۱۳۵

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۳۲	حدیث غریب کا دوسرا نام	۱۳۵
۱۳۳	فرد کی قسمیں	؍
۱۳۴	فرد مطلق کی تعریف	؍
۱۳۵	فرد نسبی کی تعریف	۱۳۶
۱۳۶	خبر عزیز میں راوی کے دو ہونے سے مراد	؍
۱۳۷	ان الأقل حاکم علی الاکثر کا مطلب	۱۳۷
۱۳۸	غرابت اور صحت کے درمیان منافات نہیں ہے	۱۳۸
۱۳۹	غریب کبھی شاذ کے معنی میں آتا ہے	۱۳۹
۱۴۰	حدیث ضعیف کی تعریف	۱۴۱
۱۴۱	صحیح وحسن کے درجات متفاوت ہیں	؍
۱۴۲	کسی سند کو اصح الاسانید کہنا	۱۴۳
۱۴۳	امام ترمذی کی عادت کا بیان	۱۴۶
۱۴۴	صحیح، حسن اور ضعیف میں سے کون قابل استدلال ہے؟	۱۵۰
۱۴۵	متفق علیہ حدیث کی تعریف	۱۵۶
۱۴۶	متفق علیہ حدیث کی تعداد	؍
۱۴۷	صحیح حدیث کے درجات ومراتب	؍
۱۴۸	بخاری ومسلم کی شرط سے مراد؟	۱۵۷
۱۴۹	احادیث صحیحہ، صحیحین میں منحصر نہیں ہے	۱۶۰
۱۵۰	مستدرک کی تعریف	۱۶۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۵۱	بخاری میں حدیث کی تعداد	۱۶۵
۱۵۲	قلت صحاح کا طعنہ دینے والے کے طعن کا جواب	۱۶۷
۱۵۳	امام بخاریؒ کے حالات	۱۷۹
۱۵۴	امام مسلمؒ کے حالات	۱۸۰
۱۵۵	امام ترمذیؒ کے حالات	۱۸۱
۱۵۶	امام ابوداؤدؒ کے حالات	؍
۱۵۷	امام نسائیؒ کے حالات	؍
۱۵۸	امام ابن ماجہؒ کے حالات	۱۸۲
۱۵۹	امام مالکؒ کے حالات	؍
۱۶۰	امام شافعیؒ کے حالات	؍
۱۶۱	امام احمد بن حنبلؒ کے حالات	۱۸۳
۱۶۲	امام دارمیؒ کے حالات	؍
۱۶۳	امام دارقطنیؒ کے حالات	؍
۱۶۴	امام بیہقیؒ کے حالات	؍
۱۶۵	امام رزینؒ کے حالات	۱۸۴

﴿نوٹ﴾ واضح رہے کہ ''اختیاری مطالعہ'' کے تحت درج عناوین اس فہرست میں نہیں ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انتساب

(۱) ان محدثین عظام کے نام، جنہوں نے حفاظت کی خاطر اصول حدیث مرتب فرمائے۔

(۲) ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کے نام، جس کی روح پرور فضا میں رہ کر احادیث مبارکہ کی علمی دولت سے سرفراز ہوا۔

(۳) دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے نام، جہاں ایک بہترین ماحول میں احادیث کریمہ کی خدمت کا موقع ملا۔

(۴) دنیا کی عظیم ترین نعمت حضرات والدین کے نام، جنہوں نے خدمت دین پر گامزن فرمایا، خدایا! ان دونوں نعمتوں کا سایۂ عاطفت تادیر قائم رکھ۔ "رب ارحمهما كما ربيني صغيرا".

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

حضرت مولانا خضر محمد صاحب کشمیری نقشبندی

استاذِ حدیث وتفسیر دارالعلوم دیوبند

مشکوٰۃ شریف حدیث شریف کی وہ اہم ترین کتاب ہے کہ برصغیر کا کوئی ادارہ یا مدرسہ ایسا نہیں ہے، جس میں بطورِ خاص اس کی تدریس کا اہتمام نہ ہو، مشکوٰۃ شریف کا مقدمہ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جو پہلے ایک مستقل کتاب کی شکل میں تھا؛ لیکن اس مقدمہ کو اللہ رب العزت نے اتنا قبول کیا کہ اسے باقاعدہ مشکوٰۃ شریف کے مقدمہ کے طور پر شاملِ مشکوٰۃ شریف کیا گیا۔ اور یہی غالباً وجہ رہی کہ حدیث شریف پڑھنے پڑھانے سے پہلے حدیث کے درجات کا طلبہ کو علم ہو اور ان کی تعریفات معلوم ہوں اور حدیث پڑھنے سے پہلے اُصولِ علمِ حدیث کی ابتدائی باتیں اور اصطلاحات اختصار و جامعیت کے ساتھ معلوم ہوں؛ تاکہ حدیث کا پڑھنا پڑھانا آسان ہو۔

زیرِ نظر کتاب ''تحفۃ الافادات فی شرح مقدمۃ المشکوٰۃ'' اسی ''مقدمہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ'' کا ترجمہ اور تشریح ہے، جسے محترم مفتی آفتاب عالم قاسمی صاحب استاذ دارالعلوم اسلامیہ امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے بڑی جاں فشانی اور عرق ریزی سے ترتیب دیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ علماء اور طلبہ کے لیے یہ کتاب حلِ مقدمہ کے لیے معاون ثابت ہوگی، موصوف نے اُردو زبان میں مصطلحاتِ حدیث کی بہتر اور مناسب تعریف کی ہے اور اطناب سے گریز کیا ہے۔ اختیاری مطالعہ کے عنوان سے مزید تحقیق کے لیے تشنگانِ اُصولِ حدیث کے لیے پیاس بجھانے کا کام کیا ہے، مجھے یقین ہے کہ محترم موصوف کی یہ کاوش عنداللہ اور عندالناس ماجور و مقبول ہوگی، اللہ تعالیٰ قبولِ عام نصیب فرمائے۔ آمین

خضر محمد کشمیری

استاذِ حدیث وتفسیر دارالعلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باسمہ تعالیٰ شانہٗ

حضرت مولانا عبداللہ معروفی صاحب

استاذ تخصص فی الحدیث الشریف دارالعلوم دیوبند

حامداً ومصلیاً ومسلّماً وبعد! پیشِ نظر کتاب ’’تحفۃ الافادات فی شرح مقدمۃ المشکوٰۃ‘‘ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۵۲ھ) کے ’’مقدمۃ فی اصول الحدیث‘‘ کی شرح ہے، یہ مقدمہ درحقیقت شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح‘‘ کے لیے لکھا تھا؛ مگر اپنی جامعیت، اختصار اور سہل اسلوبی کی وجہ سے علمی حلقوں میں ’’فن اُصولِ حدیث‘‘ کی ایک مستقل کڑی کے طور پر مقبول ومتداول ہوگیا، دارالعلوم دیوبند اور اس کے نہج پر چلنے والے مدارس میں ’’شرح نخبۃ الفکر‘‘ کی تمہید کے طور پر یہ مقدمہ پڑھادیا جاتا ہے؛ تاکہ ’’شرح نخبہ‘‘ کے دقیق مضامین سمجھنے میں طلبہ کو آسانی ہو۔

مگر روز بروز علمی انحطاط کے اثر سے یہ مقدمہ بھی بجائے خود محتاجِ شرح وتسہیل ہوگیا؛ چنانچہ متعدد حضرات اہلِ علم نے اُردو اور عربی دونوں زبانوں میں اس کی شرح فرمائی ہے، پیشِ نظر کتاب بھی اسی مبارک سلسلہ کی قابلِ قدر کڑی ہے، بندہ نے متعدد مقامات سے مطالعہ کیا، ماشاء اللہ مؤلفِ کتاب محترم جناب مولانا مفتی آفتاب عالم قاسمی زید مجدہٗ کتاب کو حل کرنے اور مثالوں کے ذریعہ مسائل کو دل نشیں بنانے میں کامیاب نظر آئے ہیں؛ بلکہ ہر بحث کے اختتام پر ’’اختیاری مطالعہ‘‘ کے عنوان سے بحث کے بعض اہم ومفید متعلقات پر روشنی ڈال کر باذوق طالبِ علم کی علمی تشنگی مزید بڑھادیتے ہیں؛ چنانچہ فن کی امہات کتب ومراجع کی مراجعت کا شوق بیدار ہوجاتا ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزاء، ان شاء اللہ یہ کتاب علمی حلقوں اور طلبۂ علومِ حدیث کے درمیان قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی، اللہ پاک مؤلف وناشر دونوں کو جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اس کو اپنی بارگاہ میں حسنِ قبول کے ساتھ خلقِ خدا میں بھی قبولِ عام نصیب فرمائے۔ فقط

عبداللہ معروفی غفرلہٗ

خادم شعبہ تخصص فی الحدیث الشریف دارالعلوم دیوبند

۱۶؍ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حالات مصنف

مقدمۂ مشکوۃ کے مؤلف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ وہ عظیم الشان ہستی ہیں جو گیارہویں صدی ہجری کے محدثین، علماء اور مشائخ پر فائق ہیں، ہندستان میں سب سے پہلے علم حدیث لانے کا سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے، آپ کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے خاندان والے، جیسے شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ محمد اسحاقؒ اور ان کے شاگرد ہیں، دراصل اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہندستان میں معقولات، جیسے منطق وفلسفہ اور علم کلام وغیرہ پڑھنے پڑھانے کا رواج زیادہ تھا، حدیث شریف کی کوئی کتاب نہ پڑھی جاتی تھی اور نہ ہی پڑھائی جاتی تھی، برکت کے طور پر صرف مشکوۃ شریف کا درس ہوتا تھا، اور اسی کو پڑھ کر آدمی محدث بن جاتا تھا۔

دنیائے اسلام میں صحاح ستہ اور احادیث کی دیگر معروف کتابوں کو سب سے پہلے چھاپنے والے، ان کی تصحیح کرنے والے اور ان پر شروح وحواشی لکھنے والے حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو محشی بخاری کے نام سے مشہور ہیں، پھر ان کے جلیل القدر شاگردوں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے باقاعدہ دورۂ حدیث پڑھنے اور پڑھانے کا رواج دیا، اور پھر ہندستان میں اور ہندستان کے باہر بھی دورۂ حدیث سے پہلے مشکوۃ شریف کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا۔

اور یہ بات کہ ہندستان میں حدیث کو سب سے پہلے لانے والے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہیں، ان کا ایک عجیب وغریب واقعہ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اخیر میں اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف اس لے گئے؛ تاکہ زندگی کا آخری حصہ مدینہ منورہ میں عبادت میں گذاریں، پھر وہیں انتقال ہو، اور جنت البقیع میں مدفون ہوں، اور مدینہ منورہ میں مرنے کے فضائل حاصل ہوں، اس دوران حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو خواب میں آں حضرت صلی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالحق! کیا تم میری حدیث ہندستان میں نہیں پہونچاؤ گے؟ شیخ نے عرض کیا: حضور! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن جس غرض سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوا ہوں، ہندستان جانے سے وہ غرض فوت ہو جائے گی، اور جو میرا مقصد ہے وہ حاصل نہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہندستان جاؤ اور وہاں میری حدیث پھیلاؤ! ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں روزانہ تم کو خواب میں میری زیارت ہو جایا کرے گی، اس پر شیخ بہت مسرور ہوئے، اور مدینہ منورہ سے واپس ہندستان تشریف لائے، اور حدیث شریف کے علم میں مشغول ہو گئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ولادت باسعادت ۹۸۵ھ میں دہلی میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام سیف الدین تھا، آپ کے آباء واجداد بخاری سے ہندستان تشریف لائے تھے، ابتدائی کتابیں خود والد محترم نے پڑھائیں، اس کے بعد کی تعلیم مختلف اساتذہ کرام سے حاصل کیں، اور صرف سولہ برس کی عمر میں مختصر ومطول تک کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھ ڈالیں، اور بیس برس کی عمر میں درسیات کی تمام کتابوں سے فراغت حاصل کر لی، بچپن میں کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہ تھی، پورے انہماک سے تعلیم حاصل کرتے تھے، وقت پر کھانے پینے کی بھی شد بد نہ تھی، ماں باپ عموماً بچوں کو مدرسہ جانے اور پڑھنے کی تاکید کیا کرتے ہیں، لیکن شیخ عبدالحق کے والدین کی طرف سے ان کو کھیل کود کی تاکید ہوتی تھی، مطالعہ میں انہماک کے سبب کئی بار عمامہ اور سر کے بالوں میں چراغ سے آگ لگ جاتی تھی، اور ان کو اس وقت پتہ چلتا جب اس کی حرارت دماغ کو پہنچتی، اس جان توڑ محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ۲۳ رسال کی عمر میں علمی رسوخ کے حصول کے ساتھ ساتھ شیخ موسیٰ بن حامد حسینی سے خرقۂ خلافت حاصل کر لی۔

محدث دہلوی کی ہندستان واپسی ۱۰۰۰ھ میں ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا جب اکبر کے جاہلانہ افکار نے دین الٰہی کی شکل اختیار کر لی تھی، ملک کا سارا مذہبی ماحول خراب ہو چکا تھا، شیخ نے بدعت والحاد کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پھیلی ہوئی ظلمت اور مذہبی انتشار کو دور کرنے کی غرض سے دہلی میں مسند وارشاد بچھادی، شمالی ہندستان میں اس زمانہ میں یہ پہلا مدرسہ تھا، جہاں سے شریعت وسنت کی آواز بلند ہوئی، درس وتدریس کا یہ سلسلہ محدث دہلویؒ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک جاری رکھا۔

آخر کار حدیث نبویؐ کا یہ خادم زندگی بھر دین اسلام کی اشاعت میں مشغول رہتے ہوئے ۲۱/ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔

شیخ نے ۹۴/سال کی عمر پائی، جس کا بیشتر حصہ علم کی تحصیل وطلب، تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف میں بسر ہوا، جس جوش وخروش سے انہوں نے جوانی میں کام شروع کیا تھا، اسی جذبہ اور ہمت کے ساتھ، آخر عمر تک اسے انجام دیتے رہے، ان کی تصانیف کی تعداد بعض حضرات کے مطابق سو سے بھی متجاوز ہیں، صرف مشکوٰۃ شریف کی چار طرح سے خدمت انجام دیں، ان میں سے تین مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے، اور ایک کتاب مشکوٰۃ شریف میں آنے والے راویوں کے حالات کے بیان پر مشتمل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقدمہ مشکوٰۃ کا تعارف

مقدمہ مشکوٰۃ درحقیقت مشکوٰۃ شریف کا مقدمہ نہیں ہے؛ بل کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مشکوٰۃ شریف کی سب سے پہلی شرح "لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح" کے دیباچہ کے طور پر اس کو لکھا۔ پھر ہندستان میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوریؒ اپنے حاشیہ کی تصحیح کے ساتھ جب سب سے پہلے مشکوٰۃ شریف شائع کی، تو لمعات کا دیباچہ مشکوٰۃ کے شروع میں شامل کر دیا، اور اللہ جل شانہ کے فضل سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی یہ خدمات ایسی مقبول اور بار آور ہوئیں کہ شرح کا یہ دیباچہ، دیباچہ نہ رہا، بل کہ مشکوٰۃ شریف کے متن کا جزء اور حصہ بن گیا، اور نصاب میں داخل ہونے کی وجہ سے آج تک مشکوٰۃ شریف کے ساتھ درساً اور سبقاً سبقاً پڑھایا جاتا ہے، اسی لیے مقدمہ مشکوٰۃ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

یہ مقدمہ علم اصول حدیث میں ہے، جس میں علم اصول حدیث کی ابتدائی باتیں اور اصطلاحات ایسے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں کہ جن کا پڑھنا، سمجھنا اور یاد کرنا حدیث کے طالب علم کے لیے، بالخصوص مشکوٰۃ شریف کے پڑھنے والے کے لیے نہایت اہم اور ضروری ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیش لفظ

جن چیزوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے، ان کی نسبت ثابت ہے یا نہیں؟ اس نسبت کے جاننے کا مدار سلسلہ اسناد پر ہوتا ہے، اس اسناد کی تفصیل کے لیے جو فن مدون کیا گیا ہے، اس فن کا نام ''اصول حدیث'' ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ ''لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء''۔

چوں کہ عہد رسالت اور صحابۂ کرام کے ابتدائی دور میں لوگوں میں سچائی کا غلبہ تھا، جھوٹ سے غیر معمولی نفرت تھی، بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حدیث کی نسبت کو جہنم میں ٹھکانہ بنانے کا سبب سمجھتے تھے، اس لیے اس زمانہ میں راویوں کی چھان بین کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، مگر صحابہ کرام کے آخری عہد ہی میں بعض ایسے غیر ذمہ دار لوگ پیدا ہو گئے، جو جھوٹی حدیث بیان کرنے میں بھی خدا کا ڈر محسوس نہیں کرتے تھے، ان حالات کو دیکھتے ہوئے حضرات صحابۂ کرام بغیر راویوں کو پرکھے ہوئے ہر شخص کی حدیث قبول نہیں کرتے تھے، پھر تو حدیث کی صحت وعدم صحت کا مدار ہی اسناد پر ہو گیا، اگر راوی ثقہ ہے تو روایت صحیح ہے، ورنہ ضعیف، منکر اور موضوع کہلائے گی، اسی مقصد کی وجہ سے ''علم اسناد'' حدیث کے لیے نہ صرف ایک لازمی جزء بن گئی؛ بل کہ اس پر بے شمار کتابیں بھی لکھی گئیں، انہیں کتابوں میں سے ایک عظیم کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ ''مقدمہ'' ہے، جو اس فن میں انتہائی جامع اور مانع ہے، اور درس نظامی میں داخل ہے، جس کی بنا پر سالہا سال سے اس کی درس وتدریس جاری ہے۔

راقم الحروف تقریباً آٹھ سالوں سے بہار کے ایک مشہور ومعروف ادارہ دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ میں خادم درس ہے، اس دوران احقر کو چھوٹی بڑی کئی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا، ان ہی میں سے ایک کتاب ''نخبۃ الفکر'' بھی ہے، جب یہ کتاب احقر کو ملی تو ''مقدمہ مشکوۃ'' سے بھی سابقہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پڑا، دورانِ درس بارہا یہ محسوس ہوا کہ فن اصول حدیث جتنا مشکل ہے، اس لحاظ سے نصاب میں کتابیں بہت کم پڑھائی جاتی ہیں، اور ان میں بھی پہلی کتاب ''مقدمۂ شیخ عبد الحق'' ہے، جس میں نہایت اختصار کی وجہ سے نہ صرف طلبہ کو بیشتر مقامات پر الجھن اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ بل کہ اساتذہ کے لیے بھی بغیر مثالوں کے اس کو سمجھانا مشکل نظر آتا ہے، اس لیے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اس کی ایک ایسی شرح لکھ دی جائے جس میں ہر اصول کی مثال بھی مذکور ہو، اور ساتھ ہی ساتھ ہر مغلق عبارت کا حل بھی موجود ہو، تو نہ صرف طلبہ و اساتذہ کے لیے کتاب کو سمجھنے میں سہولت ہوگی؛ بل کہ عوام الناس بھی اس سے مستفید ہو سکے گی، چنانچہ اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا، اور اللہ تبارک وتعالی کے فضل سے مکمل بھی ہو گیا۔ اس شرح میں مندرجہ ذیل چیزوں کی بہ طور خاص رعایت کی گئی ہے:

(۱) پوری عبارت کو اعراب سے مزین کیا گیا ہے۔

(۲) پوری کتاب کا با محاورہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۳) ہر اصول کے تحت اس کی مثال بھی ذکر کی گئی ہے۔

(۴) مشکل اصطلاحات وتعبیرات کی خوب وضاحت کی گئی ہے۔

(۵) تشریح کے تحت پیچیدہ اصول کو آسان انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

(۶) اس شرح کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ عبارت کی مکمل تشریح کے بعد ''اختیاری مطالعہ'' کا عنوان عبارت کی مناسبت سے قائم کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عبارت کی تشریح مکمل ہو چکی، اب اگر کوئی اس عبارت سے متعلق مزید معلومات کے درپے ہے، تو اس کو چاہیے کہ ''اختیاری مطالعہ'' کا مطالعہ کرے۔ ایسا اس لیے کیا گیا ہے تا کہ یہ انداز شائقین حضرات کی دل چسپی کا باعث بنے، اور تشنگان علوم نبوت اپنی علمی پیاس بجھا سکیں۔

(۷) اگر کسی کتاب سے کوئی بات لی گئی ہے تو اس کے حوالہ جات بھی لکھ دیے گئے ہیں؛ تا کہ اعتماد میں اضافہ ہو، اور اہل علم وطلبہ اصول حدیث کے لیے مراجعت میں آسانی ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احقر کی یہ ٹوٹی پھوٹی پہلی کاوش جو صرف ایک دینی ضرورت سمجھ کر محض رضاء الٰہی کے لیے اسی کے توفیق سے انجام دی گئی ہے، اب قارئین کی خدمت میں پیش ہے، غلطی اور بھول چوک سے بری ہونے کا دعویٰ کون کرسکتا ہے؟ اور خاص کر یہ راقم الحروف تو علم وعمل اور فہم وفراست ہر اعتبار سے انتہائی کمزور ہے، اس لیے سبھی قارئین سے عاجزانہ گذارش ہے کہ وہ اس کتاب میں اگر کسی طرح کی بھی کوئی بات قابل اصلاح پائیں تو احقر کو ضرور مطلع فرمائیں، حق کے سامنے آنے پر احقر کو رجوع کرنے اور تصحیح کرنے میں ان شاء اللہ کبھی تأمل نہ ہوگا۔ رب ذوالجلال میری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے، اور ذریعۂ آخرت بنائے، اور اس کے طفیل سے سبھی معاونین، اساتذہ اور احقر کے والدین کو آخرت میں سرخروئی نصیب فرمائے۔ (آمین)

آفتاب عالم قاسمی

مقام: گیدر گنج، پوسٹ مدنا، وایا اندھرا ٹھاڑی، ضلع مدھوبنی بہار

استاذ: دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ

پھلواری شریف پٹنہ

۲۸/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

مطابق ۶/ستمبر ۲۰۲۱ء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمان الرحیم

"مُقَدِّمَةٌ فِیْ بَیَانِ بَعْضِ مُصْطَلَحَاتِ عِلْمِ الحَدِیْثِ مِمَّا یَکْفِیْ فِیْ شَرْحِ الکِتَابِ مِنْ غَیْرِ تَطْوِیْلٍ وَإِطْنَابٍ".

(ترجمہ)(یہ) مقدمہ علم حدیث کی بعض ان اصطلاحات کے بیان میں ہے جو بغیر زیادتی وطوالت کے کتاب کی وضاحت کے لیے کافی ہوں گی۔

> اِعْلَمْ أنّ الحَدِیْثَ فِیْ اصْطِلاحِ جُمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِیْنَ یُطْلَقُ عَلٰی قَوْلِ النَّبِیِّ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِیْرِهٖ: وَمَعْنَی التَّقْرِیْرِ أنَّه فَعَلَ أحَدٌ أوْ قَالَ شَیْئاً فِیْ حَضْرَتِه صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلّمَ وَلَمْ یُنْکِرْهُ وَلَمْ یَنْهَهُ عَنْ ذٰلِکَ بَلْ سَکَتَ وَقَرَّرَ، وَکَذٰلِکَ یُطْلَقُ عَلٰی قَوْلِ الصَّحَابِیِّ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِیْرِهٖ، وَعَلٰی قَوْلِ التَّابِعِیِّ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِیْرِهٖ.

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں (لفظ) حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر پر بولا جاتا ہے، اور تقریر کا مطلب یہ ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی نے کچھ کہا یا کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں کی، اور اس کو اس کام سے نہیں روکا، بل کہ خاموشی اختیار فرمائی اور اس کو برقرار رکھا، اسی طرح صحابی کے قول، فعل اور تقریر، اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر (لفظ حدیث) بولا جاتا ہے۔

الفاظ کی تحقیق:

محدث کی تعریف: هو من يشتغل بعلم الحديث رواية ودراية ويطلع علیٰ كثير من الروايات و أحوال رواتها۔(النخبات:٤)

(ترجمہ) محدث وہ شخص ہے جو علم حدیث میں روایۃً ودرایۃً مشغول ہو اور بہت سی روایات اور راویوں کے حالات پر مطلع ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

البتہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ صاحب اعلاء السنن نے موجودہ دور کے اعتبار سے محدث کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ''جو شیوخ اساتذہ کی اجازت سے کتب حدیث کے مطالعہ اور درس و تدریس کا خوب اہتمام کرتا ہو، اور روایت کے ساتھ ساتھ درایت کی بھی معرفت رکھتا ہو۔(تعلیقات قواعد فی علوم الحدیث:۲۸)

صحابی کی تعریف: من لقی النبی مؤمنا به ومات علی الاسلام.

(ترجمہ) صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی سے ملاقات کی ہو، اس پر ایمان لانے کی حالت میں اور اسلام ہی پر وفات پائی ہو۔

تابعی کی تعریف: من لقی الصحابی مؤمنا بالنبی ومات علی الاسلام.

(ترجمہ) تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو، نبی پر ایمان لانے کی حالت میں اور اسلام ہی پر وفات پائی ہو۔

جمہور کی تعریف: فن کے اکثر حضرات کو جمہور کہتے ہیں، اس کی جمع جماہیر آتی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف شیخ عبدالحقؒ نے حدیث کی تعریف کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات، اسی طرح صحابہ کے اقوال، افعال، اور تقریرات، نیز تابعی کے اقوال، افعال اور تقریرات کو حدیث کہتے ہیں۔

اقوال سے مراد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم، یا صحابہ کرام یا تابعی کے ارشادات و فرمودات ہیں، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا:''انما الأعمال بالنیات'' یا حضرت علیؓ (صحابی) نے ارشاد فرمایا:''لا خیر فی عبادة لا علم فیها'' (یعنی اس عبادت میں خیر نہیں ہے جس میں علم نہ ہو) یا حضرت حسن بصریؒ (تابعی) نے فرمایا''الصبر کنز من کنوز الجنة''۔ (یعنی صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

افعال سے مراد: وہ کام ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ و اختیار کے ساتھ انجام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دیاہو، جیسے:"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لبس قمیصا بدأ بمیامنہ(ترمذی ابواب اللباس)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قمیص پہنتے تھے تو اپنی دائیں جانب سے شروع کرتے تھے۔

یا صحابہ کرام نے ارادہ واختیار کے ساتھ کسی کام کو انجام دیا ہو، جیسے:

"أم ابن عباس وهو متيمم"(بخاری: كتاب التيمم، برقم: ٣٤٤)

یعنی ابن عباس نے تیمّم کی حالت میں امامت فرمائی۔

یا تابعی نے ارادہ واختیار کے ساتھ کسی کام کو کیا ہو، جیسے:"امام ابن ابی ملیکۃ لوگوں کو مکہ میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھاتے تھے"(مصنف ابن أبی شیبه ٣/ ٢٣٩)

تقریرات سے مراد: یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعی کے سامنے کوئی کام کیا گیا ہو اور انہوں نے اس کو منع نہ فرمایا ہو، جیسے حضرت عمرو بن العاصؓ نے ایک موقع پر شدید سرد موسم کی وجہ سے غسل جنابت کی بجائے تیمّم پر اکتفا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ہنسے اور کچھ نہیں فرمایا(ابوداؤد ۱/ ۴۸)

یا جیسے کوئی تابعی کہے:"فعلتُ كذا أمام أحد الصحابة ولم ينكر علی"(تیسیر مصطلحات الحدیث: ۱۳۱)

یا جیسے کوئی تبع تابعی کہے:"فعلتُ كذا أمام أحد التابعين ولم ينكر علی"(أيضا)

اختیاری مطالعہ

(۱) بعض حضرات نے حدیث کی تعریف میں "احوال" کی قید کا اضافہ کیا ہے، لہذا اس وقت احوال سے مراد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعی سے صادر ہونے والی وہ باتیں ہوں گی جن میں ان کے ارادہ واختیار کو دخل نہ ہو، جیسے روئے انور، ریش انور وغیرہ کی کیفیات۔

(۲) تشریح کے تحت جو یہ بات آئی کہ صحابی اور تابعی کے اقوال وافعال اور تقریرات کو بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث کہا جاتا ہے، یہ متقدمین کے نزدیک ہے، لیکن متاخرین حضرات اس کو حدیث نہیں کہتے، بل کہ دوسرے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔

(۳) اگر صحابی نقل کریں کہ ہم لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کیا کرتے تھے یا ایسا ہوا کرتا تھا یہ بھی تقریر ہوگی، جیسے صحابی کہیں "انما کان الأذان علیٰ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مرتين"۔

فَمَا انْتَهَىٰ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ الْمَرْفُوْعُ، وَمَا انْتَهَىٰ إِلَى الصَّحَابِيِّ يُقَالُ لَهُ الْمَوْقُوْفُ، كَمَا يُقَالُ: قَالَ أَوْ فَعَلَ أَوْ قَرَّرَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوْفًا، أَوْ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَمَا انْتَهَىٰ إِلَى التَّابِعِيِّ يُقَالُ لَهُ الْمَقْطُوْعُ.

ترجمہ: پس وہ حدیث جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اس کو مرفوع کہا جاتا ہے، اور وہ حدیث جس کی سند صحابی تک پہونچے اس کو موقوف کہا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے، قال یافعل یاقرر ابن عباس یا ابن عباس سے موقوفا مروی ہے یا ابن عباس پر موقوف ہے، اور وہ حدیث جس کی سند تابعی تک پہونچے اس کو مقطوع کہا جاتا ہے۔

فائدہ: "فما انتھی" میں "ما" موصولہ ہے، اور "انتھی" کا فاعل "سندہ" ہے جو کہ محذوف ہے اور "سندہ" کی ضمیر "حدیث" کی طرف لوٹ رہی ہے۔

تشریح: مذکورہ عبارت میں حدیث مرفوع، موقوف اور مقطوع کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

مرفوع: وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ تک پہنچے یعنی نبی سے کوئی بات، کوئی کام یا کوئی تقریر منقول ہو جیسے کوئی صحابی یہ کہے کہ "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم" یا "حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم" یا "عن رسول الله صلى الله عليه

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وسلم"یا کوئی صحابی یا غیر صحابی کہے کہ "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم"یا"رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل كذا"یا"فعل فلان بحضرة رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا"وغیرہ۔

موقوف: وہ حدیث ہے جس کی سند صحابی تک پہنچے یعنی صحابی کی کوئی بات، کوئی کام یا کوئی تقریر منقول ہو جیسے"قال ابن عباس"یا"فعل ابن عباس"یا"قرر ابن عباس"وغیرہ اسی طرح "عن ابن عباس موقوفا"کہے یا"موقوف على ابن عباس"کہے تو حدیث موقوف ہوگی جیسے:

"عن عبيد الله بن عمر عن نافع قال : سئل ابن عمر عن الوضوء بعد الغسل فقال أى وضوء أفضل من الغسل .(عبد الرزاق ۱۰۴۰)

(ترجمہ) حضرت نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر سے غسل کے بعد وضو کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ "غسل سے افضل کون سا وضوء ہے"۔

مقطوع: وہ حدیث ہے جس کی سند تابعی تک پہنچے یعنی تابعی نے کوئی بات کہی ہو یا کوئی کام کیا ہو جیسے:قال الحسن البصرى :"الصبر كنز من كنوز الجنة"(التيسير بشرح الجامع الصغير ۳۰۹/۲)

اختیاری مطالعہ

(۱) مرفوع، موقوف اور مقطوع میں سے کون حجت ہے اور کون نہیں؟

حدیث مرفوع بالاتفاق حجت ہے، اور حدیث موقوف تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ کسی حدیث مرفوع کے معارض ہوگی یا نہیں؟ اگر معارض ہوگی تو وہ بالاتفاق حجت نہیں ہے اور اگر معارض نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس میں صحابہ کا اختلاف ہوگا یا نہ ہوگا اگر اس میں صحابہ کا اختلاف نہ ہو تو وہ بھی بالاتفاق حجت ہے، اور اگر اس میں صحابہ کا اختلاف ہو لیکن وہ بات ایسی ہو جو عقل وقیاس سے نہیں کہی جا سکتی اور وہ صحابی اسرائیلیات سے بھی روایت نہ کرتے ہوں تو یہ اہل ظواہر کے نزدیک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حجت نہیں ہے اور جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک حجت ہے۔

"وما أضيف الى الصحابة فهو موقوف وهو حجة على غيرهم اتفاقا اذا سلمه غيره من الصحابة وما اختلف فيه بينهم فما لا يدرك بالقياس من القول ولا يأخذ عن الاسرائيليات فهو حجة عند الفقهاء والمحدثين غير أهل الظواهر، وأما اذا نفاه شئى من السنة المرفوعة فهو ليس بحجة اتفاقا (ظفر الأماني: ۳۳۰)

وَقَدْ خَصَّصَ بَعْضُهُمُ الْحَدِيثَ بِالْمَرْفُوعِ وَالْمَوْقُوفِ اِذِ الْمَقْطُوعُ يُقَالُ لَهُ الْأَثَرُ، وَقَدْ يُطْلَقُ الْأَثَرُ عَلَى الْمَرْفُوعِ أَيْضًا، كَمَا يُقَالُ الْأَدْعِيَةُ الْمَأْثُورَةُ لِمَا جَاءَ مِنَ الْأَدْعِيَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالطَّحَاوِيُّ سَمّٰى كِتَابَهُ الْمُشْتَمِلَ عَلَى بَيَانِ الْأَحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ بِشَرْحِ مَعَانِي الْآثَارِ، وَقَالَ السَّخَاوِيُّ: إِنَّ لِلطَّبَرِيِّ كِتَابًا مُسَمًّى بِتَهْذِيبِ الْآثَارِ مَعَ أَنَّهُ مَخْصُوصٌ بِالْمَرْفُوعِ، وَمَا ذُكِرَ فِيهِ مِنَ الْمَوْقُوفِ بِطَرِيقِ التَّبَعِ وَالتَّطَفُّلِ۔

ترجمہ: بعض لوگوں نے (لفظ) حدیث کو مرفوع اور موقوف کے ساتھ خاص کیا ہے، اس لیے کہ مقطوع کو (تو) اثر کہا جاتا ہے، اور (لفظ) اثر مرفوع پر بھی بولا جاتا ہے، جیسا کہ ان دعاؤں کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں "دعائے ماثورہ" کہا جاتا ہے، اور طحاویؒ نے اپنی اُس کتاب کا جو احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کے بیان پر مشتمل ہے "شرح معانی الآثار" نام رکھا ہے، اور سخاویؒ نے فرمایا کہ طبرانی کی ایک کتاب ہے، جس کا نام "تہذیب الآثار" ہے، حالاں کہ وہ کتاب مرفوع کے ساتھ مخصوص ہے، اور جو موقوف روایات اس میں مذکور ہیں وہ تبعاً وضمناً ہیں۔

تشریح: مندرجہ بالا عبارت میں مصنف علیہ الرحمۃ بتلا رہے ہیں کہ حدیث اور اثر کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں؟ تو اس میں اختلاف ہے، جمہور کے قول کے مطابق حدیث اور اثر کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درمیان کوئی فرق نہیں ہے، بل کہ دونوں مترادف لفظ ہیں، اور بعض لوگ جیسے فقہاء خراسان اور ان کے متبعین وغیرہ کا کہنا ہے کہ لفظ حدیث کا اطلاق صرف مرفوع اور موقوف پر ہوگا، اور رہی بات مقطوع کی تو اس کو اثر کہا جائے گا، گویا ان حضرات کے نزدیک حدیث اور اثر کے درمیان فرق ہے، کہ نبی اور صحابی کا قول حدیث ہے، اور تابعی کا قول اثر ہے، یہ الگ بات ہے کہ لفظ اثر کا اطلاق ''مرفوع'' روایات پر بھی ہوتا ہے، چنانچہ جو دعائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ان کو دعائے ماثورہ کہا جاتا ہے، حالاں کہ وہ مرفوع ہیں، اسی طرح امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاویؒ نے اپنی کتاب کا نام ''شرح معانی الآثار'' رکھا ہے، حالاں کہ ان کی کتاب آثار صحابہ اور احادیث نبویہ پر مشتمل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اثر کا لفظ مرفوع اور موقوف روایت پر بھی بولا جاتا ہے، اسی طرح امام سخاوی شافعیؒ رقم طراز ہیں کہ: ''امام احمد ابن جریر طبری کی کتاب کا نام ''تہذیب الآثار'' ہے، حالاں کی یہ کتاب ''احادیث مرفوعہ'' کے ساتھ خاص ہے، اس سے بھی پتہ چلا کہ اثر کا لفظ مرفوع روایت پر بھی ہوتا ہے۔

وما ذكر فيه من الوقوف الخ: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ ابھی آپ نے امام سخاوی کے حوالہ سے کہا کہ ''محمد بن جریر طبری'' کی کتاب ''تہذیب الآثار'' میں صرف مرفوع احادیث ہیں'' یہ بات صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس میں ''موقوف روایات'' بھی بہ کثرت ہیں؛ اس لیے آپ کا دعوی غلط ہوا، اسی سوال کا جواب مصنفؒ دے رہے ہیں کہ آپ کی بات صحیح ہے کہ تہذیب الآثار میں موقوف روایات بھی ہیں؛ لیکن وہ سب کے سب تبعاً وضمناً ہیں، اور جو چیز تبعاً وضمناً ہوں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اس لیے تہذیب الآثار میں موجود ''موقوف روایات'' کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اختیاری مطالعہ

(۱) علامہ نیمویؒ نے ''آثار السنن'' میں مرفوع، موقوف اور مقطوع ہر قسم کی روایات کا ذکر کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، لیکن نام ''آثار السنن'' رکھا ہے، اس سے پتہ چلا کہ اثر کا لفظ مرفوع روایات پر بھی بولا جاتا ہے۔

(۲) اثر اور حدیث کے درمیان فرق کے سلسلہ میں ایک تیسرا قول بھی ہے، وہ یہ کہ ''نبی کے اقوال وافعال اور تقریرات کو حدیث کہتے ہیں، اور صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال اور تقریرات کو اثر کہتے ہیں (دیکھیے! ظفر الامانی:۲۵)

وَالْخَبَرُ وَالْحَدِيْثُ فِي الْمَشْهُوْرِ بِمَعْنىً وَاحِدٍ وَبَعْضُهُمْ خَصَّصُوْا الْحَدِيْثَ بِمَاجَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنِ، وَالْخَبَرَ بِمَاجَاءَ عَنْ أَخْبَارِ الْمُلُوْكِ وَالسَّلَاطِيْنِ وَالأَيَّامِ الْمَاضِيَةِ وَلِهٰذَا يُقَالُ لِمَنْ يَشْتَغِلُ بِالسُّنَّةِ مُحَدِّثٌ، وَلِمَنْ يَشْتَغِلُ بِالتَّوَارِيْخِ أَخْبَارِيٌّ.

ترجمہ: خبر اور حدیث مشہور قول کے مطابق ایک معنی میں ہے اور بعض محدثین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین سے منقول روایت کے ساتھ (لفظ) حدیث کو اور بادشاہوں، سلاطین اور ایام ماضیہ سے متعلق روایات کے ساتھ (لفظ) خبر کو خاص کیا ہے اسی وجہ سے (دوسرے قول کے مطابق) اس شخص کو جو سنت کے ساتھ اشتغال رکھتے ہیں، محدث کہا جاتا ہے اور اس شخص کو جو تواریخ کے ساتھ اشتغال رکھتے ہیں اخباری کہا جاتا ہے۔

تشریح: خبر اور حدیث کے درمیان فرق ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں۔ شیخ عبدالحق نے ان میں سے دو اقوال بیان کیے ہیں۔ اور تیسرا قول احقر نے ''اختیاری مطالعہ'' کے تحت درج کر دیا ہے۔

(۱) قول اول یہ ہے کہ دونوں مترادف اور ہم معنی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال وافعال اور تقریرات کو خبر وحدیث کہتے ہیں، یہی قول جمہور کا ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں تباین کی نسبت ہے، حدیث وہ روایت ہے جو آپ صلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین سے منقول ہو، اور خبر وہ ہے جو ان کے علاوہ سے منقول ہو، جیسے بادشاہوں، ملوک اور امم ماضیہ سے متعلق روایات وغیرہ۔ اسی وجہ سے جو لوگ سنت (حدیث) کے ساتھ اشتغال و تعلق رکھتے ہیں ان کو محدث کہا جاتا ہے اور جو شخص تاریخ اور قصے کہانیوں سے دلچسپی رکھتا ہے اس کو اخباری کہا جاتا ہے۔

اختیاری مطالعہ

(۱) خبر اور حدیث میں کیا فرق ہے؟ اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، خبر حدیث سے عام ہے کیوں کہ خبر اس چیز پر بھی صادق آتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور اس پر بھی جو آپ کے علاوہ سے منقول ہو جب کہ حدیث صرف اس پر صادق آتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو لہٰذا ہر حدیث خبر ہے، مگر ہر خبر حدیث نہیں ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کی باتیں خبر تو ہے حدیث نہیں۔

وَالرَّفْعُ قَدْ يَكُوْنُ صَرِيْحًا، وَقَدْ يَكُوْنُ حُكْمًا، أَمَّا صَرِيْحًا فَفِي الْقَوْلِيِّ كَقَوْلِ الصَّحَابِيِّ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا، أَوْ كَقَوْلِهٖ أَوْ قَوْلِ غَيْرِهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ كَذَا، وَفِي الْفِعْلِيِّ كَقَوْلِ الصَّحَابِيِّ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَذَا أَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَعَلَ كَذَا، أَوْ عَنِ الصَّحَابِيِّ أَوْ غَيْرِهٖ مَرْفُوْعًا أَوْ رَفَعَهُ أَنَّهُ فَعَلَ كَذَا، وَفِي التَّقْرِيْرِيِّ أَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ فَعَلَ فُلَانٌ أَوْ أَحَدٌ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا وَلَا يَذْكُرُ إِنْكَارَهُ.

ترجمہ: رفع کبھی تو صراحۃً ہوتا ہے اور کبھی حکماً، بہر حال رفع صراحۃً تو (بصورت) قولی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایسے ہے کہ صحابی کہے ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں بات کہتے سنا'' یا صحابی یا غیر صحابی یہ کہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے'' یا یہ کہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا منقول ہے کہ آپ نے ایسا فرمایا'' اور (رفع صراحۃ تو بصورت) فعلی ایسے ہے کہ صحابی یہ کہے کہ ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے'' یا یہ کہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ایسا کیا ہے'' یا صحابی یا غیر صحابی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مرفوعا منقول ہو یا صحابی یا غیر صحابی اس عمل کو رفع کے طریقہ پر بیان کرے اور (رفع صراحۃ تو بصورت) تقریری ایسے ہے کہ صحابی یا غیر صحابی کہے کہ ''فلاں شخص نے یا کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر انکار ذکر نہ کرے''۔

تشریح: یہاں سے مصنفؒ رفع کی دو قسمیں بیان فرما رہے ہیں (۱) رفع صریحی (۲) رفع حکمی۔

رفع صریحی: وہ حدیث ہے جس کی سند حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صراحۃ پہونچے۔

رفع حکمی: وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہونچے بل کہ پہونچنے کے حکم میں ہو (اس کی تقسیم اگلی عبارت کے تحت آئے گی)۔

رفع صریحی کی تین قسمیں ہیں: (۱) قولی (۲) فعلی (۳) تقریری۔

رفع صریحی قولی: وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہو اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد منقول ہو جیسے:

عن رافع بن خديج قال: سمعت رسول الله صلى عليه وسلم يقول أسفروا بالفجر فانه أعظم للأجر (ترمذی، أبواب الطهارة: ١٥٤)

''رفع صریحی قولی'' کی تین تعبیریں شیخ عبدالحق نے ذکر کی ہیں: (۱) سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كذا ''یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہتے سنا ہے''

(۲) صحابی یا غیر صحابی کہے ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ وسلم نے فرمایا ہے (۳) صحابی یا غیر صحابی کہے: "عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال كذا" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔

رفع صریحی فعلی: وہ حدیث ہے جس کی اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صراحتاً پہونچتی ہو اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل صراحتاً نقل کیا گیا ہو جیسے: "عن المغيرة بن شعبة رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على ظاهرهما" (ترمذی: أبواب الطهارة ۱/ ۱۹۸)

رفع صریحی فعلی کی چار تعبیریں عبارت میں بیان کی گئی ہیں: (۱) صحابی یہ کہے کہ "رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل كذا" یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے (۲) صحابی یا غیر صحابی کہے "عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه فعل كذا" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے ایسا کیا (۳) صحابی یا غیر صحابی سے کوئی روایت مرفوعاً مروی ہو جیسے "عن ابن عباس مرفوعا" یعنی حضرت ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے (۴) "رفعه أنه فعل كذا" یعنی راوی حدیث کہے کہ صحابی نے اس کو رفع کے طریقے پر بیان کیا ہے۔

رفع صریحی تقریری: وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صراحۃً پہونچتی ہو اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام کو، یا کسی بات کو برقرار رکھنا نقل کیا گیا ہو جیسے: عن ابن عباس قال: أكل الضب على مائدة رسول الله صلى الله عليه وسلم (ترمذی ابواب الأطعمة برقم ۱۷۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَمَّا حُكْمًا فَكَإِخْبَارِ الصَّحَابِيِّ الَّذِي لَمْ يُخْبِرْ عَنِ الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيهِ عَنِ الْأَحْوَالِ الْمَاضِيَةِ كَإِخْبَارِ الْأَنْبِيَاءِ أَوِ الْآتِيَةِ كَالْمَلَاحِمِ وَالْفِتَنِ وَأَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ عَنْ تَرَتُّبِ ثَوَابٍ مَخْصُوصٍ أَوْ عِقَابٍ مَخْصُوصٍ عَلَى فِعْلٍ فَإِنَّهُ لَا سَبِيلَ إِلَيْهِ إِلَّا السَّمَاعَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ يَفْعَلُ الصَّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيهِ، أَوْ يُخْبِرُ الصَّحَابِيُّ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ كَذَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّ الظَّاهِرَ اطِّلَاعُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ذٰلِكَ وَنُزُولُ الْوَحْيِ بِهِ، أَوْ يَقُولُونَ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ السُّنَّةَ سُنَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ يَحْتَمِلُ سُنَّةَ الصَّحَابَةِ وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ فَإِنَّ السُّنَّةَ تُطْلَقُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور بہر حال (رفع) حکماً تو (بہ صورت قولی) جیسے اس صحابی کا جو کتب سابقہ سے روایت نہ کرتے ہوں ایسی چیز کی خبر دینا جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، خواہ وہ خبر احوال ماضیہ سے متعلق ہو، جیسے انبیاء کی خبریں، یا وہ خبر احوال آتیہ سے متلق ہو، جیسے جنگوں، فتنوں اور قیامت کی ہولناکیوں کی خبریں، یا وہ خبر کسی فعل پر متعین ثواب وعقاب سے متعلق ہو؛ اس لیے کہ ان خبروں پر مطلع ہونے کی بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کا کوئی اور راستہ نہیں ہے، یا صحابی ایسا کام کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، یا صحابی خبر دے کہ وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کیا کرتے تھے، اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو ہوئی ہوگی، اور اس کے سلسلہ میں وحی کا نزول ہوا ہوگا، یا صحابہ کہیں کہ ''سنت ایسا ہے''، اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ سنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہے۔ اور بعض لوگوں نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہا ہے کہ (من السنۃ کذا ہیں) سنت صحابہ اور سنت خلفاء راشدین دونوں کا احتمال ہے، اس لیے کہ سنت اس پر بھی بولا جاتا ہے۔

تشریح: رفع حکمی کی بھی تین قسمیں ہیں: (۱) رفع حکمی قولی (۲) رفع حکمی فعلی (۳) رفع حکمی تقریری

رفع حکمی قولی: وہ حدیث ہے جس کی سند کسی ایسے صحابی تک پہنچتی ہو جو اسرائیلیات سے بیان نہ کرتے ہوں، اور اس سے ایسی چیز منقول ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔

"مرفوع حکمی قولی" کے متحقق ہونے کے لیے دو قیود ہیں (۱) ایک یہ کہ اس حدیث کی سند ایسے صحابی تک پہنچتی ہو جو بنی اسرائیل کی کتابوں اور ان کے علماء سے روایت نہ کرتے ہوں، لہذا اگر بنی اسرائیل کی کتب اور ان کے علماء سے اخذ کرنے والے کسی صحابی تک سند پہنچے، تو ان کا قول مرفوع حکمی نہیں ہوگا، جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو جنگ یرموک میں اہل کتاب کی بہت سی کتب ہاتھ لگ گئی تھیں، وہ ان میں سے دیکھ کر امور مغیبہ کی خبر دیا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات ان کے شاگرد کہا کرتے تھے "حَدِّثْنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا تُحَدِّثْنا عن الصحيفة"۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، اہل کتاب کے بڑے علماء میں سے تھے، اسلام لانے کے بعد کتب بنی اسرائیل سے بعض باتیں بیان کیا کرتے تھے، لہذا ان دونوں حضرات پر جس حدیث کی سند منتہی ہو، وہ حدیث مرفوع حکمی نہیں ہوگی۔

دوسری قید یہ ہے کہ وہ بات ایسی ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، لہذا اگر اجتہاد سے کہی جانے والی بات ہوگی وہ حدیث مرفوع حکمی نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ جس حدیث میں مذکورہ دونوں شرطیں موجود ہوں وہ حکماً مرفوع ہوگی، جیسے اسرائیلیات سے نقل نہ کرنے والا صحابی ایسی بات کی خبر دے، جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، خواہ وہ خبر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احوالِ ماضیہ سے متعلق ہو، جیسے عالم کی تخلیق کی ابتدا، انبیاء کرام کے واقعات وحکایات، یا وہ خبر احوالِ آتیہ سے متعلق ہو جیسے جنگوں، فتنوں اور اور قیامت کی ہولنا کیوں کی خبریں، یا کسی کام کے کرنے یا ترک کرنے پر مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب کی خبر دے، تو یہ تمام حکما مرفوع ہوں گے۔ کیوں کہ ظاہر یہی ہے کہ صحابی نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کہی ہوگی۔

مرفوع حکمی کی مثالیں

(۱) عن ابن مسعود قال: من أتیٰ ساحرا أو عرافا فقد كفربما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم (مسند احمد ۲/ ۴۲۹)

(۲) عن أبي هريرة أنه رأى رجلا خرج من المسجد بعد ما أذن فيه بالعصر، فقال: أما هذا فقد عصىٰ أبا القاسم. (مسلم شريف: باب النهى عن الخروج من المسجد)

(۳) عن أبي هريرةؓ من لم يجب الدعوة فقد عصى الله ورسوله. (مسلم)

مرفوع حکمی فعلی: وہ حدیث ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچتی ہو، اور اس میں صحابی کا کوئی ایسا عمل نقل کیا گیا ہو، جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، تو صحابی کے اس عمل کو حکما حدیث مرفوع کا درجہ دے دیا جائے گا، اور یہ سمجھا جائے گا کہ صحابی نے یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہی کیا ہوگا، جیسے حضرت علیؓ کا نماز کسوف میں دو رکوع کرنا (سنن کبری للبیہقی ۳/ ۳۳۰) اور حضرت عمرؓ کا ابی ابن کعب کو ۲۰ ررکعت تراویح پڑھانے کا حکم دینا۔

مرفوع حکمی تقریری: وہ حدیث ہے جس کی سند صحابی تک پہنچے، اور اس حدیث میں یہ منقول ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ فلاں کام کرتے تھے، تو اس اطلاع کو بھی حکما حدیث مرفوع کا درجہ دیا جائے گا، اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر واقف ہوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گے، کیوں کہ صحابۂ کرام آپ سے نئے مسائل میں بہ کثرت سوال کرتے تھے، اور ظاہر یہی ہے کہ اس کے متعلق بھی سوال کیا ہوگا، اور آپ واقف ہوں گے، اور اگر بالفرض مان لیں کہ صحابہ نے سوال نہیں کیا ہوگا تو بھی ممکن نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی کام کو دائمی طریقہ پر کریں اور وہ ناجائز ہو، کیوں کہ وہ نزول وحی کا زمانہ تھا، اللہ تعالیٰ آپ کو واقف کرادیتے۔ جیسے:

(۱) عن أبی سعید الخدری قال: کنا نعزل والقرآن ینزل. (بخاری: کتاب النکاح)

(ترجمہ) ''ہم لوگ عزل کرتے تھے جب کہ قرآن نازل ہورہا تھا''

(۲) عن جابر رضی اللہ عنه قال: نأکل الأضاحی فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فوق ثلاث. (مسلم: کتاب الأضاحی)

''ہم لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھاتے تھے''

أو یقولون من السنة کذاالخ: اگر صحابی کہیں کہ ''من السنة کذا'' جیسے حضرت علیؓ کا قول ہے ''من السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة'' (ابوداؤد ۱/ ۷۶) اسی طرح حضرت ابن مسعود کا قول کہ ''من السنة أن یخفی التشهد'' (ترمذی ۱/ ۶۵) تو یہ روایت حکماً مرفوع ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ بھی حکماً حدیث مرفوع ہوگی، کیوں کہ سنت سے صحابی کی مراد بہ ظاہر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوگی، یہ جمہور محدثین کا مسلک ہے۔ اور بعض حضرات جیسے ابوبکر رازیؒ، امام سرخسیؒ، ابوزید دبوسیؒ، امام صیرفیؒ اور علامہ ابن حزم کی رائے ہے کہ سنت سے حضرات خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کی سنت کا بھی احتمال ہے، کیوں کہ ان حضرات کے اقوال وافعال پر بھی سنت کا لفظ بولا جاتا ہے، لہٰذا ان حضرات کے نزدیک صحابی کا قول ''من السنة'' حدیث مرفوع پر دلالت نہیں کرے گا۔

اختیاری مطالعہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱)"أو عن ترتب ثواب مخصوص أو عقاب مخصوص على الفعل": مخصوص کی قید اس لیے لگائی کہ خیر وشر کے کاموں پر مطلق ثواب ایسی چیز ہے جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔

(۲)"مرفوع قولی حکمی" کے متحقق ہونے کے لیے دو قیود تشریح کے تحت مذکور ہوئے، لیکن اس کے لیے ایک تیسری قید بھی ہے وہ یہ کہ "وہ بات کسی مشکل لفظ کی تشریح، یا حدیث مشکل کی توضیح سے تعلق نہ رکھتی ہو، لہٰذا اگر وہ بات اس طرح کی ہوگی تو وہ بھی حکما مرفوع نہ ہوگی۔

(۳)"مرفوع تقریری صریحی" اور "مرفوع تقریری حکمی" میں فرق یہ ہے کہ "مرفوع تقریر صریحی" میں کسی کام کے کیے جانے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اور ذات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور "مرفوع تقریری حکمی" میں کسی کام کے کیے جانے کو آپ کے زمانہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

(۴) اجتہاد کس چیز میں ہوسکتا ہے؟ اور کس چیز میں نہیں؟

قرآن کریم یا سنت رسول کا حکم جس مسئلہ میں واضح ہے، اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں، اور جس مسئلہ میں واضح حکم نہ ملے اس میں قرآن وحدیث کے مطابق اجتہاد کی گنجائش ہے۔

أَلسَّنَدُ: طَرِيقُ الحَدِيثِ وَهُوَ رِجَالُهُ الَّذِينَ رَوَوْهُ، وَالاسْنَادُ بِمَعْنَاهُ، وَقَدْ يَجِيُّ بِمَعْنَى ذِكْرِ السَّنَدِ وَالْحِكَايَةِ عَنْ طَرِيقِ المَتْنِ، وَالمَتْنُ: مَاانْتَهٰى اِلَيْهِ الاسْنَادُ.

ترجمہ: سند حدیث کے طریق (کو کہتے ہیں) اور طریق "حدیث کے وہ افراد ہیں جنہوں نے اس کو روایت کیا ہے"۔ اور اسناد اسی کے معنی میں ہے، اور کبھی (اسناد) "سند کو ذکر کرنے اور طریق متن کو نقل کرنے" کے معنی میں آتا ہے۔ اور متن وہ ہے جہاں پر اسناد ختم ہوجائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح: اس عبارت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں (۱) سند اور متن کی تعریف (۲) سند اور اسناد میں فرق۔

پہلی بات:

سند کی تعریف: افراد کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہونچائے، سند کہلاتا ہے۔

متن کی تعریف: وہ (قول، فعل اور تقریر) ہے جہاں پر سند ختم ہو جائے۔

مثال: قال الحميدى حدثنا سفيان، يقول سفيان؛ حدثنا علقمة، يقول: سمعت عمر بن الخطاب على المنبر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: انما الأعمال بالنيات.

اس مثال میں "قال الحميدى" سے "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال" تک سند ہے، اور "انما الأعمال بالنيات" متن ہے۔

دوسری بات:

سند اور اسناد میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دو قول ہیں (۱) دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے، یہ جمہور محدثین کا قول ہے۔ (۲) "سند ذکر کرنے" اور "طریق متن نقل کرنے" کو اسناد کہا جاتا ہے، اور خود اس طریق کو سند کہا جاتا ہے، یہ حافظ زین الدین عراقی کا قول ہے، گویا علامہ عراقی اسناد کو "معنی مصدری" میں استعمال کرتے ہیں اور سند کو "نفس طریق" کے معنی میں۔

اختیاری مطالعہ

حافظ ابن حجرؒ نے "نخبۃ الفکر" میں ایک جگہ اسناد کی تعریف حافظ عراقی کے الفاظ میں کی ہے، اور دوسری جگہ جمہور محدثین کے مطابق کی ہے۔ (نخبۃ الفکر: ص ۹۱)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کے نزدیک اسناد کا استعمال "معنی مصدری" اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

''معنی اصطلاحی'' دونوں میں ہوتا ہے۔

فَإِنْ لَمْ يَسْقُطْ رَاوٍ مِنَ الرُّوَاةِ مِنَ الْبَيْنِ فَالْحَدِيْثُ مُتَّصِلٌ،وَيُسَمّٰى عَدَمُ السُّقُوْطِ اتِّصَالاً،وَإِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ أَوْ أَكْثَرُ،فَالْحَدِيْثُ مُنْقَطِعٌ،وَهٰذَا السُّقُوْطُ انْقِطَاعٌ،وَالسُّقُوْطُ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ مِنْ أَوَّلِ السَّنَدِ،وَيُسَمّٰى مُعَلَّقًا،وَهٰذَا الاسْقَاطُ تَعْلِيْقًا،وَالسَّاقِطُ قَدْ يَكُوْنُ وَاحِدٌ وَقَدْ يَكُوْنُ أَكْثَرُ،وَقَدْ يُحْذَفُ تَمَامُ السَّنَدِ كَمَا هُوَ عَادَةُ الْمُصَنِّفِيْنَ يَقُوْلُوْنَ:"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: پس اگر درمیان سے کوئی راوی ساقط نہ ہوتو وہ حدیث متصل ہے،اور عدم سقوط کو اتصال کا نام اتصال رکھا جاتا ہے،اور اگر ایک یا زائد (راوی) ساقط ہوتو حدیث منقطع ہے،اور اس سقوط کا نام ''انقطاع'' رکھا جاتا ہے،اور سقوط (روای) یا تو ابتداء سند سے ہوگا،تو اس کا نام ''معلق'' رکھا جاتا ہے،اور اس اسقاط کو ''تعلیق'' کہا جاتا ہے،اور ساقط ہونے والا راوی کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی زائد ہوتا ہے،اور کبھی تو تمام سند کو ہی حذف کر دیا جاتا ہے،جیسا کہ مصنفین کی عادت ہے کہ وہ کہتے ہیں''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم''۔

تشریح: اس عبارت میں ''حدیث متصل''،''حدیث منقطع'' اور ''حدیث معلق'' کی تعریف کی گئی ہے۔

حدیث متصل: وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو،یعنی درمیان سے کوئی راوی ساقط نہ ہو،جیسے:

حدثنا عبد الله بن يوسف عن مالك عن الزناد عن الأعرج عن أبي هريرةؓ قال:ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:اذا شرب الكلب في اناء أحدكم فليغسله سبعا.(بخاری شریف ۲۹/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس روایت میں سند مکمل مذکور ہے، اس لیے اس حدیث کو"حدیث متصل" کہا جائے گا۔

حدیث منقطع: وہ حدیث ہے جس میں درمیان سند سے ایک یا زائد راوی محذوف ہوں، البتہ مسلسل محذوف نہ ہوں، بل کہ الگ الگ جگہوں سے محذوف ہوں، جیسے:

حدثنا عبد الرزاق عن سفیان الثوری عن أبی اسحاق عن زید بن یشیع عن حذیفة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان ولیتموها أبا بکر فقوی أمین.(معرفة علوم الحدیث:٣٦)

اس حدیث میں"سفیان ثوری" اور"ابواسحاق" کے درمیان"شریک" نامی راوی ساقط ہے؛ اس لیے کہ"امام ثوریؒ" نے براہ راست اس حدیث کو ابواسحاق سے نہیں سنا ہے، اسی طرح"عبد الرزاق" اور"سفیان ثوری" کے درمیان"نعمان بن ابی شیبہ" محذوف ہیں، اس لیے یہ حدیث "حدیث منقطع" کہلائے گی۔(تیسیر مصطلح الحدیث:٧٨)

حدیث معلق: وہ حدیث ہے جس کی سند میں ابتدا (مصنف کی طرف) سے ایک، یا چند یا سبھی راوی مسلسل محذوف ہوں، جیسے:

قال أبو موسیٰ الأشعری: غطی النبی صلی الله علیه وسلم رکبتیه حین دخل عثمان(بخاری ٣٧٠/١)

یہ حدیث معلق ہے کیوں کہ امام بخاریؒ نے سارے راویوں کو حذف کرکے صرف صحابیٔ رسول"ابوموسیٰ اشعریؓ" سے اس کو بیان کیا ہے۔

عام طور پر مصنفین کی عادت ہے کہ مکمل سند کو حذف کرکے براہِ راست "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم" کہتے ہیں، جیسا کہ"صاحب ہدایہ" کا طریقہ ہے، اس کو بھی تعلیق کہیں گے۔

(نوٹ)"حدیث متصل" میں راوی کے ساقط نہ ہونے کو"اتصال" اور"حدیث منقطع" میں راوی کے ساقط ہونے کو"انقطاع" اور"حدیث معلق" میں راوی کے ساقط ہونے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو ''تعلیق'' کہا جاتا ہے۔

اختیاری مطالعہ

حدیث متصل کا حکم: حدیث متصل نہ حدیث صحیح کی قسم ہے، نہ حدیث مردود کی، بل کہ مشترک ہے، یعنی حسب حالات رواۃ ''حدیث متصل'' صحیح بھی ہو سکتی ہے اور ضعیف بھی۔

حدیث منقطع کا حکم: ''راوی محذوف'' کا حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف شمار ہوتی ہے۔

حدیث معلق کا حکم: ''حدیث معلق'' متصل السند نہ ہونے کی بنا پر مردود ہے؛ کیوں کہ حدیث کی اس قسم میں ایک یا کئی راوی ساقط ہوتے ہیں، جس کے سبب یہ علم بھی نہیں ہوتا کہ ساقط ہونے والا راوی قابل اعتماد ہے یا نہیں۔

صحیح بخاری کی ''معلق حدیث'' کا حکم اس سے الگ ہے، اس کا ذکر اگلی عبارت کی تحت آرہا ہے۔

> وَالتَّعْلِيقَاتُ كَثِيرَةٌ فِي تَرَاجِمِ صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ وَلَهَا حُكْمُ الاتِّصَالِ، لِأَنَّهُ الْتَزَمَ فِي هٰذَا الْكِتَابِ أَنْ لَا يَأْتِيَ إِلَّا بِالصَّحِيحِ وَلٰكِنَّهَا لَيْسَتْ فِي مَرْتَبَةِ مَسَانِيدِهِ إِلَّا مَا ذَكَرَ مِنْهَا مُسْنَدًا فِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْ كِتَابِهِ، وَقَدْ يُفَرَّقُ فِيهَا بِأَنَّ مَا ذَكَرَ بِصِيغَةِ الْجَزْمِ وَالْمَعْلُومِ، كَقَوْلِهِ: قَالَ فُلَانٌ أَوْ ذَكَرَ فُلَانٌ دَلَّ عَلٰى ثُبُوتِ إِسْنَادِهِ عِنْدَهُ فَهُوَ صَحِيحٌ قَطْعًا، وَمَا ذَكَرَهُ بِصِيغَةِ التَّمْرِيضِ وَالْمَجْهُولِ كَقِيلَ وَيُقَالُ وَذُكِرَ فَفِي صِحَّتِهِ عِنْدَهُ كَلَامٌ، وَلٰكِنَّهُ لَمَّا أَوْرَدَهُ فِي هٰذَا الْكِتَابِ كَانَ لَهُ أَصْلٌ ثَابِتٌ، وَلِهٰذَا قَالُوْا: تَعْلِيقَاتُ الْبُخَارِيِّ مُتَّصِلَةٌ صَحِيحَةٌ.

ترجمہ: اور ''تراجم صحیح بخاری'' میں تعلیقات بہت ہیں، اور یہ سب تعلیقات اتصال کے حکم میں ہے، اس لیے کہ انہوں نے اس کتاب میں ''صحیح حدیث'' لانے کا ہی التزام کیا ہے، البتہ وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تعلیقات ان کے مسند روایات کے درجہ میں نہیں ہیں الا یہ کہ اس تعلیق کو اپنی کتاب میں دوسری جگہ پر مسند ذکر کر دیں، اور تعلیقات بخاری میں یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری جس تعلیق کو صیغہ معلوم وجزم کے ساتھ بیان کریں مثلاً "قالَ فُلانٌ" یا "ذَکَرَ فُلانٌ" تو یہ ان کے نزدیک اس (حدیث) کی سند کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے تو وہ یقینی طور پر صحیح ہے اور جن کو صیغہ تمریض ومجہول سے ذکر کریں جیسے "قیل، یقال، ذکر" تو اس کے صحیح ہونے میں ان کے نزدیک کلام ہے لیکن جب اس کو اس کتاب میں لائے ہیں تو (گمان ہے کہ) اس کی اصل ثابت ہوگی اسی وجہ سے محدثین کہتے ہیں کہ امام بخاری کی تعلیقات متصل اور صحیح ہیں۔

حل لغات: "تراجم بخاری": "امام بخاریؒ مسانید کو ذکر کرنے سے قبل عناوین قائم فرماتے ہیں انہیں عناوین کو تراجم کہتے ہیں، امام بخاریؒ ۹ طرح کے تراجم بیان فرماتے ہیں ان کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے "مسانید" وہ روایت جس کو امام بخاریؒ نے سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

تشریح: مندرجہ بالا عبارت میں تعلیقات بخاری کا حکم بیان کیا گیا ہے، چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بخاری شریف کے تراجم میں بہت زیادہ تعلیقات ہیں؛ کیوں کہ وہ بغیر سند کے ذکر کی گئی ہیں؛ البتہ یہ تمام معلق حدیثیں حکماً متصل ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری جو بھی حدیث اپنی کتاب میں لاتے ہیں، وہ صحیح حدیث لاتے ہیں، اسی وجہ سے تعلیقات بھی صحیح کے حکم میں ہوں گے ؛لیکن ان کی تعلیقات ان کے مسند (جس حدیث کی سند بیان کی گئی ہے) کے درجہ میں نہیں ہوں گی، ہاں اگر امام بخاری اس معلق حدیث کی سند اپنی کتاب میں کسی دوسری جگہ بیان کر دیں تو یہ معلق روایت مسند کے درجہ میں ہوں گی، اس کی مثال: کتاب الایمان میں ہے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن جهاد ونية" یہ معلق ہے اور اسی حدیث کو کتاب الحج، کتاب الجہاد اور کتاب الجزیۃ میں مسند ذکر کر دیا ہے لہذا یہ معلق مسند کے درجہ میں ہوگی۔

وقد يفرق فيها الخ : اور بعض حضرات جیسے امام نوویؒ وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر امام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بخاری نے حدیث کو جزم اور معلوم (معروف) کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا تو امام بخاری کے یہاں وہ صحیح ہے اور اس کی سند ان کے نزدیک موجود ہے (اگر چہ امام بخاریؒ نے سند کو بیان نہیں کیا ہے) اور اگر کسی حدیث کو مجہول کے صیغہ کے ساتھ ذکر کریں تو سمجھا جائے گا کہ امام بخاری کو اس حدیث کے صحیح ہونے میں شک ہے لیکن جب امام بخاریؒ نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے تو یقیناً اس کی کوئی اصل ثابت ہوگی اسی وجہ سے (یعنی امام بخاری کا اپنی کتاب میں اس کو ذکر کر دینا اس کے نزدیک اس کے سند کے ثبوت کی دلیل ہے) محدثین نے کہا ہے کہ بخاری کی تعلیقات متصل اور صحیح ہیں۔

اختیاری مطالعہ

(۱) علامہ جوزیؒ نے تعلیقات بخاری کو موضوعات میں شمار کیا ہے (مقدمه مهداة: ۲۵)

(۲) بخاری میں مسانید کی تعداد سات ہزار تین سو ستر ہے اور بلا تکرار کے ۲ ہزار چھ سو ہیں۔

(۳) بخاری شریف میں تعلیقات ایک ہزار دو ہیں ان میں سے ۴۰ رکی سند امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں دوسری جگہوں پر ذکر کر دی ہیں۔

وَإِنْ كَانَ السُّقُوطُ مِنْ آخِرِ السَّنَدِ فَإِنْ كَانَ بَعْدَ التَّابِعِيِّ فَالحَدِيْثُ مُرْسَلٌ، وَهٰذَا الفِعْلُ إِرْسَالٌ، كَقَوْلِ التَّابِعِيِّ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ يَجِيُّ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ المُرْسَلُ وَالْمُنْقَطِعُ بِمَعْنًى، وَالاصْطِلَاحُ الأَوَّلُ أَشْهَرُ.

ترجمہ: اور اگر سقوط (راوی) آخر سند سے ہو پس اگر وہ تابعی کے بعد ہو تو حدیث مرسل ہے اور یہ فعل ارسال ہے جیسے تابعی کا قول "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" اور کبھی مرسل اور منقطع محدثین کے نزدیک ایک ہی معنی میں ہوتا ہے اور یہی اصطلاح زیادہ مشہور ہے۔

تشریح: اس عبارت میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) حدیث مرسل کی تعریف (۲) مرسل اور منقطع میں نسبت کون سی ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مرسل کی تعریف: وہ حدیث ہے جس میں آخر سند سے تابعی کے بعد کوئی راوی محذوف ہو جیسے امام مسلم نے اپنی کتاب مسلم شریف میں کتاب البیوع کے تحت یہ روایت ذکر کیا ہے۔

"حدثنی محمد بن رافع حدثنا حجین ابن المثنیٰ حدثنا اللیث ،عن عقیل عن ابن شهاب عن سعید ابن المسیب أن رسول الله صلی الله علیه وسلم "نهی عن بیع المزابنة" (تازہ کھجور کو چھواروں کے بدلہ بیچنے سے منع فرمایا)

اس حدیث کو حضرت سعید ابن المسیبؒ جو کہ تابعی ہیں نے براہ راست سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، اور درمیان میں موجود صحابی کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔ اس لیے یہ روایت مرسل ہوگی۔

مرسل اور منقطع میں نسبت؟ اس میں دو قول ہیں (۱) قول اول یہ ہے کہ دونوں میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے کہ منقطع وہ ہے جس میں درمیان سے ایک یا زائد راوی ساقط ہو، اور مرسل میں آخر سند سے تابعی کے بعد راوی ساقط ہوتا ہے، اس لیے دونوں میں تباین کی نسبت ہے، یہی قول زیادہ راجح اور مشہور ہے، اور جمہور کا مسلک بھی یہی ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ مرسل اور منقطع میں تساوی کی نسبت ہے، یعنی دونوں ایک ہی معنی میں ہے، منقطع مرسل کو، اور مرسل منقطع کو کہتے ہیں، اس لیے کہ دونوں میں راوی ساقط ہوتا ہے، یہ جمہور فقہاء اور خطیب بغدادی کا مسلک ہے۔

اختیاری مطالعہ

(۱) جمہور محدثین کے قول کے مطابق "مرسل" اور "منقطع" کے درمیان جو فرق تشریح کے تحت بیان کیا گیا ہے، وہ فرق لفظ "مرسل" اور لفظ "منقطع" کے استعمال میں ہے، ان کے فعل کے استعمال میں نہیں ہے، لہٰذا مرسل اور منقطع کے فعل کو استعمال کرتے وقت صرف "اِرسال" کے فعل کو استعمال کیا جاتا ہے، "انقطاع" کے فعل کو استعمال نہیں کیا جاتا، اسی وجہ سے حدیث مرسل ہو یا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منقطع، دونوں کے لیے "أرسله فلان" کہا جاتا ہے، "انقطع" کہنا درست نہیں، یہ بہت باریک نکتہ ہے۔ (نخبۃ الفکر:۲۳)

وَحُكْمُ الْمُرْسَلِ التَّوَقُّفُ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ، لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي أَنَّ السَّاقِطَ ثِقَةٌ أَوْ لَا، لِأَنَّ التَّابِعِيَّ يَرْوِي عَنِ التَّابِعِيِّ، وَفِي التَّابِعِيِّ ثِقَاتٌ وَغَيْرُ ثِقَاتٍ، وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ: الْمُرْسَلُ مَقْبُولٌ مُطْلَقًا، وَهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّمَا أَرْسَلَهُ لِكَمَالِ الْوُثُوقِ وَالْاعْتِمَادِ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِي الثِّقَةِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ صَحِيحًا لَمْ يُرْسِلْهُ وَلَمْ يَقُلْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ: إِنِ اعْتَضَدَ بِوَجْهٍ آخَرَ مُرْسَلٍ أَوْ مُسْنَدٍ وَإِنْ كَانَ ضَعِيفًا قُبِلَ، وَعَنْ أَحْمَدَ قَوْلَانِ، وَهٰذَا كُلُّهُ إِذَا عُلِمَ أَنَّ عَادَةَ ذٰلِكَ التَّابِعِيِّ أَنْ لَا يُرْسِلَ إِلَّا عَنِ الثِّقَاتِ، وَإِنْ كَانَتْ عَادَتُهُ أَنْ يُرْسِلَ عَنِ الثِّقَاتِ وَعَنْ غَيْرِ الثِّقَاتِ فَحُكْمُهُ التَّوَقُّفُ بِالْاتِّفَاقِ، كَذَا قِيلَ وَفِيهِ تَفْصِيلٌ أَزْيَدُ مِنْ ذٰلِكَ ذَكَرَهُ السَّخَاوِيُّ فِي الْأَلْفِيَةِ.

ترجمہ: جمہور علماء کے نزدیک مرسل کا حکم توقف ہے، اس لیے کہ معلوم نہیں ہے کہ گرنے والا (راوی) ثقہ ہے یا نہیں، کیوں کہ تابعی کبھی تابعی سے روایت کرتا ہے، اور تابعی میں ثقہ اور غیر ثقہ سب ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک "مرسل" مطلقاً مقبول ہے، یہ حضرات کہتے ہیں کہ راوی نے مکمل اعتماد اور بھروسہ کی وجہ سے ارسال کیا ہے، اس لیے کہ کلام ثقہ میں ہے۔ اگر راوی کے نزدیک وہ (ساقط) تابعی صحیح (ثقہ) نہ ہوتے تو اس کا ارسال نہ کرتے، اور "قال رسول الله صلى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ علیہ وسلم " نہیں کہتے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کسی دوسری حدیث مرسل یا مسند کے ذریعہ اس کی تائید ہو جائے، خواہ وہ (دوسری مسند یا مرسل) ضعیف ہی ہو، تو قبول کی جائے گی، اور امام احمدؒ سے دو قول ہیں، یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کہ اس تابعی (مُرسِل) کی عادت یہ ہو کہ وہ ثقہ ہی کا ارسال کرتا ہے، اور اگر اس کی عادت یہ ہو کہ وہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں کا ارسال کرتا ہے تو اس کا حکم بالاتفاق "توقف" ہے، ایسا ہی کہا گیا ہے، اور اس میں اس سے زیادہ تفصیل ہے، علامہ سخاویؒ نے "شرح الفیہ" میں اس کو ذکر کیا ہے۔

تشریح: یہاں سے مصنفؒ "حدیث مرسل" کا حکم بیان فرمارہے ہیں، "حدیث مرسل" میں مُرسِل دو حال سے خالی نہیں، یا تو ہمیشہ ثقہ راویوں سے ارسال کرے گا، یا ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرے گا، اگر دوسری صورت ہے یعنی ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرتا ہے تو اس صورت میں بالاتفاق حدیث میں توقف ہوگا اور تحقیق ہوگی پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ثقہ سے ارسال کیا ہے تو قبول کی جائے گی ورنہ مردود ہوگی۔

اور اگر پہلی صورت ہے یعنی ہمیشہ ثقہ راویوں کو حذف کرتا ہے تو اس میں اختلاف ہے

(۱) جمہور محدثین علیہم الرحمۃ کے نزدیک حدیث مرسل میں توقف کیا جائے گا ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ہمیں حذف کردہ راویوں کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے، ممکن ہے کہ وہ صحابی نہ ہو بلکہ تابعی ہو کیوں کہ تابعی بھی دوسرے تابعی سے روایت کرتے ہیں اور تابعی میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً قبول کی جائے گی (مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ خواہ دوسری سند سے اس کی تائید ہو یا نہ ہو، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ مُرسِل نے مکمل اعتماد اور بھروسہ کی وجہ سے راوی کو ساقط کیا ہے، اگر حذف شدہ راوی مُرسِل کے نزدیک ثقہ نہیں ہوتا تو اس کا ارسال نہیں کرتا اور " قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " نہیں کہتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لأن الكلام في الثقة الخ: یہ جمہور کی دلیل کا جواب ہے، جمہور نے کہا تھا کہ مجھے نہیں معلوم کہ حذف شدہ تابعی ثقہ ہے یا غیر ثقہ اسی وجہ سے توقف ہوگا، شیخ عبدالحقؒ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے جواب دے رہے ہیں کہ کلام تو ثقہ راوی ہی کہ سلسلہ میں ہورہا ہے کیوں کہ اگر مرسل ثقہ اور غیر ثقہ دونوں کا ارسال کرتا ہے تب تو بالاتفاق توقف کیا جائے گا جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

(۳) حدیث مرسل اس وقت قابل قبول ہوگی جب کہ اس حدیث مرسل کی تائید کسی دوسرے مرسل یا مسند روایت سے ہوجائے خواہ وہ مرسل یا مسند روایت جس سے تائید ہورہی ہے ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

(۴) امام احمدؒ سے اس سلسلے میں دو قول ہیں (۱) مقبول ہوگی (۲) توقف ہوگا۔

كذا قيل الخ: شیخ عبدالحقؒ یہ پوری بحث کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ محدثین کی طرف سے یہی بیان کیا گیا ہے جو میں نے تحریر کی ہے لیکن مرسل کے حکم میں اس سے زیادہ تفصیل ہے ان تمام تفصیل کو علامہ سخاویؒ نے شرح الفیۃ میں ذکر کیا ہے۔؛ (لہذا وہاں ملاحظہ کرلیا جائے)

اختیاری مطالعہ

(۱) مرسل صحابی کے سلسلہ میں جمہور کا اتفاق ہے کہ وہ معتبر اور لائق اعتبار ہے، مرسل صحابی وہ حدیث ہے جس کو ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے اخذ کیا ہو لیکن بیان روایت میں اس کا نام ذکر نہ کیا ہو جیسے: عن عائشة اول ما بدء به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة (بخاری) یہ حدیث مرسل اس طرح ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا حضرت عائشہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں (فتح المغیث: ۸۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَاِنْ كَانَ السُّقُوطُ مِنْ أَثْنَاءِ الاسْنَادِ فَاِنْ كَانَ السَّاقِطُ اِثْنَيْنِ مُتَوَالِياً يُسَمّٰى مُعْضَلاً بِفَتْحِ الضَّادِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا مِنْ غَيْرِ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ يُسَمّٰى مُنْقَطِعًا وَعَلٰى هٰذا المَعْنٰى يَكُوْنُ الْمُنْقَطِعُ قِسْمًا مِنْ غَيْرِ الْمُتَّصِلِ، وَقَدْ يُطْلَقُ الْمُنْقَطِعُ بِمَعْنٰى غَيْرِ الْمُتَّصِلِ مُطْلَقًا شَامِلاً لِجَمِيْعِ الأَقْسَامِ وَبِهٰذَا الْمَعْنٰى يُجْعَلُ مَقْسَماً.

ترجمہ: اور اگر سقوط (راوی) درمیان سند سے ہو پس اگر گرنے والا (راوی) مسلسل دو ہوں تو اس کا نام معضل رکھا جاتا ہے، ضاد کے فتحہ کے ساتھ، اور اگر گرنے والا راوی ایک ہو یا زیادہ ہوں مختلف جگہوں سے تو اس کا نام منقطع رکھا جاتا ہے اور اس معنی کے اعتبار سے منقطع غیر متصل کی ایک قسم ہوگی اور کبھی منقطع غیر متصل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مطلقا اور اپنے تمام اقسام کو شامل ہوتا ہے اور اس معنی کے اعتبار سے (منقطع کو) مقسم بنایا جائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں، (۱) معضل کی تعریف (۲) منقطع کی تعریف کا اعادہ اور پھر منقطع کے دومعانی کی وضاحت۔

معضل کی تعریف: معضل وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو راوی مسلسل محذوف ہوں

جیسے: عن مالك أنه بلغه أن أباهريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: للمملوك طعامه وكسوته بالمعروف ولا يكلف من العمل الا مايطيق. (مؤطا امام مالك، حديث نمبر ۱۸۸۷)

(ترجمہ) امام مالک سے مروی ہے کہ انہیں یہ خبر پہونچی کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: غلام کے لیے کھانا اور کپڑا ہوگا معروف طریقہ پر، اور طاقت کے بقدر ہی کام کا مکلف بنایا جائے گا۔

اس حدیث میں امام مالکؒ اور حضرت ابو ہریرۃؓ کے درمیان پے در پے دو راوی محمد بن عجلان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اوران کے والد مذکور نہیں ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مالک نے دوسری جگہ اس طرح روایت کیا ہے، مالك عن محمد بن عجلان عن أبيه عن أبی هريرة قال الخ(تدریب الراوی ۲۱۲/۱)

منقطع کی تعریف: وہ حدیث ہے جس میں درمیان سند میں ایک راوی یا زیادہ راوی مختلف جگہوں سے محذوف ہوں۔(مثال گذر چکی ہے)

اس تعریف کے اعتبار سے حدیث منقطع غیر متصل حدیث کی ایک قسم ہوگی یعنی بولا جائے گا کہ حدیث کی دو قسمیں ہیں :(۱) حدیث متصل (۲) حدیث غیر متصل، پھر حدیث غیر متصل کی چار قسمیں ہیں: مرسل، معلق، معضل اور منقطع تو دیکھئے "منقطع" "غیر متصل کی ایک قسم ہوئی یہ منقطع کا پہلا معنی ہے۔

منقطع کا ایک دوسرا معنی ہے، وہ یہ ہے کہ منقطع کبھی غیر متصل ہی کو بولا جاتا ہے، تو اس شکل میں منقطع مقسم بنے گا وہ ایسے کہ کہا جائے گا کہ حدیث کی دو قسمیں ہیں (۱) متصل (۲) منقطع، پھر منقطع کی چار قسمیں ہیں، معلق، مرسل، معضل اور مدلس تو دیکھئے اس شکل میں منقطع مقسم بنا جو اپنے چاروں قسموں کو شامل ہے۔

> وَيُعْرَفُ الانْقِطَاعُ وَسُقُوطُ الرَّاوِیْ بِمَعْرِفَةِ عَدَمِ الْمُلاقَاةِ بَيْنَ الرَّاوِیْ وَالْمَرْوِیْ عَنْهُ إِمَّا لِعَدَمِ الْمُعَاصَرَةِ أَوْعَدَمِ الاجْتِمَاعِ وَالاجَازَةِ عَنْهُ بِحُكْمِ عِلْمِ التَّارِيْخِ الْمُبَيِّنِ لِمَوَالِيْدِ الرُّوَاةِ وَوَفِيَّاتِهِمْ وَتَعْيِيْنِ أَوْقَاتِ طَلَبِهِمْ وَارْتِحَالِهِمْ وَبِهٰذاصَارَ عِلْمُ التَّارِيْخِ أَصْلاً وَعُمْدَةً عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ.

ترجمہ: اور انقطاع اور سقوط راوی کو، راوی اور مروی عنہ کے درمیان عدم ملاقات کو جاننے کے ذریعہ جانا جائے گا یا تو معاصرت نہ ہونے کی وجہ سے (یا راوی اور مروی عنہ کے درمیان) اجتماع نہ ہونے کی وجہ سے اور اور مروی عنہ سے اجازت نہ ہونے کی وجہ سے، اور یہ ((راوی کا انقطاع اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سقوط) اس علم تاریخ کے ذریعہ معلوم ہوگا جو راویوں کی ولادت، ان کی وفات، ان کے طلب علم اور اسفار کے اوقات کی تعیین کو بیان کرتا ہے اسی وجہ سے علم تاریخ محدثین کے نزدیک ایک بنیادی اور قابل اعتماد فن ہو گیا ہے۔

تشریح: انقطاع اور سقوط راوی کا پتہ کیسے چلے گا؟ یعنی یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اس سند سے کوئی راوی ساقط ہے تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ راوی کا سند سے سقوط، راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات کے نہ ہونے سے معلوم ہوگا یعنی اگر یہ پتہ چل جائے کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات نہیں ہوئی ہے تو پتہ چل جائے گا کہ یہاں کوئی راوی ساقط ہے۔

اور راوی کا مروی عنہ سے ملاقات نہ ہونے کا علم ۳ رطرح سے ہوگا: (۱) راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک نہ ہو۔ (۲) زمانہ ایک ہو لیکن دونوں اکٹھے نہ ہوئے ہوں۔ (۳) اکٹھا ہونا ثابت ہو، لیکن مروی عنہ نے اجازت نہ دی ہو تب بھی سمجھا جائے گا کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

اور یہ (مذکورہ) باتیں تاریخ یعنی فن أسماء الرجال سے معلوم ہوں گی، جس میں راویانِ حدیث کی تاریخ ولادت، ان کی تاریخ وفات، ان کے زمانہ طالب علمی نیز ان کے اسفار کے اوقات کی تفصیلات ہوتی ہیں، اسی وجہ سے فن أسماء الرجال محدثین کے نزدیک اصل اور عمدہ فن کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

(نوٹ) مصنفؒ کا قول "لمواليد الرواة ووفياتهم" ان کے قول "عدم المعاصرة" سے متعلق ہے اور "تعيين أوقات طلبهم وارتحالهم" ان کے قول "عدم الاجتماع والاجازة" سے متعلق ہے گویا اس میں لف ونشر مرتب ہے۔

اختیاری مطالعہ

تاریخ کی تعریف: هو تعيين يوم ظهر فيه أمر شائع من ملة أو دولة أو حدث فيه هائل وغير ذلك من الأمور (مصطلح الحديث ۲۲۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: تاریخ اس زمانہ کو متعین کرتا ہے جس میں کوئی عمومی واقعہ پیش آیا ہو خواہ اس واقعہ کا تعلق دین سے ہو یا حکومت سے، یا کوئی دہشت ناک اور خوفناک واقعہ پیش آیا ہو۔

(۲) فن حدیث کی عبارت میں جب تاریخ کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد وہ تاریخ ہوتی ہے جو رواۃ سے متعلق ہو اس فن میں بڑی بڑی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جیسے تاریخ بخاری، طبقات ابن سعد ،تہذیب التہذیب اور تاریخ کبیر وغیرہ، "المبین بموالید الرواۃ " سے صاحب مقدمۃ نے اسی احترازی صفت کو بیان کیا ہے۔

(۳) علم حدیث میں فن تاریخ کی بڑی اہمیت ہے، اور اس کی ضرورت بھی پڑا کرتی ہے، چنانچہ بہت سے لوگوں نے بعض مشائخ سے روایت کا دعوی کیا اور جب ان سے ان کی تاریخ ولادت پوچھی گئی تو بغلیں جھانکنے لگے، اور ان کی کذب بیانی عالم آشکارا ہوگئی۔ اس کی مثالیں بہ کثرت ہیں بطور نمونہ یہ ہیں:

(الف) ابوجعفر محمد بن حاتم الکشی نے عبد بن حمید سے روایت کیا، تو امام حاکم نے اس سے اس کی تاریخ ولادت پوچھی، اس نے ۲۶۰ھ بتایا، تو امام حاکم نے کہا کہ اس شخص نے عبد بن حمید سے ان کی وفات کے گیارہ سال یا تیرہ سال بعد سنا ہے!۔

(ب) معلیٰ بن عرفان نے کہا کہ ہم سے ابووائل نے یہ بیان کیا کہ "حضرت ابن مسعود ہمارے پاس جنگ صفین میں آئے" تو ابونعیم نے "معلیٰ بن عرفان سے کہا کہ "کیا تیرا خیال یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرنے کے بعد دنیا میں دوبارہ زندہ کیے گئے؟ یہ اس لیے کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں ہوچکی تھی، اور جنگ صفین تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی، پھر حضرت ابن مسعود کا جنگ صفین میں آنا کیسے ممکن ہے؟۔

(ج) محمد بن علی طبری شیبانی نے عمرو بن دینار سے سفیان بن عیینہ کے سماع کی تاریخ ۱۳۰ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بتلائی، تو اس سے ان کی رسوائی ہوئی، کیوں عمرو بن دینار کی وفات ۱۳۰ھ سے بہت پہلے ہو چکی تھی۔

وَمِنْ أَقْسَامِ الْمُنْقَطِعِ الْمُدَلَّسُ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَفَتْحِ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ وَيُقَالُ لِهٰذَا الْفِعْلِ التَّدْلِيْسُ وَلِفَاعِلِهِ مُدَلِّسٌ بِكَسْرِ اللَّامِ، وَصُوْرَتُهُ أَنْ لَا يُسَمِّيَ الرَّاوِيْ شَيْخَهُ الَّذِيْ سَمِعَهُ مِنْهُ بَلْ يَرْوِيْ عَمَّنْ فَوْقَهُ بِلَفْظٍ يُوْهِمُ السَّمَاعَ وَلَا يَقْطَعُ كِذْبًا كَمَا يَقُوْلُ عَنْ فُلَانٍ وَقَالَ فُلَانٌ، وَالتَّدْلِيْسُ فِي اللُّغَةِ كِتْمَانُ عَيْبِ السِّلْعَةِ فِي الْبَيْعِ، وَقَدْ يُقَالُ: إِنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنَ الدَّلَسِ وَهُوَ اِخْتِلَاطُ الظَّلَامِ وَاشْتِدَادُهُ سُمِّيَ بِهِ لِاشْتِرَاكِهِمَا فِي الْخَفَاءِ.

ترجمہ: منقطع کے اقسام میں سے مدلس ہے ''میم کے ضمہ اور لام مشددہ کے فتحہ کے ساتھ'' اور اس فعل کو ''تدلیس'' اور اس کے فاعل کو ''مدلس'' کہا جاتا ہے، لام کے کسرہ کے ساتھ، اور اس کی صورت یہ ہے کہ راوی اپنے اس استاذ کا نام نہ لے جس سے اس (روایت) کو سنا ہے بل کہ ایسے شخص سے روایت کرے جو اس (استاذ) سے اوپر ہے ایسے لفظ سے جو سننے کا وہم ڈالتا ہے، اور یہ (صریحی طور پر) جھوٹ نہیں بولے جیسے کہے ''عن فلان'' یا ''قال فلان''، اور تدلیس لغت میں بیع میں سامان کے عیب کو چھپانا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ دلس سے مشتق ہے اور وہ تاریکی کا چھا جانا اور اس کا زیادہ ہو جانا ہے ار تدلیس نام رکھا گیا ہے ان دونوں معنوں کے خفاء میں مشترک ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: اس عبارت میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) تدلیس کا لغوی معنی (۲) تدلیس کی صورت (۳) تدلیس کی وجہ تسمیہ۔

تدلیس کا لغوی معنی: تدلیس کے لغوی معنی دو ہیں (۱) بیع میں سامان کے عیب کو چھپانا (۲) اور دوسرا معنی ہے ''تاریکی کا چھا جانا اور بڑھ جانا''۔

تدلیس کی اصطلاحی تعریف: سند کے عیب کو چھپا کر ظاہری خوب صورتی پیدا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنا۔(مقدمہ مصطلح الحدیث:۷۹)

تدلیس کی صورت: راوی اپنے اس شیخ کو جن سے براہ راست حدیث سنی ہے ذکر نہ کرے اس کے اوپر یعنی استاذ کے استاذ سے اس طور پر روایت کرے کہ گمان ہو کہ یہ حدیث اس نے اسی اوپر کے شیخ سے سنی ہے اور اس صورت میں صریحی طور پر کذب بیانی نہ کرے یعنی سمعت، حدثنی وغیرہ کا استعمال نہ کرے، کیوں کہ اس صورت میں وہ جمہور کے نزدیک مدلس کے بجائے کاذب ہوجائے گا بل کہ ایسے الفاظ استعمال کرے جو سماع اور عدم سماع دونوں کا احتمال رکھتے ہوں مثلاً عن فلان، قال فلان۔

جیسا کہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ سفیان ابن عیینہ نے ایک مرتبہ شاگردوں کے سامنے حدیث بیان کرنا شروع کیا، تو اس طرح کہا: "عن الزھری" (امام زہری سے مروی ہے) تو شاگردوں نے کہا "أحدثك الزھری" (کیا زہری نے آپ سے بیان کیا ہے) اس پر سفیان بن عیینہ نے لفظ بدل کر یوں کہا: "قال الزھری" (زہری نے کہا) پھر شاگردوں نے کہا "أسمعته من الزھری" (کیا آپ نے زہری سے سنا ہے؟) تو سفیان ابن عیینہ نے کہا "لم أسمعه من الزھری ولا ممن سمعه من الزھری، حدثنی عبد الرزاق، عن معمر عن الزھری" (میں نے زہری سے نہیں سنا اور نہ اس شخص سے جس نے زہری سے سنا، مجھ سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہوں نے معمر سے اور انہوں نے زہری سے سنا)۔(معرفۃ علوم الحدیث:۱۰۴)

تدلیس کی مثال:

حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا عبد السلام بن حرب عن الأعمش عن أنس قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا أراد الحاجة لم يرفع ثوبه حتى يدنو عن الأرض.

(ترجمہ) حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کا ارادہ فرماتے تو اپنا کپڑا انہیں اٹھاتے تھے، یہاں تک کہ زمین سے قریب ہوجائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس روایت میں ایک راوی ''اعمش'' ہے، جو تدلیس کے وصف کے ساتھ موصوف ہے ،اعمش کا سماع حضرت انس سے ثابت نہیں ہے (تہذیب الکمال ۱۲؍۷۷)

تدلیس کی وجہ تسمیہ: تدلیس ''دلس'' سے مشتق ہے، اور ''دلس'' کے معنی آتے ہیں ''تاریکی کا چھا جانا اور بڑھ جانا'' اور ''تدلیس'' میں راوی اپنے شیخ کو تاریکی میں رکھتا ہے، یعنی ''معنی لغوی'' میں روشنی کا خفا ہے اور ''معنی اصطلاحی'' میں محذوف راوی کا خفا ہے، بالفاظ دیگر جس طرح اختلاط کی وجہ سے روشنی مخفی ہوتی ہے، اسی طرح تدلیس کی وجہ سے ''محذوف راوی'' مخفی ہوجاتا ہے، اسی لیے تدلیس کو تدلیس کہتے ہیں۔

تدلیس کی دوسری وجہ تسمیہ: ''تدلیس'' کے معنی آتے ہیں ''بیع میں سامان کے عیب کا چھپانا'' اور تدلیس میں راوی اپنے شیخ کو چھپاتا ہے، اس اعتبار سے ''معنی لغوی'' اور ''معنی اصطلاحی'' میں خفا مشترک ہوا، اسی لیے ''تدلیس'' کو ''تدلیس'' کہتے ہیں۔

قَالَ الشَّيْخُ وَحُكْمُ مَنْ ثَبَتَ عَنْهُ التَّدْلِيْسُ أَنَّهُ لَايُقْبَلُ مِنْهُ اِلَّااِذَا صَرَّحَ بِالتَّحْدِيْثِ،قَالَ الشُّمُنِّي:اَلتَّدْلِيْسُ حَرَامٌ عِنْدَ الأَئِمَّةِ،وَرُوِيَ عَنْ وَكِيْعٍ أَنَّهُ قَالَ: لَايَحِلُّ تَدْلِيْسُ الثَّوْبِ فَكَيْفَ بِتَدْلِيْسِ الحَدِيْثِ وَبَالَغَ شُعْبَةُ فِيْ ذَمِّهٖ.

ترجمہ: شیخ نے فرمایا: اس شخص کا حکم جس سے تدلیس ثابت ہوجائے یہ ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، مگر یہ کہ وہ تحدیث کی صراحت کردے، اور شمنی نے فرمایا کہ: تدلیس ائمہ کے نزدیک حرام ہے، حضرت وکیعؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: کپڑے میں تدلیس جائز نہیں ہے، تو حدیث کی تدلیس کیسے جائز ہوگی، اور شعبہ نے اس کی مذمت میں مبالغہ کیا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں (۱) مدلس کا حکم (۲) تدلیس کرنا کیسا ہے؟۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہلی بات کی سلسلہ میں مصنفؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ "جس راوی سے تدلیس کا ثبوت ہو جائے، اس کی صرف وہی روایت قبول کی جائے گی جس کو وہ کسی دوسری جگہ تحدیث کی صراحت (یعنی "حدثنی، اخبرنی، سمعت" وغیرہ صیغے) کے ساتھ بیان کرے۔ ورنہ اس کی روایت قابل قبول نہیں ہوگی۔

دوسری بات یہ کہ تدلیس کرنا کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں امام احمد بن محمد ابو العباس تقی الدین الشمنی (متوفی ۸۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تدلیس حرام ہے۔ امام وکیع ابن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ "کپڑے میں تدلیس جائز نہیں ہے تو پھر حدیث کی تدلیس کیسے جائز ہوگی"۔ اور امام شعبہ نے تو اس کی مذمت میں حد ہی کر دی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے کہ: "التدليس أخو الكذب" یعنی تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے۔ دوسری جگہ پر کہا ہے "لأن أزني أحب الي من أن أدلس" (میرے نزدیک زنا کرنا تدلیس کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے) (ظفر الامانی: ۲۲۳)

> وَقَدْ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ قَبُوْلِ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ، فَذَهَبَ فَرِيْقٌ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ اِلٰى أَنَّ التَّدْلِيْسَ جَرْحٌ وَأَنَّ مَنْ عُرِفَ بِه لَايُقْبَلُ حَدِيْثُهُ مُطْلَقًا، وَقِيْلَ: يُقْبَلُ وَذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ اِلٰى قَبُوْلِ تَدْلِيْسِ مَنْ عُرِفَ أَنَّهُ لَايُدَلِّسُ اِلَّاعَنْ ثِقَةٍ كَابْنِ عُيَيْنَةَ وَاِلٰى رَدِّ مَنْ كَانَ يُدَلِّسُ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَغَيْرِهِمْ حَتّٰى يَنُصَّ عَلٰى سِمَاعِهٖ بِقَوْلِه: سَمِعْتُ أَوْحَدَّثَنَا أَوْأَخْبَرَنَا.

ترجمہ: علماء نے مدلس کی روایت کو قبول کرنے میں اختلاف کیا ہے، پس محدثین وفقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ تدلیس "جرح" ہے، اور یہ کہ جو شخص تدلیس کے ساتھ مشہور ہو جائے، اس کی روایت مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی، اور کہا گیا ہے کہ قبول کی جائے گی، اور جمہور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فقہاء ومحدثین اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اس شخص کی تدلیس قبول کی جائے گی جو اس بات میں مشہور ہو گیا ہو کہ وہ صرف ثقہ ہی سے تدلیس کرتا ہے، جیسے سفیان ابن عیینہ، اور اس شخص کی تدلیس رد کر دی جائے گی جو ضعیف وغیرہ سے تدلیس کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے سماع کی ''سمعت، حدثنا، یا أخبرنا'' کے ذریعہ صراحت کر دے۔

تشریح: ''مدلس کی روایت کا حکم'' اس عبارت میں بیان کیا گیا ہے، یعنی جو شخص تدلیس کے جرم میں پکڑا جائے، اس کی روایتوں کو قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں شیخ عبدالحق ؒ نے ۳/ مذاہب کا ذکر کیا ہے۔

(۱) محدثین وفقہاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تدلیس ایک قسم کی جرح یعنی ''عیب'' ہے، لہٰذا اگر کسی کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ تدلیس کرتا ہے تو اس کی کوئی بھی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ یعنی جس طرح دیگر مجروح راوی کی روایتیں رد کر دی جاتی ہیں، اس کی روایتیں بھی رد کر دی جائیں گی۔

(۲) دوسرا مذہب یہ ہے کہ مدلس کی تمام روایتیں قبول کی جائیں گی۔ خواہ وہ سماع کی صراحت کرے یا نہ کرے، ان حضرات کے نزدیک تدلیس کوئی عیب نہیں ہے۔

(۳) جمہور محدثین وفقہاء کی رائے یہ ہے کہ ''جس مدلس کے بارے میں یہ متحقق ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتا ہے، جیسے سفیان ابن عیینہ، امام اعمش وغیرہ، تو اس کی روایت قبول کی جائے، خواہ وہ سماع کی صراحت کرے یا نہ کرے، اور جو ضعیف وثقہ سب سے تدلیس کرتا ہے، وہ جب تک صاف صاف سماع کو بیان نہ کرے، اس کی روایت قابل قبول نہیں ہوگی۔ (اسی قول پر جمہور متاخرین کا عمل ہے)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَالْبَاعِثُ عَلَى التَّدْلِيْسِ قَدْ يَكُوْنُ لِبَعْضِ النَّاسِ غَرَضٌ فَاسِدٌ مِثْلُ إِخْفَاءِ السَّمَاعِ مِنَ الشَّيْخِ لِصِغَرِ سِنِّهٖ أَوْ عَدَمِ شُهْرَتِهٖ وَجَاهِهٖ عِنْدَ النَّاسِ وَالَّذِيْ وَقَعَ مِنْ بَعْضِ الْأَكَابِرِ لَيْسَ لِمِثْلِ هٰذَا، بَلْ مِنْ جِهَةِ وُثُوْقِهِمْ بِصِحَّةِ الْحَدِيْثِ وَاسْتِغْنَاءِ بِشُهْرَةِ الْحَالِ

ترجمہ: اور تدلیس کا باعث بعض لوگوں کی کبھی غرض فاسد ہوتی ہے، جیسے شیخ کی عمری یا لوگوں کے نزدیک ان کی شہرت اور رتبہ نہ ہونے کی وجہ سے، اس سے سماع کو چھپانا، اور جو تدلیس اکابر محدثین سے واقع ہوئی ہے وہ اس وجہ سے نہیں تھی، بل کہ حدیث کی صحت پر اعتماد تھا، اور (اپنے استاذ کے) مشہور الحال ہونے کی وجہ سے (ان کو ذکر کرنے سے) بے نیاز تھے۔

تشریح: تدلیس پر ابھارنے والے اسباب دو ہیں (۱) غرض صحیح (۲) غرض فاسد۔

غرض صحیح: یہ ہے کہ راوی اپنے استاذ کا نام اس وجہ سے حذف کر دیتا ہے کہ اس استاذ سے ان کا روایت کرنا درجۂ شہرت میں پہونچا ہوا ہوتا ہے، اسی وجہ سے اختصار کے پیش نظر استاذ کا نام حذف کر کے مافوق استاذ کا نام لیتا ہے، علاوہ ازیں راوی ایسا اسی جگہ کرتا ہے جہاں ان کو حدیث کی صحت پر مکمل اعتماد ہوتا ہے۔ ہمارے اکابرین جیسے سفیان ابن عیینہؒ، سفیان ثوریؒ، ابراہیم نخعیؒ، حسن بصریؒ اور امام اعمش وغیرہ سے جو تدلیس منقول ہے وہ اسی غرض صحیح کی وجہ سے ہے۔

غرض فاسد: راوی اپنے استاذ کا نام اس وجہ سے حذف کر دے کہ وہ بہت کم عمر ہیں، یا لوگوں کی نظر میں استاذ کا کوئی خاص مقام اور مرتبہ نہیں ہے۔ یہ مذموم ہے۔

(نوٹ) "واستغناء بشهرة الحال" کا ایک مطلب تو وہی ہے جو تشریح کے تحت گذرا کہ "راوی کا اس استاذ سے روایت کرنا چوں کہ درجہ شہرت کو پہنچا ہوا ہوتا ہے، اسی لیے وہ ان کو ذکر کرنے سے بے نیاز ہوتا ہے۔ (یہ مطلب حضرت الاستاذ اپنے وقت کے ابن حجر مولانا حبیب الرحمان قاسمی: استاذ دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس عبارت کا ایک دوسرا مطلب حضرت عمیم الاحسان المجددی البرکاتی متوفی ۱۳۹۵ھ نے "مقدمہ شرح سفر السعادۃ" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "راوی اپنے استاذ کا نام اس لیے حذف کر دیتا ہے کیوں کہ وہ راوی (نہ کہ استاذ) ثقہ ہونے میں مشہور و معروف ہوتا ہے۔

"أی حذفوا شیخهم أو من کان فوقهم فصاعدا من معاصریهم مکتفین علی بعض السند بسبب شهرة حال أنفسهم بکونهم من الثقات(مقدمة فی اصول الحدیث:٥٦)

قَالَ الشُّمُنِّی: یَحْتَمِلُ أنْ یَکُوْنَ قَدْ سَمِعَ الحَدِیْثَ مِنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الثِّقَاتِ عَنْ ذٰلِکَ الرَّجُلِ،فَاسْتَغْنٰی بِذِکْرِهٖ عَنْ ذِکْرِ أحَدِهِمْ أوْ ذِکْرِ جَمِیْعِهِمْ لِتَحَقُّقِه بِصِحَّةِ الحَدِیْثِ فِیْه، کَمَایَفْعَلُ المُرْسِلُ.

ترجمہ: شمنیؒ نے فرمایا کہ (یہ بھی) احتمال ہے کہ اس نے ثقہ راویوں کی ایک جماعت سے (اور اس جماعت نے) اس آدمی سے حدیث سنی ہو، پھر راوی اس آدمی کو ذکر کرنے کی وجہ سے جماعت میں سے کسی ایک کو یا پوری جماعت کو ذکر کرنے سے بے نیاز ہو جائے، اس لیے کہ (اس کے نزدیک) اس حدیث کی صحت متحقق ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ "مُرسِل" کرتا ہے۔

تشریح: شہرت کی وجہ سے تدلیس کی ایک صورت شیخ شمنیؒ نے یہ بیان کی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ "مدلس راوی" نے کسی حدیث کو ثقات کی ایک جماعت سے سنی ہو جب کہ ثقہ راویوں کی یہ جماعت ایک مشہور و معروف آدمی سے روایت کرتی ہو، پھر راوی مدلس اس معروف آدمی سے روایت کرے اور اپنے اساتذہ میں سے کسی ایک کو یا کل کو حذف کر دے کیوں کہ اس صورت میں ثقہ راویوں کی ایک جماعت سے روایت کرنے کی وجہ سے حدیث کی صحت راوی کے نزدیک متحقق ہے یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ راوی کو جب حدیث کی صحت پہ اعتماد ہوتا ہے تو اس کو مرسلا بیان کر دیتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَإِنْ وَقَعَ فِي إِسْنَادٍ أَوْ مَتْنٍ اِخْتِلَافٌ مِنَ الرُّوَاةِ بِتَقْدِيمٍ أَوْ تَاخِيرٍ أَوْ زِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ أَوْ إِبْدَالِ رَاوٍ مَكَانَ رَاوٍ آخَرَ أَوْ مَتْنٍ مَكَانَ مَتْنٍ أَوْ تَصْحِيفٍ فِي أَسْمَاءِ السَّنَدِ أَوْ أَجْزَاءِ المَتْنِ أَوْ بِاخْتِصَارٍ أَوْ حَذْفٍ أَوْ مِثْلُ ذٰلِكَ فَالحَدِيثُ مُضْطَرِبٌ.

ترجمہ: اور اگر سند یا متن میں راویوں کی جانب سے اختلاف واقع ہو جائے تقدیم وتاخیر میں یا کمی بیشی میں یا ایک راوی کو دوسرے راوی سے بدل دینے میں، یا ایک متن کو دوسرے متن سے بدل دینے میں، یا سند کے ناموں یا متن کے اجزاء میں غلطی کر دینے میں، یا اختصار یا حذف وغیرہ میں، تو حدیث مضطرب ہے۔

تشریح: اس عبارت میں حدیث مضطرب کی تعریف کی گئی ہے کہ "حدیث مضطرب" وہ حدیث ہے جس میں راویوں کی جانب سے سند یا متن میں تبدیلی آگئی ہو، اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

(۱) "بتقديم أو تأخير": کبھی یہ تبدیلی تقدیم وتاخیر کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ایک راوی کسی متن کے جز یا سند کے نام کو مقدم کرتا ہے اور دوسرا مؤخر، جیسے کسی حدیث کی سند میں "مرة ابن کعب" ہے، تو کوئی راوی اس کو "کعب ابن مرة" کر دے۔ یہ سند میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے اضطراب کی مثال ہے۔ متن میں تقدیم وتاخیر کی مثال یہ ہے کہ جیسے صحیح مسلم کے بعض طرق میں حضرت ابو ہریرةؓ کی ایک روایت ہے، جس میں ان سات افراد کا ذکر ہے، جن کو اللہ تعالیٰ عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے، ان سات میں سے ایک شخص کے بارے میں اس روایت میں یوں مروی ہے "ورجل تصدق بصدقة أخفاها حتى لا تعلم يمينه ما تنفق شماله" (صحيح مسلم، كتاب الزكاة) اس روایت میں لفظ "يمينه" مقدم ہے، اور لفظ "شماله" مؤخر ہے، جب کہ صحیح اور درست متن میں "شماله" پہلے ہے، اور "يمينه" بعد میں ہے، جیسا کہ بخاری اور مسلم کے بعض طرق میں اسی طرح مروی ہے، اور یہ عقل کے بھی عین مطابق ہے؛ کیوں کہ ہمیشہ عطا اور داد و دہش کو دائیں ہاتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔(تدریب الراوی ۱/۲۹۱۔۲۹۸)

(۲)"أو زیادةٍ أو نقصان": یا یہ تبدیلی کمی بیشی کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ایک راوی سند یا متن زائد بیان کرتا ہے اور دوسرا کم، جیسے"عن عبدالله بن المبارك، حدثنا سفيان، عن عبدالرحمان بن يزيد، حدثني بسر بن عبيد الله، سمعت أبا ادريس، سمعت واثلة بن الأسقع، سمعت أبا مرثد الغنوى، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تجلسوا على القبور، ولا تصلوا اليها،(مسلم والترمذی)

اس حدیث کی سند میں ''عبداللہ بن مبارک'' اور ''عبدالرحمان بن یزید'' کے درمیان کسی راوی نے ''سفیان'' کا اضافہ کردیا ہے، جب کہ دوسرے ثقہ حضرات اس کا اضافہ نہیں کرتے ہیں، اسی طرح اسی حدیث کی سند میں خود عبداللہ بن مبارک نے ''ابوادریس'' کا اضافہ کردیا ہے، حالاں کہ ان کے علاوہ دوسرے ثقہ حضرات ''ابوادریس'' کو ذکر نہیں کرتے ہیں۔(شرح القاری:۴۷۹)(یہ سند میں زیادتی اور کمی کی مثال ہے)۔

متن میں کمی اور زیادتی کی مثال یہ ہے:"أخبرنا أبو طاهر، حدثنا، أبو بكر، حدثنا أبو موسىٰ، حدثنا مؤمل، حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضع يده اليمنىٰ علىٰ يده اليسرى علىٰ صدره"(السنن الكبرى للبيهقى ۲/۳۰)

اس روایت میں "علىٰ صدره" کا اضافہ سفیان ثوریؒ کے شاگردوں میں سے صرف ''مؤمل بن اسماعیل'' کرتے ہیں، حالاں کہ یہ روایت ابوداؤد شریف میں دو سندوں سے، نسائی میں ایک سند سے اور مسند احمد میں چار سندوں سے موجود ہے، لیکن کہیں بھی "علىٰ صدره" کے الفاظ موجود نہیں ہیں، یہ الفاظ صرف ''مؤمل بن اسماعیل'' نے نقل کیے ہیں۔(توضيح السنن ۱/۵۴۹)

(۳)"أو ابدال راو مكان راو اخر": یا کسی راوی کو بدل دینے میں اختلاف ہوتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بایں طور کہ ایک راوی کسی اور کا نام لیتا ہے اور دوسرا کسی اور کا، جیسے "عن محمد بن جعفر بن زبیر عن عبید الله بن عبد الله بن عمر عن ابن عمر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهو يسأل عن الماء يكون في الفلاة من الأرض، وماينوبه من السباع والدواب، قال: اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث" (ترمذی)

اس روایت کی سند میں "ولید بن کثیر" نام کا ایک راوی ہے، اس کے استاذ کون ہیں؟ تو بعض راوی اس کے استاذ کا نام "محمد بن جعفر بن زبیر" جب کہ بعض راوی "محمد بن عباد بن جعفر" بتلاتے ہیں، اسی طرح ولید بن کثیر کے استاذ کے استاذ کون ہیں؟ تو اس میں بھی اختلاف ہے، بعض راوی اس کے استاذ کا نام "عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر" اور بعض "عبداللہ بن عبداللہ بن عمر" ذکر کرتا ہے۔ (آثار السنن: ۱۱)

(۴) "أو متن مكان متن": یا یہ اختلاف کسی متن کو بدل دینے میں ہوتا ہے کہ ایک راوی کوئی متن بیان کرتا ہے اور دوسرا کوئی اور متن، جیسے "حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت ہے "حدثنا شريك عن أبي حمزة عن الشعبي عن فاطمة بنت قيس قالت: سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الزكاة فقال إنَّ في المال لحقا سوى الزكاة (رواه الترمذي، كتاب الزكوة) لیکن ابن ماجہ نے یہی حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے "ليس في المال حق سوى الزكوة" (ابن ماجه، ابواب الزكاة) علامہ عراقی کہتے ہیں کہ یہ ایسا اضطراب ہے جس کی کوئی توجیہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ (تدريب الراوي ۱/۳۱۳)

(۵) "أو تصحيف في أسماء السند" یا سند کے نام میں غلطی کر دیتا ہے کہ ایک راوی کچھ نام بتلاتا ہے اور دوسرا کچھ، جیسے "شعبة بن العوام بن مراجم عن أبي عثمان النهدي عن عثمان بن عفان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لتؤدن الحقوق الى أهلها". (مسلم وترمذی)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس سند میں ایک لفظ "مُراجِم" ہے، یحیٰ بن معین نے اس کو "مزاحم" کر دیا۔

(۶) "أو أجزاء المتن": یا متن کے اجزاء میں اختلاف واقع ہوتا ہے کہ کوئی کچھ متن بتلاتا ہے اور کوئی کچھ، جیسے "عن أبي أيوب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صام رمضان وأتبعه ستا من شوال. (رواه الترمذي)

اس حدیث میں ایک لفظ "ستا" ہے، ابو بکر صولی نے اس کو "شیئا" سے بدل دیا۔

(۷) "أو باختصار": یا ایک راوی ایک متن کو مختصر اذکر کرتا ہے اور دوسرا تفصیلاً۔

(۸) "أو حذف": یا ایک راوی کسی متن کے جزء کو یا کسی سند کے نام کو ذکر کرتا ہے اور دوسرا حذف کر دیتا ہے، تو یہ سبھی صورت اضطراب کی ہیں۔

فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ فَبِهَا وَإِلَّا فَالتَّوَقُّفُ.

ترجمہ: پس اگر تطبیق ممکن ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ توقف کیا جائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں "حدیث مضطرب" کا حکم بتلایا جا رہا ہے کہ اگر تمام روایات میں تطبیق ممکن ہو تب تو ٹھیک ہے، یعنی تمام روایات پر عمل کیا جائے گا، اور اگر ان روایات میں تطبیق ممکن نہ ہو تو "توقف" کیا جائے گا۔ (حدیث مضطرب کی جتنی بھی مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں سے کسی میں بھی تطبیق ممکن نہیں ہے)۔

وَإِنْ أَدْرَجَ الرَّاوِي كَلامَهُ أَوْ كَلامَ غَيْرِهِ مِنْ صَحَابِيٍّ أَوْ تَابِعِيٍّ مَثَلاً لِغَرَضٍ مِنَ الأَغْرَاضِ كَبَيَانِ اللُّغَةِ أَوْ تَفْسِيرٍ لِلْمَعْنَى أَوْ تَقْيِيدٍ لِلْمُطْلَقِ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ فَالْحَدِيثُ مُدْرَجٌ.

ترجمہ: اگر راوی نے اپنا کلام یا کسی دوسری صحابی وتابعی کے کلام کو کسی مقصد کی وجہ سے (حدیث میں) داخل کر دیا جیسے لغت کو بیان کرنے، یا مطلق کو مقید کرنے وغیرہ کے لئے تو (وہ) حدیث مدرج ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح: شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت میں ''حدیث مدرج'' کی تعریف کررہے ہیں کہ راوی اپنے کلام یا کسی دوسرے صحابی وتابعی کے کلام کو حدیث کے اندر داخل کردے تو اس کو ادراج اور اس حدیث کو حدیث مدرج کہتے ہیں، یہ ادراج کبھی لغت کو بیان کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے: عن عائشة قالت: كان النبی صلی الله علیه وسلم یتحنث فی غار حرا وهو التعبد اللیالی ذوات العدد (بخاری : باب بدء الوحی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء میں جا کر متعدد راتیں تحنث (اور وہ عبادت ہے) کیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں "وهو التعبد" ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہے جو کہ حدیث میں داخل ہوگئی ہے۔(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ۱/۳۱۸)

اور کبھی کسی معنی کی وضاحت کے لئے ادراج کیا جاتا ہے جیسے:"عن ابن عمر أن النبی صلى الله عليه وسلم نهى أن يمشي،يعني الرجل بين المرأتين" اس حدیث میں لفظ "یعنی الرجل" کسی راوی کا اپنا قول ہے، جس سے الفاظ حدیث کی تفسیر و وضاحت مقصود ہے، گویا راوی نے یہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''یمشی'' کا فاعل ''الرجل'' مراد لیا ہے۔(مظاہر حق ۳۵۴/۵)

اور کبھی مطلق کو مقید کرنے کے لئے ادراج کیا جاتا ہے جیسے: عن ابن عمر قال : نهى النبی صلى الله عليه وسلم عن الاقران الا أن تستأذن (بخاری)

(ترجمہ) حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو کھجور ایک مرتبہ لینے سے منع فرمایا؛ مگر یہ کہ تو اجازت لے لے۔

جبکہ بخاری ہی میں دوسری جگہ ہے نهى النبی صلى الله عليه وسلم عن الاقران الا أن يستأذن الرجل منكم أخاه۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ترجمہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو کھجور ایک مرتبہ لینے سے منع فرمایا؛ مگر یہ کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔

تو پہلی حدیث مطلق ہے، کیوں کہ اس میں مفعول نہیں ہے، یعنی کس سے اجازت لیں؟ یہ مذکور نہیں ہے، جب کہ دوسری حدیث میں "أخـاه" راوی کا ادراج ہے، اور یہ حکم کو مقید کرنے کے لیے ہے، کیوں کہ اس میں مفعول کا ذکر ہے۔

اختیاری مطالعہ

ادراج کی دوسری مثال: عن شعبة عن محمد بن زياد عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أسبغوا الوضوء ،ويل للأعقاب من النار .

(ترجمہ) شعبہ سے روایت ہے وہ محمد بن زیاد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کامل کرو، خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث میں " أسبغوا الوضوء " کے الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہیں گویا انہوں نے فرمایا کہ وضو کامل کرو! اور اس پر دلیل کے طور پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان لائے ہیں کہ " ويل للأعقاب من النار " اس کی وضاحت بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے، عن ادم عن شعبة عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : أسبغوا الوضوء فان أبا القاسم صلى الله عليه وسلم قال : ويل للأعقاب من النار (أيضا)

ادراج کی تیسری مثال: عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه مرفوعا للعبد المملوك أجران ،والذي نفسي بيده لولا الجهاد والحج وبر أمي لأحببت أن أموت وأنا مملوك.

ترجمۃ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وسلم نے فرمایا: غلام کے لئے دو اجر ہیں، اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حج کرنا اور والدین کی خدمت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں غلامی کی حالت میں موت کو پسند کرتا

اس حدیث میں " والذی نفسی بیدہ " سے آخر تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے جو حدیث کا حصہ بن گیا، کیوں کہ اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہونا ناممکن ہے کیوں کہ آپ غلامی کی خواہش نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی آپ کی والدہ موجود تھیں جن کی آپ خدمت کر سکتے (علوم الحدیث ومصطلحه ۱/۲٤٦)

ادراج کا حکم: محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے بعد ادراج جائز نہیں ہے البتہ اگر کسی مشکل لفظ کی تشریح یا کسی لغت کو بیان کرنے کے لئے ادراج کیا جائے تو جائز ہے لیکن اس صورت میں مناسب یہ ہے کہ اس کی صراحت کر دے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَصلٌ تَنبِيهٌ : وَهٰذَاالبَحثُ يَنجَرُّ إِلىٰ رِوَايَةِ الحَدِيثِ وَنَقلِهِ بِالمَعنىٰ وَفِيهِ اِختِلَافٌ فَالأَكثَرُونَ عَلىٰ أَنَّهُ جَائِزٌ مِمَّنْ هُوَ عَالِمٌ بِالعَرَبِيَّةِ وَمَاهِرٌ فِي أَسَالِيبِ الكَلَامِ وَعَارِفٌ بِخَوَاصِّ التَّركِيبِ وَمَفهُومَاتِ الخِطَابِ لِئَلَّا يُخطِئَ بِزِيَادَةٍ وَنُقصَانٍ،وَقِيلَ جَائِزٌ فِي مُفرَدَاتِ الأَلفَاظِ دُونَ المُرَكَّبَاتِ،وَقِيلَ:جَائِزٌ لِمَنِ استَحضَرَ أَلفَاظَهُ حَتّٰى يَتَمَكَّنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ،وَقِيلَ:جَائِزٌ لِمَنْ يَحفَظُ مَعَانِيَ الحَدِيثِ ،وَنَسِيَ أَلفَاظَهُ لِلضَّرُورَةِ فِي تَحصِيلِ الأَحكَامِ،وَأَمَّا مَنِ استَحضَرَ الأَلفَاظَ فَلَايَجُوزُ لَهُ لِعَدَمِ الضَّرُورَةِ،وَهٰذَاالخِلَافُ فِي الجَوَازِوَعَدَمِهِ،أَمَّا أَولَوِيَّةُ رِوَايَةِ اللَّفظِ مِنْ غَيرِ تَصَرُّفٍ فِيهَا فَمُتَّفَقٌ عَلَيهِ لِقَولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ:نَضَّرَاللّٰهُ اِمرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَافَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَ الحَدِيثَ،وَالنَّقلُ بِالمَعنىٰ وَاقِعٌ فِي الكُتُبِ السِّتَّةِ وَغَيرِهَا.

ترجمہ:اور یہ(ادراج کی) بحث حدیث کو بالمعنی روایت کرنے اور نقل کرنے کی طرف لے جاتی ہے اوراس میں اختلاف ہے،اکثر حضرات کی رائے ہے کہ یہ اس شخص کے لئے جائز ہے جو عربی کا جاننے والا،کلام کے اسلوب کا ماہر،ترکیب کی خاصیتوں کو جاننے والا اور خطاب کے مفہوم کو سمجھنے والا ہو،تاکہ وہ کمی بیشی کے ذریعہ غلطی نہ کرے،اور کہا گیا ہے کہ مفردات میں جائز ہے،نہ کہ مرکبات میں،اور کہا گیا ہے کہ اس شخص کے لیے جائز ہے جو احادیث کے معانی کو(تو) یادرکھا ہو اور اس کے الفاظ بھول گئے ہوں؛اس لیے کہ احکام کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے،اور جس شخص کو الفاظ مستحضر ہوں تو(روایت بالمعنی)اس کے لیے جائز نہیں ہے؛اس لیے کہ(یہاں پر اب)کوئی ضرورت نہیں ہے۔اور یہ اختلاف جواز اور عدم جواز میں ہے،رہی بات بغیر کسی تصرف کے ”روایت باللفظ“ کا بہتر ہونا تو یہ متفق علیہ ہے،اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے”اس شخص کو اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تر وتازہ (اور خوش وخرم) رکھے جس نے میری بات کو سنا، اس کو محفوظ رکھا اور جیسا سنا تھا ویسا ہی ادا کر دیا"۔ اور روایت بالمعنی کتب ستہ اور اس کے علاوہ (دیگر کتب حدیث) میں واقع ہے۔

تشریح: ابھی ادراج کی بحث میں یہ بات چل رہی تھی کہ حدیث میں کسی راوی کا کلام داخل کر دیا جاتا ہے، اس سے یہ بحث بھی پیدا ہوتی ہے کہ روایت بالمعنی یعنی حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے بجائے دوسرے ہم معنی الفاظ میں نقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس میں اختلاف ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

(۱) جمہور محدثین کا قول یہ ہے کہ اس شخص کے لیے جائز ہے جن کے اندر مندرجہ ذیل چیزیں پائی جاتی ہوں:۔

(الف) عربی زبان کا عالم ہو، یعنی صرف، نحو، لغت، اشتقاق، معانی، بیان اور بدیع میں مہارت اور ید طولیٰ رکھتا ہو۔

(ب) اسلوب کلام کا ماہر ہو، یعنی تکلم، خطاب اور غیوبت کے طرز سے واقف ہو، بالفاظ دیگر کلام کس طرح کرنا چاہیے، اس پر مطلع ہو؛ کیوں کہ کبھی کبھی جملہ ایک ہی ہوتا ہے؛ لیکن انداز بیان کے بدلنے سے اس کا مطلب بدل جاتا ہے، جیسے اردو میں "کیا بات ہے" ایک جملہ ہے، جو زجر وتوبیخ، تعجب، پسندیدگی اور استفہام وغیرہ کے لیے آتا ہے، اور انداز بیان ہی سے ہر ایک کا مفہوم متعین ہوتا ہے۔ اس لیے روایت بالمعنی کے لیے اسلوب کلام (انداز بیان) سے واقف ہونا ضروری ہے۔

(ج) ترکیبِ کلام کے خواص سے واقف ہو، یعنی مرکب تام اور مرکب ناقص وغیرہ کے کیا کیا خصوصیات ہیں، یا یہ کہ سند کی تقدیم وتاخیر سے کیا کیا فائدہ ونقصان مرتب ہوتا ہے، اس کو سمجھتا ہو۔

"ترکیب کلام کے خواص" کا یہ مطلب حضرت عمیم الاحسان المجددی البرکاتیؒ نے بیان کیا ہے۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث:۶۲)

لیکن بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ "یہ جانکاری ہو کہ کون سی ترکیب کب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مناسب ہے؟ مثلاً "قام زید" اور "زید قام" دونوں کے معنی ایک ہیں؛ لیکن ایک اسمیہ ہے اور دوسرا فعلیہ، اور دونوں کی خواصیتیں الگ الگ ہیں، ایک استمرار پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ (النخبات:۵۴)

(د) خطاب کے مفہوم کو سمجھتا ہو، یعنی راوی الفاظ کے مدلولات اور ان کے مقاصد سے واقف ہو، اور ان چیزوں پر مطلع ہو جن سے معانی مختل ہو جاتے ہیں۔ (معرفۃ اصول الحدیث:۶۲)

لئلا یخطیٔ بزیادۃ ونقصان: روایت بالمعنی کے لیے "مذکورہ اوصاف" اس لیے ضروری ہیں؛ تاکہ وہ کمی بیشی کر کے حدیث میں کوئی غلطی نہ کرے، مثلاً اگر وہ عربی کا عالم، یا اسلوب کلام کا ماہر نہیں ہوگا اور پھر بھی اپنے الفاظ میں روایت بالمعنی کرے گا تو وہ کمی بیشی کا مرتکب ہو سکتا ہے، اسی لیے روایت بالمعنی کے لیے "مذکورہ اوصاف" کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

(۲) اس سلسلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ مفرد الفاظ میں روایت بالمعنی ہو سکتا ہے، کہ ایک مفرد کی جگہ دوسرے مفرد کا استعمال کر دیا، مثلاً "اسد" کی جگہ "لیث" کر دیا اور بس، مرکبات میں روایت بالمعنی کی اجازت نہیں ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ روایت بالمعنی اس شخص کے لیے جائز ہے جس کو حدیث کے الفاظ مستحضر ہوں، اس لیے کہ الفاظ یاد ہونے کی بنا پر وہ روایت میں تصرف کرنے پر قادر رہے گا، اور اگر اس کو الفاظِ حدیث یاد نہ ہوں تو روایت بالمعنی نہیں کر سکتا ہے۔

(۴) چوتھا قول تیسرے قول کی ضد ہے، یعنی روایت بالمعنی صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو الفاظ حدیث بھول گیا ہو؛ لیکن معنی ومفہوم یاد ہو، کیوں کہ اس نے لفظ اور معنی دو چیزیں سنی ہیں، ان میں سے پہلی چیز یعنی لفظ کو ادا کرنے پر قادر نہیں ہے، لیکن دوسری چیز یعنی معنی کو ادا کرنے پر قادر ہے، تو اس کے لیے روایت بالمعنی کرنا ضروری ہے، تاکہ اس حدیث سے احکام استنباط کیا جا سکے، ورنہ تو احکام کا کتمان لازم آئے گا، اور اگر الفاظ اور معنی دونوں یاد ہوں تو اس کے لیے جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ جس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علت کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے، وہ علت اس کے حق میں مفقود ہے۔

اوپر جو اقوال ذکر کیے گئے ہیں، وہ تو جواز اور عدمِ جواز سے متعلق ہیں، اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حدیث کو انہیں الفاظ میں بیان کرنا بہتر ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے صادر ہوئے ہوں؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها فأداها كما سمع" (ترمذی باب العلم: حدیث نمبر: ۲۶۵۶)

والنقل بالمعنى واقع في الكتب الخ: روایت بالمعنی حدیث کی مشہور و متداول کتابوں میں ہے یا نہیں؟ اس کا جواب شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ دے رہے ہیں کہ روایت بالمعنی کتب ستہ (یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ) اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں (جیسے مسند احمد، مؤطین، سنن کبری، وغیرہ) میں بھی ہے۔

اختیاری مطالعہ:

(۱) قاضی عیاضؒ کا قول یہ ہے کہ روایت بالمعنی کا دروازہ بالکل بند کر دینا چاہیے، تاکہ وہ لوگ جری نہ ہو جائیں، جو اچھی طرح روایت بالمعنی کرنے پر قادر نہ ہوں اور اس کے حقوق کو صحیح طور پر ادا نہ کر سکتے ہوں، اور اس خام خیال میں مبتلا ہوں کہ ہم اچھی طرح روایت بالمعنی کر لیں گے، اس طرح کے لوگ ہر دور میں موجود رہے ہیں (تحفۃ القمر: ۲۷۷)

وَالعَنْعَنَةُ رِوَايَةُ الحَدِيثِ بِلَفْظِ عَنْ فُلانٍ عَنْ فُلانٍ، وَالمُعَنْعَنُ: حَدِيثٌ رُوِيَ بِطَرِيقِ العَنْعَنَةِ، وَيُشْتَرَطُ فِي العَنْعَنَةِ المُعَاصَرَةُ عِنْدَ مُسْلِمٍ، وَاللُّقِيُّ عِنْدَ البُخَارِيِّ وَالأَخْذُ عِنْدَ قَوْمٍ آخَرِينَ، وَمُسْلِمٌ رَدَّ عَلَى الفَرِيقَيْنِ أَشَدَّ الرَّدِّ وَبَالَغَ فِيهِ، وَعَنْعَنَةُ المُدَلِّسِ غَيْرُ مَقْبُولٍ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: حدیث کو "عن فلان، عن فلان" کے لفظ سے روایت کرنا "عنعنہ" (کہلاتا) ہے، معنعن وہ حدیث ہے جس کو عنعنہ کے طریق سے روایت کیا گیا ہو، اور عنعنہ میں امام مسلم کے نزدیک معاصرت اور امام بخاری کے نزدیک ملاقات، جب کہ دوسرے لوگوں کے نزدیک اخذ (حدیث) شرط ہے، اور امام مسلم نے دونوں فریق کا شدت سے رد کیا ہے، اور اس میں مبالغہ کیا ہے، اور مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں، (۱) عنعنہ کی تعریف (۲) حدیث معنعن کی تعریف (۳) عنعنہ کی شرط اور اس میں اختلاف (۴) مدلس کے عنعنہ کا حکم۔

عنعنہ کی تعریف: "عن فلان عن فلان" کے لفظ سے روایت کرنا عنعنہ کہلاتا ہے جیسے: قال سعید ابن المسیب عن أبی هريرة ......

حدیث معنعن کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کو عنعنہ کے طریق سے روایت کیا گیا ہو جیسے: شعبة ابن العوام عن أبی عثمان الهندی عن عثمان ابن عفان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لتؤدن الحقوق الى أهلها. (مسلم)

عنعنہ کی شرط: اس میں اختلاف ہے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عنعنہ کے لئے صرف ایک شرط ہے، وہ یہ ہے کہ معنعن، معنعن عنہ کا ہم زمانہ ہو اور بس، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معاصرت کے علاوہ کم از کم ایک بار ہی سہی لیکن ملاقات شرط ہے گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عنعنہ کے لئے دو شرط ہے (۱) معاصرت (۲) ملاقات، اور بعض محدثین کے نزدیک عنعنہ کے لئے مذکورہ دو شرطوں کے علاوہ معنعن کا معنعن عنہ سے اخذ حدیث بھی ضروری ہے ان حضرات کے نزدیک عنعنہ کے لئے تین شرطیں ہیں (۱) معاصرت (۲) ملاقات (۳) اخذ حدیث۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ مسلم میں دونوں فریق پر زبردست رد کیا ہے اور نہ صرف رد کیا ہے بل کہ اس میں حد کر دی ہے چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ "ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد محدثین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سند کو صحیح اور ضعیف قرار دینے میں یوں گویا ہیں کہ ہر وہ حدیث جو فلان عن فلان کے صیغہ سے مروی ہو اور یقین کے طور پر معلوم ہو کہ معنعن اور معنعن عنہ ایک زمانہ میں تھے اور یہ امکان بھی ہو کہ معنعن نے یہ روایت معنعن عنہ سے سنی ہو، مگر سماع کا ہمیں علم نہ ہو سکا تو ایسی حدیث (نام نہاد محدث) کے نزدیک اس وقت تک قابل استدلال نہ ہوگی، جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں زندگی میں ایک بار مل چکے ہیں تاوقتیکہ لقاء کا ثبوت نہ ہو جائے اس کے نزدیک اس حدیث سے استدلال موقوف رہے گا، حدیث معنعن کی سند میں یہ قول خود تراشیدہ، نو پیدا اور اہل علم کی نقل و موافقت سے عاری ہے۔

”وقد تكلم بعض منتحلى الحديث من أهل عصرنا فى تصحيح الاأسانيد وسقيمها ،أن كل أسناد الحديث فيه فلان عن فلان ،وقد أحاط العلم بأنهما قد كانا فى عصر واحد وجائز أن يكون الحديث الذى روى الراوى عمن روى عنه قد سمعه منه ،غير أنه لا نعلم منه سماعا ،أن الحجة لا تقوم عنده بكل خير جاء هذا المجىء حتى يكون عنده العلم بأنهما اجتمعا من دهرهما مرة ،وكان الخبر عنده موقوفا حتى يرد سماعه منه بشىء من الحديث ،وهذالقول فى الطعن فى الأسانيد يخترع متحدث غير مسبوق صاحبه اليه ولا مساعد له من أهل العلم اليه“(مقدمه مسلم : ۲۱)

مدلس کے عنعنہ کا حکم: ابھی عنعنہ کے سلسلہ میں جتنی بھی باتیں ہوئیں وہ سب غیر مدلس کے عنعنہ کے سلسلہ میں تھیں، جہاں تک مدلس کے عنعنہ کا تعلق ہے تو وہ بالاتفاق مقبول نہیں ہے الا یہ ہے کہ دوسری جگہ تحدیث کی صراحت کر دے۔

> وَكُلُّ حَدِيْثٍ مَرْفُوْعٍ سَنَدُهُ مُتَّصِلٌ فَهُوَ مُسْنَدٌ،هٰذا هُوَ الْمَشْهُوْرُ الْمُعْتَمَدُ عَلَيْهِ،وَبَعْضُهُمْ يُسَمِّيْ كُلَّ مُتَّصِلٍ مُسْنَدًا،وَاِنْ كَانَ مَوْقُوْفًا اَوْمَقْطُوْعًا،وَبَعْضُهُمْ يُسَمِّي الْمَرْفُوْعَ مُسْنَدًا،وَاِنْ كَانَ مُرْسَلاً اَوْمُعْضَلاً اَوْمُنْقَطِعاً.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: اور ہر ایسی حدیث مرفوع جس کی سند متصل ہو وہ مسند ہے یہی مشہور و معتمد ہے اور بعض محدثین ہر متصل کو مسند کہتے ہیں اگر چہ وہ موقوف یا مقطوع ہوں، اور بعض محدثین مرفوع کو مسند کہتے ہیں اگر چہ وہ متصل، معضل، یا منقطع ہوں۔

تشریح: اس عبارت میں مسند کی تعریف کی گئی ہے، اس کی تعریف میں تین قول ہیں:

(۱) اگر کوئی حدیث مرفوع ہو اور اس کی سند بھی متصل ہو تو اس حدیث کو مسند کہا جائے گا یہ جمہور محدثین کا قول ہے اور یہی زیادہ مشہور اور قابل اعتماد ہے۔

(۲) علامہ خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ اور حافظ بن صلاح کی رائے یہ ہے کہ متصل حدیث مسند ہے خواہ وہ موقوف ہو یا مقطوع گویا ان حضرات نے صرف متصل السند ہونے کا اعتبار کیا ہے۔

(۳) حافظ ابن عبد البر کے نزدیک ہر مرفوع حدیث مسند ہے خواہ وہ مرسل ہو یا معضل ہو یا منقطع، اس قول کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابعد قرار دیا ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر مع بہجۃ النظر ۱۰۶)

اختیاری مطالعہ:

مسند کی تعریف امام حاکم اس طرح کرتے ہیں "مسند وہ حدیث ہے جس کو محدث نے اپنے اس استاذ سے روایت کیا ہو جس سے اس کا سماع ظاہر ہو" ایسی عمر میں جس میں سماع کا امکان ہو اور محدثین کے استاذ کا بھی اپنے استاذ سے سماع اسی طرح کا ہو یہاں تک کہ وہ سند مشہور صحابی تک بطریق اتصال پہونچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ جائے۔

اس تعریف میں اور جمہور کی تعریف میں بظاہر تو فرق نظر آ رہا ہے لیکن حقیقۃ کوئی فرق نہیں ہے کیوں کہ ہر ایک کے نزدیک مسند کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں: ایک یہ حدیث مرفوع ہو، اور دوسرا یہ کہ متصل السند ہو (تحفۃ القمر ۳۷۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(فَصْلٌ) وَمِنْ أَقْسَامِ الحَدِيْثِ : الشَّاذُّ وَالْمُنْكَرُ وَالمُعَلَّلُ، وَالشَّاذُّ فِي اللُّغَةِ: مَنْ تَفَرَّدَ مِنَ الجَمَاعَةِ وَخَرَجَ مِنْهَا، وَفِي الاصْطِلاحِ مَارُوِيَ مُخَالِفًا لِمَارَوَاهُ الثِّقَاتُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ رَاوِيْهِ ثِقَةً فَهُوَ مَرْدُوْدٌ وَإِنْ كَانَ ثِقَةً فَسَبِيْلُهُ التَّرْجِيْحُ بِمَزِيْدِ حِفْظٍ أَوْكَثْرَةِ عَدَدٍ، وَوُجُوْدِ أُخَرَ مِنَ التَّرْجِيْحَاتِ ،فَالرَّاجِحُ يُسَمّٰى: مَحْفُوْظًا، وَالمَرْجُوْحُ شَاذًا.

ترجمہ: حدیث کے اقسام میں سے شاذ، منکر اور معلل ہے، اور شاذ لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جو جماعت سے علیحدہ ہو جائے اور اس سے نکل جائے، اور اصطلاح میں وہ حدیث (کہلاتی) ہے جو ثقہ راویوں کے خلاف مروی ہو، پس اگر اس کا راوی ثقہ نہ ہو تو وہ (حدیث) مردود ہے، اور اگر ثقہ ہو تو اس کا طریقہ حفظ وضبط کی زیادتی، یا کثرت تعداد اور دوسرے اسباب ترجیح کے ذریعہ ترجیح دینا ہے، پھر راجح کو محفوظ اور مرجوح کو شاذ کہا جائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں ''حدیث شاذ'' اور ''حدیث محفوظ'' کی تعریف کی گئی ہے۔

شاذ: لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جو جماعت سے علیحدہ ہو جائے اور اس سے نکل جائے جب کہ اصطلاح میں شاذ کی تعریف یہ ہے ''راوی ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرے'' اب ثقہ راویوں کی مخالفت کرنے والے راوی کی دو حالتیں ہیں، یا تو وہ بھی ثقہ ہوں گے، یا نہ ہوں گے اگر مخالف راوی ثقہ نہ ہوں تو اس کی حدیث مردود ہے، اور مخالف راوی بھی ثقہ ہوں تو اس صورت میں ترجیح کا طریقہ اختیار کیا جائے گا یعنی جس طرف زیادہ راوی ہوں یا جس راوی کا حفظ وضبط زیادہ ہو اس کو ترجیح دے دی جائے گی، اور ترجیح دی ہوئی روایت کو محفوظ کہا جائے گا، اور مرجوح روایت کو شاذ کے نام سے موسوم کر دیں گے، اس بحث سے محفوظ کی تعریف بھی معلوم ہو گئی کہ:

محفوظ: وہ حدیث ہے جس کو اوثق نے ثقہ کے خلاف روایت کیا ہو۔

اس کی مثال: ''عن سفيان ابن عيينه عن عمرو بن دينار ، عن عوسجة عن ابن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عباس رضی الله عنهما أن رجلا توفی علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یدع وارثا الا مولی أعتقه ،فقال صلی الله علیه وسلم : هل له أحد ،قالوا لا ،الا غلام هو أعتقه فجعل صلی الله علیه وسلم میراثه له .(النسائی،والترمذی)

اس حدیث کو سفیان ابن عیینہ نے موصولا روایت کیا ہے، یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا تذکرہ کیا ہے، اس حدیث کو ابن جریج نے بھی روایت کیا ہے اور اس نے بھی سفیان ابن عیینہ کی موافقت میں موصولا روایت کیا ہے۔

لیکن اس حدیث کو جب حماد بن زید روایت کرتے ہیں تو اس کو مرسلا ذکر کرتے ہیں، یعنی حضرت ابن عباس کا ذکر نہیں کرتے ہیں جب کہ حماد بن زید بھی ثقہ راوی ہیں لیکن چوں کہ سفیان بن عیینہ کی موافقت میں ابن جریج بھی ہیں لہذا اس کی تعداد زیادہ ہے اور حماد بن زید تنہا، اس لئے امام ابو حاتم فرماتے ہیں سفیان بن عیینہ کی روایت کو ترجیح دی جائے گی اور اس کا نام محفوظ رکھا جائے گا اور حماد بن زید کی روایت کو مرجوح قرار دے کر اس کا شاذ کہا جائے گا، واضح رہے کہ یہ مخالفت فی السند کی مثال ہے۔

ایک دوسری مثال ملاحظہ فرمائیں: عن عبد الواحد بن زیاد عن الأعمش عن أبی صالح عن أبی هریرة مرفوعا اذاصلی أحدکم رکعتی الفجر ،فلیضطجع عن یمینه (ابو داود ،والترمذی)

عبدالواحد کی یہ روایت شاذ ہے، کیوں کہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بیان کرنے میں عبدالواحد نے کثیر راویوں کی مخالفت کی ہے کیوں کہ جو کثیر تعداد میں لوگوں نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ فجر کے بعد دائیں کروٹ پر سونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے نہ کہ آپ کا ارشاد، امام اعمشؒ کے ثقہ شاگردوں میں سے صرف عبدالواحد ہی ایسے شخص ہیں جو اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے طور پر روایت کر رہے ہیں لیکن چوں کہ عبدالواحد بھی ثقہ ہیں لہذا عبدالواحد کی روایت شاذ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوگی اور بقیہ راویوں کی حدیث محفوظ ہوگی۔

(نوٹ) محفوظ اور شاذ دونوں کا راوی ثقہ ہوتا ہے، لیکن محفوظ کا زیادہ ثقہ ہوتا ہے اور شاذ کا کم۔

وَالْمُنْكَرُ حَدِيثٌ رَوَاهُ ضَعِيفٌ مُخَالِفٌ لِمَنْ هُوَ أَضْعَفُ مِنْهُ وَمَقَابِلُهُ الْمَعْرُوفُ، فَالْمَعْرُوفُ وَالْمُنْكَرُ كِلَا رَاوِيهِمَا ضَعِيفٌ، وَأَحَدُهُمَا أَضْعَفُ مِنَ الْآخَرِ، وَفِي الشَّاذِّ وَالْمَحْفُوظِ قَوِيٌّ، أَحَدُهُمَا أَقْوَى مِنَ الْآخَرِ، وَالشَّاذُّ وَالْمُنْكَرُ مَرْجُوحَانِ، وَالْمَحْفُوظُ وَالْمَعْرُوفُ رَاجِحَانِ.

ترجمہ: منکر وہ حدیث ہے جس کو ضعیف (راوی) اس راوی کے خلاف روایت کرے جس سے وہ (خود) زیادہ ضعیف ہے، اور اس کے مقابل معروف ہے، پس معروف اور منکر دونوں کا راوی ضعیف ہے، اور ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ ضعیف ہے، اور شاذ اور محفوظ میں (راوی) قوی ہے، اور ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ قوی ہے، اور شاذ اور منکر مرجوح ہے، اور محفوظ اور معروف راجح۔

حل عبارت: محدث دہلویؒ کی عبارت میں "مخالف" "ضعیف" کی صفت ہے، اور "لمن" "مخالف" سے متعلق ہے، اور "لمن ھو" میں 'ھو' ضمیر کا مرجع 'ضعیف' ہے، اور "منہ" کی ضمیر مجرور "لمن" موصولہ کی طرف لوٹ رہی ہے، اگر عبارت اس طرح ہوتی تو زیادہ مناسب تھا:

"المنكر حديث رواه ضعيف مخالفا لمن هو أقل منه ضعفا".

منکر وہ حدیث ہے جس کو ضعیف (راوی) اس (راوی) کے مخالف روایت کرے جو اس سے ضعف میں کم ہے۔ (مقدمۃ فی اصول الحدیث: ۶۸)

تشریح: اس عبارت میں حدیث منکر اور حدیث معروف کی تعریف، اور معروف و منکر اور شاذ و محفوظ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منکر کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کو اضعف راوی نے ضعیف راوی کے خلاف روایت کیا ہو، یعنی اگر کسی حدیث کی روایت میں دو آدمیوں کے درمیان اختلاف ہو، ان میں سے ایک زیادہ ضعیف ہو اور دوسرا کم ضعیف ہو، تو زیادہ ضعف والے کی روایت کو "منکر" اور کم ضعف والے کی روایت کو "معروف" کہا جائے گا۔

معروف کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کو ضعیف راوی نے اضعف کے خلاف روایت کیا ہو۔

منکر و معروف اور شاذ و محفوظ کا حکم: معروف اور منکر کی تعریف سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ دونوں کا راوی ضعیف ہوتا ہے؛ لیکن منکر کا راوی زیادہ ضعیف ہوتا ہے، اور معروف کا راوی کم ضعیف ہوتا ہے، اس کے برخلاف شاذ اور معروف دونوں کا راوی ثقہ ہوتا ہے، البتہ معروف کا راوی اوثق ہوتا ہے، اور شاذ کا راوی ثقہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے شاذ و منکر مرجوح، اور محفوظ و معروف راجح ہوتا ہے۔

> وَبَعْضُهُمْ لَمْ يَشْتَرِطُوْا فِي الشَّاذِّ وَالْمُنْكَرِ قَيْدَ الْمُخَالَفَةِ لِرَاوٍ آخَرَ قَوِيًّا كَانَ أَوْ ضَعِيْفًا، وَقَالُوْا: الشَّاذُّ: مَارَوَاهُ الثِّقَةُ وَتَفَرَّدَ بِهِ وَلَا يُوْجَدُ لَهُ أَصْلٌ مُوَافِقٌ وَمُعَاضِدٌ لَهُ وَهٰذَا صَادِقٌ عَلٰى فَرْدِ ثِقَةٍ صَحِيْحٍ، وَبَعْضُهُمْ لَمْ يَعْتَبِرُوا الثِّقَةَ وَلَا الْمُخَالَفَةَ، وَكَذٰلِكَ الْمُنْكَرُ لَمْ يَخُصُّوْهُ بِالصُّوْرَةِ الْمَذْكُوْرَةِ، وَسَمُّوا الْحَدِيْثَ الْمَطْعُوْنَ بِفِسْقٍ أَوْ فَرْطِ غَفْلَةٍ أَوْ كَثْرَةِ غَلَطٍ مُنْكَرًا، وَهٰذِهٖ اصْطِلَاحَاتٌ لَا مُشَاحَّةَ فِيْهَا.

ترجمہ: اور بعض محدثین نے شاذ اور منکر (کی تعریف) میں دوسرے راوی کی مخالفت کی شرط کا اعتبار نہیں کیا ہے، خواہ راوی قوی ہو یا ضعیف، اور انہوں نے کہا ہے کہ شاذ وہ روایت ہے جس کو ثقہ روایت کرے اور وہ اس میں منفرد ہو، اور اس کی موافقت اور تائید میں کوئی اصل موجود نہ ہو، اور یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ثقہ کی فرد صحیح پر صادق آتی ہے، اور بعض محدثین نے ''ثقہ'' اور ''مخالفت'' (دونوں) کا اعتبار نہیں کیا ہے، اور اسی طرح منکر کو مذکورہ صورت کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے، اور وہ حدیث جو فسق یا فرط غفلت یا کثرت غلط کے ساتھ مطعون ہو اس کا نام منکر رکھا ہے، اور یہ اصطلاحیں ہیں جس میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں شاذ کی دوسری اور تیسری تعریف، اور منکر کی دوسری تعریف کی گئی ہے، چنانچہ مصنف علامؒ فرماتے ہیں کہ: بعض حضرات جیسے امام حاکمؒ وغیرہ نے شاذ کی تعریف میں دوسرے راوی کی مخالفت کا اعتبار نہیں کیا ہے، خواہ دوسرا راوی قوی ہو یا ضعیف، چنانچہ انہوں نے شاذ کی تعریف اس طرح کی ہے:

"الشاذ ماروا ه الثقة وتفر د به ولا يوجد له أصل موافق ومعاضد له"

یعنی شاذ وہ حدیث ہے جس کی روایت میں ثقہ راوی منفرد ہو، اور اس کی موافقت وتائید میں کوئی اصل موجود نہ ہو؛ لیکن شاذ کی اس تعریف سے ''حدیث غریب صحیح'' بھی شاذ میں داخل ہو جاتی ہے، یعنی اس تعریف کے مطابق شاذ کا ''ضعیف'' ہونا ضروری نہیں ہے، بل کہ وہ ''صحیح غریب'' یا ''حسن لذاتہ'' بھی ہو سکتی ہے (مقدمه فی اصول الحديث: ٦٩)

اب رہی بات یہ کہ اس تعریف میں ''حدیث غریب صحیح'' کیسے داخل ہو جاتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''حدیث غریب صحیح'' کی بھی تعریف یہی ہے کہ ''کوئی ثقہ تن تنہا اس کو روایت کرے'' تو ظاہر ہے کہ اس تعریف کے اعتبار سے ''شاذ'' اور ''حدیث غریب صحیح'' دونوں ایک ہی ہوئے، اسی لیے مصنفؒ نے فرمایا کہ: ''یہ تعریف ثقہ راوی کی ''روایت فرد صحیح'' بھی صادق آتی ہے۔

دوسرے بعض حضرات جیسے امام ابو یعلی الخلیلیؒ اور ان کے اتباع ''شاذ'' کی بالکل الگ تعریف کرتے ہیں، وہ یہ کہ:

"الشاذ هو ليس له الا اسناد واحديشذ به ثقة أو غيره"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شاذ وہ روایت ہے جو صرف ایک سند سے مروی ہو، سند کا یہ تنہا راوی ثقہ ہو یا غیر ثقہ۔
ان حضرات نے شاذ کی تعریف میں نہ تو دوسرے راوی کی مخالفت کی شرط کا اعتبار کیا ہے، نہ ہی راوی کے ثقہ ہونے کا، گویا ایک سند سے جو روایت مروی ہو، خواہ اس کا راوی ضعیف ہو، وہ ان کے نزدیک شاذ ہے۔

منکر کی دوسری تعریف: منکر کی ایک تعریف تو گذر چکی۔ (یعنی وہ حدیث جس کو اضعف راوی نے ضعیف راوی کے خلاف روایت کیا ہو) لیکن منکر کی ایک دوسری تعریف بھی ہے، وہ یہ کہ "منکر وہ حدیث ہے جو راوی کے فسق یا کثرت غفلت یا زیادتی غلطی کے ساتھ مطعون ہو" یعنی جو راوی فاسق ہو یا بہت زیادہ غفلت کا مرتکب ہو، یا بہت زیادہ غلطی کرنے والا ہو، تو اس کی بیان کردہ روایت کو "منکر" کہا جائے گا۔

وهذه اصطلاحات لا مشاحة فيها الخ: ابھی شاذ کی تین تعریفیں اور منکر کی دو تعریفیں گذریں، اس کے سلسلہ میں شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ ان تعریفات میں کوئی نزاع نہیں ہے اس لئے کہ یہ سب اپنی اپنی اصطلاحیں ہیں، اور ہر ایک کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے جو اصطلاح چاہے پسند کرے (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۷۰)

> وَالْمُعَلَّلُ بِفَتْحِ اللَّامِ اِسْنَادٌ فِيهِ عِلَلٌ وَأَسْبَابٌ غَامِضَةٌ خَفِيَّةٌ قَادِحَةٌ فِي الصِّحَةِ يَتَنَبَّهُ لَهَا الْحُذَّاقُ الْمَهَرَةُ مِنْ أَهْلِ هٰذَا الشَّانِ كَارْسَالٍ فِي الْمَوْصُولِ وَوَقْفٍ فِي الْمَرْفُوعِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَقَدْ يَقْتَصِرُ عِبَارَةُ الْمُعَلِّلِ بِكَسْرِ اللَّامِ عَنْ اِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَى دَعْوَاهُ كَالصَّيْرَفِيِّ فِي نَقْدِ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ.

ترجمہ: اور معلل (لام کے فتحہ کے ساتھ) وہ سند ہے جس میں ایسے پوشیدہ اور باریک اسباب و علل پائے جائیں جو حدیث کی صحت میں نقصان دہ ہوں اور ان پر اس فن کے ماہر ہی خبردار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوسکتے ہیں، جیسے موصول میں ارسال کا ہونا، اور حدیث مرفوع میں وقف کا ہونا اور اس کے علاوہ چیزیں، اور کبھی معلل (لام کے کسرہ کے ساتھ) کی عبارت اپنے دعوی پر دلیل قائم کرنے سے قاصر ہوتی ہے جیسے صراف سونا چاندی کو پرکھنے میں۔

تشریح: اس عبارت میں معلل کی تعریف بیان کی گئی ہے، اصطلاح محدثین میں علت ان امور کو کہتے ہیں جو نہایت پوشیدہ ہوں اور صحت حدیث پر اثر انداز ہوجائے (النخبات:۶۴) چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں:

معلل: وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسی باریک اور پوشیدہ خامی پائی جائے جو حدیث کی صحت کو عیب دار بنادے، مثلا کوئی حدیث متصل تھی راوی نے اس کو مرسل بنادیا، یا کوئی حدیث مرفوع تھی راوی نے اس کو موقوف کردیا یا ایک حدیث میں دوسری حدیث کو داخل کردیا یا ضعیف راوی کو ثقہ سے بدل دیا، یا اس قسم کا کوئی بھی تغیر جس سے حدیث کی صحت متاثر ہو۔

اور اس پر یعنی حدیث کی پوشیدہ خامیوں پر کوئی ماہر فن جیسے: علی ابن مدینی، احمد بن حنبل، بخاری، ابن ابی شیبہ، ابوحاتم، ابوزرعہ، دارقطنی وغیرہ ہی واقف ہوسکتا ہے۔

معلل کی مثال: عن يعلى بن عبيد الطنافسي عن سفيان الثوری عن عمر بن دينار عن بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: البائعان بالخيار مالم يفترقا.

اس حدیث میں یعلی بن عبید نے سفیان ثوری کے استاذ کا نام "عمر بن دینار" بتلایا ہے، حالاں کہ سفیان ثوریؒ نے عمر بن دینارؒ سے نہیں بل کہ حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سفیان کے تمام شاگرد اس حدیث کو عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں، دیکھئے اس حدیث میں کیسی پوشیدہ خامی پائی گئی، اگر اس پر اہل فن متوجہ نہ ہوتے تو شاید کوئی واقف بھی نہ ہو پاتا۔

دوسری مثال: عن عثمان بن سليمان عن أبيه أنه سمع النبي صلى الله عليه

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وسلم يقرأ في المغرب بالطور.

امام حاکم نے فرمایا کہ: یہ حدیث تین طرح سے معلول ہے (۱) عثمان ابوسلیمان کے بیٹے ہیں، سلیمان کے نہیں (۲) عثمان نے اس حدیث کو "نافع بن جبير بن مطعم عن أبيه" کی سند سے روایت کیا ہے (۳) ابوسلیمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہے اور نہ آپ سے سنا ہے اس لئے یہ حدیث معلول ہے (معرفة علوم الحديث: ۱۱۵، ۱۱۹)

وقد يقتصر عبارة المعلل الخ: حدیث میں پائی جانے والی علتوں کا کوئی ایسا ضابطہ نہیں ہے، جس کی مدد سے ہمیشہ ان کی شناخت ہو جائے، بل کہ یہ ایک ذوقی اور وجدانی چیز ہے، چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محدث کسی حدیث کے ''معلول'' ہونے کا دعوی کرتا ہے، مگر جب اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے، تو وہ اس سے عاجز نظر آتا ہے، گویا اس نے اپنے ذوق و وجدان سے حدیث کے ''معلول'' ہونے کا فیصلہ تو کر دیا؛ مگر اس کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس کو وہ لوگوں کے سامنے پیش کر سکے، اس کی نظیر یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے کھرے اور کھوٹے کو جاننا بھی ایک ذوقی امر ہے، چنانچہ ایسا بہ کثرت ہوتا ہے کہ سونار کسی درہم یا دینار میں کھوٹ ہونے کا دعوی کرتا ہے، مگر اس کے پاس اپنے اس دعوی پر ذوق کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہوتی، اس کی مزید توضیح کے لیے ایک واقعہ ''اختیاری مطالعہ'' کے تحت درج ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں!

امام ابن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ ''حدیث کی علتوں کا جاننا ایک وہبی علم ہے، اور ہر شخص اس پر قادر نہیں ہوتا''۔

اختیاری مطالعہ:

(۱) ایک شخص امام ابوزرعہ رازیؒ کے پاس گیا، اور اس نے ایک حدیث کی علت پوچھی، امام رازی نے جواب دیا، تو اس شخص نے دلیل کا مطالبہ کیا، امام رازی نے کہا: میں نے جو علتیں بیان کیں، وہ یاد رکھو! اور محمد بن مسلم بن وارہ کے پاس جاؤ، وہ جو علت بیان کریں اس کو بھی یاد رکھو! پھر ابو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حاتم کے پاس جاؤ، ان کی بیان کردہ علت بھی یاد رکھو! اس کے بعد دیکھو! ہم سب کی بیان کردہ علتیں متحد ہیں یا مختلف، اگر مختلف ہیں تو یہ جان لو کہ ہر شخص نے اپنی مراد کے مطابق کلام کیا ہے، اور اگر متحد ہیں تو جان لو کہ یہ علم الہام ہے، چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا، تو ہر ایک کی علت متحد نکلی، تو اس نے کہا کہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ علم الہام ہے''۔(مقدمه فی اصول الحدیث:۷۱)

(۲) حدیث معلل کا حکم: کبھی کبھار معلل کی خامی سند اور متن دونوں کو متاثر کرتی ہے، مثلا ''متصل بیان کردہ روایت'' بعد میں ''مرسل'' ثابت ہوتی ہے، تو سند ومتن دونوں نامقبول ہوتے ہیں، اور کبھی ''معلل'' کی خامی فقط سند میں ہوتی ہے، مثلاً ایک ثقہ کی جگہ دوسرے ثقہ کا تذکرہ کردیا جائے تو سند مجروح ہونے کے باوجود متن مقبول ہوتا ہے۔(معارف اصول حدیث:۱٤٦)

وَإِذَا رَوىٰ رَاوٍ حَدِيثاً وَرَوىٰ رَاوٍ آخَرُ حَدِيثاً مُوَافِقاً لَهُ يُسَمّٰى هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَابِعاً بِصِيغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ، وَهٰذَا مَعْنَى مَا يَقُولُ الْمُحَدِّثُونَ تَابَعَهُ فُلَانٌ وَكَثِيرًا مَا يَقُولُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ وَيَقُولُونَ وَلَهُ مُتَابِعَاتٌ، وَالْمُتَابَعَةُ تُوجِبُ التَّقْوِيَةَ وَالتَّائِيدَ وَلَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ الْمُتَابِعُ مُسَاوِياً فِي الْمَرْتَبَةِ لِلْأَصْلِ وَإِنْ كَانَ دُونَهُ يَصْلُحُ أَيْضًا لِلْمُتَابَعَةِ.

ترجمہ: اور جب ایک راوی کوئی ''حدیث'' روایت کرے، اور دوسرا راوی پہلے راوی کے موافق حدیث روایت کرے، تو اس (دوسری) حدیث کا نام ''متابِع'' رکھا جاتا ہے، صیغہ اسم فاعل کے ساتھ، اور محدثین کے قول ''تابعہ فلان'' کے یہی معنی ہے، اور امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کثرت کے ساتھ (اس اصطلاح) کو استعمال کیا ہے، اور محدثین کہتے ہیں "ولہ متابعات"، اور متابعت، تقویت وتائید کو ثابت کرتا ہے، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ''متابِع'' درجہ میں ''اصل'' کے برابر ہو، اگر اس سے کم ہو تب بھی متابعت کی صلاحیت رکھتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح: اس عبارت میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) متابع کی تعریف (۲) متابعت کا فائدہ۔

متابع کی تعریف: ایک راوی کوئی حدیث روایت کرے، اور دوسرا راوی بھی ایسی حدیث روایت کرے جو پہلی حدیث کے موافق ہو، تو دوسری حدیث کو "متابع" کہتے ہیں، جیسے:

"عن سفیان ابن عیینة عن عمرو بن دینار عن عوسجة عن ابن عباسؓ أن رجلا توفی علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یدع وارثا الا مولی هو أعتقه، فقال صلی الله علیه وسلم هل له أحد؟ قالوا: لا، الا غلام هو أعتقه، فجعل صلی الله علیه وسلم میراثه له". (ترمذی)

یہ حضرت سفیان ابن عیینہ کی روایت ہے، اور اسی کے مثل حضرت ابن جریج نے بھی روایت کیا ہے، اس لیے حضرت ابن جریج کی روایت "متابِع" کہلائے گی، اور حضرت ابن سفیان کی روایت "متابَع"۔

وهذا معنی ما یقول المحدثون الخ: محدثین جب "تابعہ فلان" کہتے ہیں، تو اس سے مراد یہی ہوتا ہے کہ اس حدیث جیسی روایت دیگر راویان نے بھی کی ہیں، امام بخاریؒ نے بھی جم کر اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے، اور دیگر محدثین عظام بھی جگہ جگہ لکھتے ہیں "ولہ متابعات" اس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ اس جیسی روایت دیگر راویوں سے بھی مروی ہے۔

والمتابعة توجب التقوية الخ: متابعت کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حدیث میں "تقویت" آتی ہے۔

ولا یلزم أن یکون المتابع الخ: متابعت میں یہ شرط نہیں ہے کہ متابِع کا راوی درجہ میں متابَع کے راوی کے برابر ہو، بل کہ اگر متابِع کا راوی درجہ میں کچھ کم بھی ہو تب بھی متابعت حاصل ہو جاتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَالْمُتَابَعَةُ قَدْ يَكُوْنُ فِيْ نَفْسِ الرَّاوِيْ، وَقَدْ يَكُوْنُ فِيْ شَيْخٍ فَوْقَهُ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ وَأَكْمَلُ مِنَ الثَّانِيْ، لِأَنَّ الوَهْنَ فِيْ أَوَّلِ الاسْنَادِ أَكْثَرُ وَأَغْلَبُ، وَالْمُتَابِعُ اِنْ وَافَقَ الْأَصْلَ فِي اللَّفْظِ وَالمَعْنٰى يُقَالُ مِثْلُهُ، وَاِنْ وَافَقَ فِي المَعْنٰى دُوْنَ اللَّفْظِ يُقَالُ نَحْوُهُ.

ترجمہ: اور متابعت کبھی نفس راوی میں ہوتا ہے، اور کبھی اس استاذ میں جو اس کے اوپر ہے، اور پہلا دوسرے کے مقابلہ میں اتم اور اکمل ہے، اس لیے کہ اول سند میں ضعف اکثر و بیشتر پیش آتا ہے، اور متابع اگر اصل (حدیث) کے لفظ اور معنی دونوں کے موافق ہو تو "مثلہ" کہا جاتا ہے، اور اگر معنی میں موافق ہو، نہ کہ لفظ میں تو "نحوہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) متابعت کی قسمیں (۲) "مثلہ" اور "نحوہ" میں فرق؟ چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ متابعت کی دو قسمیں ہیں (۱) متابعت تامہ (۲) متابعت قاصرہ۔

اگر خود راوی کے لیے متابعت ثابت ہے تو یہ "متابعت تامہ" ہے، جیسے:

"عن الامام الشافعي عن مالك عن عبد الله بن دينار، عن ابن عمرؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الشهر تسع وعشرون فلا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه، فان غم عليكم فأكملوا العدعة ثلاثين".

(ترجمہ) امام شافعیؒ نے امام مالکؒ سے، انہوں نے عبداللہ ابن دینار سے، انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ (کبھی) انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے، لہٰذا جب تک چاند نہ دیکھ لو، روزہ نہ رکھو، اور چاند دیکھے بغیر روزہ رکھنا ترک نہ کرو، پس اگر چاند دکھائی نہ دے تو تیس دن پورے کرو (الام ۲/۹۴)

اس حدیث کے بارے میں کچھ لوگوں نے گمان کیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان الفاظ کے ساتھ امام مالکؒ سے روایت کرنے میں تنہا ہیں، اس لیے کہ امام مالک کے دوسرے شاگردوں نے اس کو اسی سند سے "فــاقدروا لــه" روایت کیا ہے؛ لیکن جب اس حدیث کے بارے میں تحقیق وتفتیش کی گئی تو بخاری شریف (حدیث نمبر:۱۹۰۷) میں امام شافعی کا متابع مل گیا، وہ ہے "عبداللہ بن مسلمہ قعنبی"، کیوں کہ انھوں نے امام مالک سے اسی سند کے ساتھ بعینہ امام شافعی کی طرح "فاکملوا العدة" کے لفظ سے روایت کیا ہے۔

اس مثال میں خود راوی یعنی امام شافعیؒ کے لیے "عبداللہ بن مسلمہ قعنبی" کے ذریعہ متابعت ثابت ہے، اس لیے اس کو متابعت تامہ کہیں گے۔

کبھی متابعت خود راوی کے لیے ثابت نہیں ہوتی ہے، بل کہ اس کے اوپر کسی استاذ یا استاذ کے استاذ کے لیے متابعت ثابت ہوتی ہے، اس کو متابعت قاصرہ کہتے ہیں، جیسے مذکورہ حدیث جس میں امام شافعیؒ تنہا تھے، تلاش کرنے پر متابعت تامہ بھی مل گیا (جیسا کہ ابھی گذرا) اور متابعت قاصرہ بھی، جیسے صحیح ابن خزیمہ میں ہے:

"عن عاصم بن محمد عن محمد ابن زيد عن عبد الله ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فإن غم عليكم فأكملوا ثلاثين" (صحيح ابن خزيمه، رقم: ۱۹۰۹)

اس روایت میں آپ دیکھیں کہ "محمد ابن زید" "عبداللہ ابن عمرؓ" سے اسی طرح روایت کررہے ہیں، جس طرح امام شافعی والی روایت میں عبداللہ ابن دینار، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کررہے تھے، پس اس مثال میں "متابعت" امام شافعیؒ میں نہیں ہے، بل کہ اس کے استاذ الاستاذ حضرت عبداللہ ابن دینار میں ہے، لہٰذا "محمد بن زید" کی موافقت امام شافعی کے لیے متابعت قاصرہ ہوگی۔ (نزهة النظر: ٤٤)

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ پہلی متابعت (جو خود راوی کو حاصل ہوتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے) دوسری قسم سے زیادہ مکمل اور اتم ہے، اس لیے کہ اول سند میں ضعف زیادہ تر پیش آتا ہے، کیوں کہ سند کا سلسلہ جس قدر طویل ہوتا ہے اسی قدر خطا و غلطی کا احتمال بڑھ جاتا ہے۔

مثلہ اور نحوہ میں فرق: اگر "متابع حدیث" "اصل حدیث" کے لفظ اور معنی دونوں میں موافق ہو تو اس کو "مثلہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ محدثین کسی حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں "روی فلان عن فلان مثله" تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ "فلاں کی روایت" "پہلی روایت" کے لفظ اور معنی دونوں میں موافق ہے، اور اگر معنی میں موافق ہو اور لفظ میں موافق نہ ہو تو اس کو "نحوہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وَيُشْتَرَطُ فِي الْمُتَابَعَةِ أَنْ يَكُوْنَ الْحَدِيْثَانِ مِنْ صَحَابِيٍّ وَاحِدٍ، وَإِنْ كَانَا مِنْ صَحَابِيَّيْنِ يُقَالُ لَهُ شَاهِدٌ كَمَا يُقَالُ لَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَيُقَالُ لَهُ شَوَاهِدُ وَيَشْهَدُ بِهِ حَدِيْثُ فُلَانٍ، وَبَعْضُهُمْ يَخُصُّوْنَ الْمُتَابَعَةَ بِالْمُوَافَقَةِ فِي اللَّفْظِ وَالشَّاهِدَ فِي الْمَعْنٰى سَوَاءٌ كَانَ مِنْ صَحَابِيٍّ وَاحِدٍ أَوْ مِنْ صَحَابِيَّيْنِ، وَقَدْ يُطْلَقُ الشَّاهِدُ وَالْمُتَابِعُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ، وَالْأَمْرُ فِيْ ذٰلِكَ بَيِّنٌ. وَتَتَبُّعُ طُرُقِ الْحَدِيْثِ وَأَسَانِيْدِهَا لِقَصْدِ مَعْرِفَةِ الْمُتَابِعِ وَالشَّاهِدِ يُسَمَّى الاعْتِبَارَ.

ترجمہ: اور متابعت میں شرط یہ ہے کہ دونوں حدیثیں ایک ہی صحابی سے (مروی) ہوں، اور اگر دونوں حدیث، دو صحابی سے مروی ہوں تو اس کو "شاہد" کہا جاتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کی شاہد حضرت ابو ہریرة کی حدیث ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کے شواہد موجود ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ فلاں (راوی) کی حدیث اس حدیث کی شاہد ہے، اور بعض حضرات نے متابعت کو موافقت فی اللفظ کے ساتھ خاص کیا ہے، اور شاہد کو موافقت فی المعنی کے ساتھ خواہ (دونوں حدیث) ایک صحابی سے مروی ہوں، یا دو صحابی سے، اور کبھی شاہد اور متابع کا اطلاق ایک ہی معنی میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوتا ہے اور معاملہ اس سلسلے میں واضح ہے اور متابع اور شاہد کو جاننے کے ارادے سے حدیث کی اسانید اور طرق کو تلاشنے کا نام ''اعتبار'' رکھا جاتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں پانچ چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) متابعت کی شرط (۲) شاہد کی تعریف (۳) متابع اور شاہد کی دوسری تعریف (۴) اعتبار کی تعریف (۵) شاہد اور متابع میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱) متابعت کی شرط یہ ہے کہ ''اصل حدیث اور متابع حدیث دونوں کے دونوں ایک ہی صحابی سے مروی ہوں جیسے: امام شافعیؒ کی روایت کے لئے عبداللہ بن مسلمہ کی روایت متابع ہے اور دونوں کے دونوں ایک ہی صحابی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اسی لئے عبداللہ بن مسلمہ کی روایت کو متابع کہا گیا ہے۔

(۲) اور اگر اصل حدیث اور دوسری حدیث ایک صحابی سے نہ ہوں بل کہ الگ الگ صحابی سے ہوں تو اس کو متابع نہیں کہا جائے گا بل کہ شاہد کہا جائے گا، پس شاہد کی تعریف اس طرح ہوگی۔

شاہد: وہ حدیث ہے جو اصل حدیث کے لفظ اور معنی میں موافق ہو اور دونوں کا صحابی علیحدہ علیحدہ ہو، جیسے متابع کے بیان میں امام شافعیؒ کی حدیث ذکر کی گئی ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اس حدیث کی تخریج امام نسائی نے بھی کی ہے لیکن وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے ہے اور اس کے الفاظ بھی بعینہ وہی ہیں جو امام شافعیؒ کی روایت میں ہے اس لئے امام شافعیؒ کی روایت کے لئے امام نسائی کی روایت شاہد ہوگی کیوں کہ دونوں روایت لفظ اور معنی دونوں میں موافق ہیں اور دونوں کا صحابی الگ الگ ہے۔

(۳) بعض حضرات نے متابع اور شاہد کی دوسری تعریف کی ہے ان کے نزدیک دونوں کی تعریف اس طرح ہے۔

متابع: اگر دوسری حدیث پہلی حدیث کے لفظ میں موافق ہے تو متابع ہے خواہ ایک صحابی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے ہو یا دو صحابی سے ہو۔

شاہد: اگر دوسری حدیث پہلی حدیث کے صرف معنی میں موافق ہے تو شاہد ہے خواہ ایک صحابی سے ہو یا دو صحابی سے ہو۔

ان حضرات کی تعریفات کے مطابق امام شافعی کی روایت کے لیے عبد اللہ بن مسلمہ کی روایت متابع ہے؛ کیوں کہ دونوں حدیث لفظ میں موافق ہے۔

اور امام شافعیؒ کی روایت کے لئے یہ حدیث" عن محمد ابن زیاد عن أبی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان غم علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین" شاہد ہے، کیوں کہ دونوں معنی میں موافق ہیں، جب کہ الفاظ میں فرق ہے۔

(۴) شاہد اور متابع میں سے ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتا ہے یا نہیں ؟ تو اس کے جواب میں شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی شاہد اور متابع دونوں کو ایک ہی معنی میں استعمال کرلیا جاتا ہے، یعنی شاہد کی جگہ متابع، اور متابع کی جگہ شاہد کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے اس لئے کہ مقصود اصلی (یعنی اصل حدیث کی تائید وتقویت) دونوں سے حاصل ہوتی ہے خواہ کسی کو متابع کہا جائے یا شاہد۔

(۵) اگر کسی حدیث کے متعلق یہ خیال ہو کہ وہ حدیث فرد ہے تو مختلف کتب حدیث مثلا جامع مسانید اور اجزاء وغیرہ میں اس کی دوسری سندوں یا اس کے ہم معنی دوسری حدیثوں کو اس غرض سے تلاش کرنا کہ معلوم ہو جائے کہ اس حدیث فرد کا کوئی متابع یا شاہد ہے یا نہیں؟ اس تلاش وتحقیق کا نام "اعتبار" ہے گویا عمل اعتبار ہی ذریعہ متابعات اور شواہد تک پہونچا جاتا ہے۔

اختیاری مطالعہ

مصنفؒ نے یہاں یہ ذکر کیا ہے متابع اور شاہد میں سے ہر ایک کا اطلاق دوسرے پر ہوتا ہے لیکن امام نوویؒ نے شرح مسلم میں یہ ذکر کیا ہے کہ متابع کو شاہد تو کہا جاتا ہے لیکن شاہد کو متابع نہیں کہا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جاتا(شرح مسلم بحوالہ تحفۃ القمر:۱۶۹)

(فَصلٌ)وَأصلُ أقسَامِ الحَدِيثِ ثَلاثَةٌ: صَحِيحٌ،وَحَسَنٌ،وَضَعِيفٌ،فَالصَّحِيحُ أعْلٰى مَرْتَبَةً وَالضَّعِيفُ أدْنٰى،وَالحَسَنُ مُتَوَسِّطٌ،وَسَائِرُ الأقْسَامِ الَّتِي ذُكِرَتْ دَاخِلَةٌ فِي هٰذِهِ الثَّلاثَةِ.

ترجمہ:اور حدیث کی اصل قسمیں تین ہیں،صحیح،حسن اور ضعیف،پس صحیح اعلیٰ درجہ کی (حدیث) ہے،اور ضعیف ادنیٰ درجہ کی،اور ''حسن'' متوسط درجہ کی،اور وہ تمام اقسام جو ذکر کی گئیں ان تینوں میں داخل ہے۔

تشریح: حدیث کی اصل اور بنیادی قسمیں تین ہی ہیں،صحیح،حسن اور ضعیف،ان میں سے صحیح اعلی درجہ کی حدیث ہے،اس لیے کہ قبول کے اوصاف اس میں بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں،اور ''ضعیف'' ادنیٰ درجہ کی روایت ہے،اس لیے کہ قبول کے اوصاف اس میں مفقود ہوتے ہیں،جب کہ ''حسن'' درمیانی درجہ کی روایت ہے،اس لیے کہ اس میں قبول کی صفات میں سے کوئی ایک یا زائد صفات مفقود ہوتی ہیں۔

اس سے پہلے حدیث کی جتنی بھی قسمیں گذریں،جیسے مرفوع،موقوف،مقطوع،متصل منقطع،معضل،مرسل،مدلس،مضطرب،معنعن،مسند،مدرج،شاذ،منکر،معلل،اور معروف ومحفوظ وغیرہ،تو یہ سب کے سب ان ہی تین قسموں میں سے کسی قسم میں داخل ہے،یعنی یا تو صحیح ہوں گی یا حسن یا ضعیف۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَالصَّحِيحُ مَا ثَبَتَ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٍّ، فَإِنْ كَانَتْ هٰذِهِ الصِّفَاتُ عَلٰى وَجْهِ الْكَمَالِ وَالتَّمَامِ فَهُوَ صَحِيحٌ لِذَاتِهٖ، وَإِنْ كَانَ فِيهِ نَوْعُ قُصُورٍ وَوُجِدَ مَا يَجْبُرُ ذٰلِكَ الْقُصُورَ مِنْ كَثْرَةِ الطُّرُقِ فَهُوَ الصَّحِيحُ لِغَيْرِهٖ، وَإِنْ لَمْ يُوجَدْ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ، وَمَا فُقِدَ فِيهِ الشَّرَائِطُ الْمُعْتَبَرَةُ فِي الصَّحِيحِ كُلًّا أَوْ بَعْضاً فَهُوَ الضَّعِيفُ، وَالضَّعِيفُ إِنْ تَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ وَانْجَبَرَ ضُعْفُهُ يُسَمّٰى حَسَناً لِغَيْرِهٖ، وَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ أَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ جَمِيعُ الصِّفَاتِ الْمَذْكُورَةِ فِي الصَّحِيحِ نَاقِصَةً فِي الْحَسَنِ لٰكِنِ التَّحْقِيقُ أَنَّ النُّقْصَانَ الَّذِي اُعْتُبِرَ فِي الْحَسَنِ إِنَّمَا هُوَ لِخِفَّةِ الضَّبْطِ وَبَاقِي الصِّفَاتِ بِحَالِهَا.

ترجمہ: صحیح وہ (حدیث) ہے جو عادل اور تام الضبط (راویوں) کی روایت سے ثابت ہو، اور معلل وشاذ نہ ہو، پس اگر یہ صفات مکمل اور پورے طور پر پائے جائیں، تو وہ صحیح لذاتہ ہے، اور اگر اس (راوی) میں ایک گونہ کمی ہو، اور وہ کثرت طرق جو اس کی کو دور کردے پائی جائے تو وہ صحیح لغیرہ ہے، اور اگر کثرت طرق نہ پائی جائے تو وہ حسن لذاتہ ہے، اور جس حدیث میں صحیح کے معتبر شرائط کل کے کل یا بعض مفقود ہوں، تو وہ ضعیف ہے، اور ضعیف (حدیث) کے طرق متعدد ہو جائیں اور اس کی کمی دور ہو جائے تو اس کو حسن لغیرہ کہا جاتا ہے، اور محدثین کے ظاہری کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ''صحیح'' میں مذکور شرائط میں سے، تمام کے تمام شرائط ''حسن'' میں کم ہوتے ہیں، لیکن تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ ''حدیث حسن'' میں جو نقصان معتبر ہے، وہ خفت ضبط کا ہے، باقی تمام صفات کا (حسن میں بھی) علیٰ حالہ ہونا ضروری ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ''صحیح'' ''صحیح لذاتہ''، ''صحیح لغیرہ''، ''حسن لذاتہ''، ''حسن لغیرہ'' اور ''ضعیف حدیث'' کی تعریف کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحیح: وہ حدیث ہے جو عادل اور تام الضبط راوی سے سند متصل کے ساتھ مروی ہو، اور وہ روایت معلل اور شاذ نہ ہو"۔

اس تعریف میں پانچ قیود ہیں: جن میں سے تین وجودی اور دو عدمی ہیں۔

پہلی قید راوی کا عادل یعنی ثقہ ہونا ہے، اس قید سے غیر عادل کی روایت "صحیح" ہونے سے نکل گئی، مثلاً وہ شخص جس کا ضعف مشہور و معروف ہو، یا مجہول العین یا مجہول الحال ہو۔

دوسری قید اس کا تام الضبط ہونا ہے، اس قید سے اس مغفل (جو کہ بہت زیادہ غلطی کرنے والا ہو، وہ اس طرح کہ موقوف کو مرفوع کر دے، یا مرسل کو موصول کر دے، اور اس کو احساس تک نہ ہو) کی روایت خارج ہو گئی۔

تیسری قید: اس حدیث کی سند کا متصل ہونا ہے، اس قید سے مرسل، معضل اور منقطع نکل گئی۔ (یہ قید مقدمہ شیخ عبد الحق میں نہیں ہے، حالاں کہ یہ ایک ضروری قید ہے، اس کے بغیر حدیث "صحیح" ہو ہی نہیں سکتی، غالباً کاتب سے سہو ہو گیا ہے)۔

چوتھی قید: اس کا شاذ نہ ہونا ہے، یعنی ایسی حدیث نہ ہو کہ جس میں ثقہ راوی، اوثق یا ثقات کے مخالف روایت کر رہا ہو، اس قید سے شاذ نکل گئی، اور جب شاذ نکل گئی تو "منکر" بھی نکل گئی، کیوں کہ منکر درجہ میں شاذ سے کم ہوتا ہے۔

پانچویں قید: اس حدیث کا معلل نہ ہونا ہے، یعنی اس حدیث میں کوئی ظاہری یا مخفی خرابی نہ ہو کہ جس سے اس کی قبولیت پر حرف آئے، اس قید سے "معلل روایت" صحیح ہونے سے نکل گئی۔

صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس میں مذکورہ پانچوں قیود پورے اور مکمل طور پر پائے جائیں، جیسے: عن مالك عن شهاب، عن محمد بن جبير بن مطعم عن أبيه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأفي المغرب بالطور. (بخاری: ۱/۱۵۳)

یہ حدیث صحیح لذاتہ کی مثال ہے، کیوں کہ اس حدیث میں پانچوں شرائط مکمل طور پر پائے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جاتے ہیں۔

صحیح لغیرہ: وہ حدیث ہے جس کے اندر پانچوں صفات میں سے کسی صفت میں تھوڑی کمی ہو، اور وہ کمی تعدد طرق سے دور ہو جائے، جیسے:

عن محمد ابن عمرو عن أبی سلمة عن أبی هريرة أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: لولا أن أشق علیٰ أمتی لأمرتهم بالسواك عند كل صلوٰة. (ترمذی: کتاب الطهارة، رقم ۲۲)

یہ حدیث صحیح لغیرہ کی مثال ہے؛ کیوں کہ اس کے راوی ''محمد بن عمرو بن علقمہ'' صدق وصفا میں تو مشہور ہیں؛ لیکن وہ حدیث کی حفاظت میں زیادہ ماہر نہیں ہیں، بل کہ کچھ کمزور ہیں، لیکن اس حدیث کے کئی سند سے مروی ہونے کی وجہ سے وہ کمی دور ہوگئی، جو راوی میں ''سوء حفظ'' کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی، اور اس حدیث میں جو معمولی نقصان پہلے تھا، اس کی تلافی ہوگئی، تو یہ حدیث ''صحیح لغیرہ'' ہوگئی۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ۳۲)

وظاهر كلامهم أنه يجوز أن يكون جميع الصفات الخ: شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ محدثین کے کلام سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شرائط صحت، یعنی عدالت، تام الضبط، سند کا اتصال، اور علل وشذوذ سے بری ہونا، کسی تخصیص کے بغیر اگر کسی حدیث میں کم تر درجہ میں موجود ہو، اور کثرت طرق ہو تو وہ ''حسن لغیرہ'' ہو جائے گی، لیکن محقق بات یہ ہے کہ ''حدیث حسن'' میں صرف کمال حفظ وضبط کے علاوہ بقیہ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی تعدد طرق سے صرف حفظ وضبط کی کمی دور ہوگی، بقیہ شرطوں کی کمی سے پیدا شدہ ضعف تعدد طرق سے ختم نہیں ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ ''حدیث ضعیف'' کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کا ضعف تعدد طرق سے زائل ہو جائے گا، جیسے سوء حفظ، ارسال، اور راوی مستور وغیرہ کی بنا پر جو ضعف ہوگا وہ کثرت سند سے ختم ہو جائے گا، اور ''ضعیف'' کی دوسری قسم وہ ہے جس کا ضعف تعدد طرق سے ختم نہیں ہوگا، جیسے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

راوی کے کذب، یا اتہام کذب، یا فسق وغیرہ کی وجہ سے حدیث میں جو ضعف آئے گا، تعدد طرق اسے دور نہیں کر سکے گا۔

حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے اندر پانچوں صفات میں سے کسی صفت میں کمی ہو، اور وہ کمی تعدد طرق سے ختم نہ ہو، جیسے: حدثنا قتيبة قال: حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي عن أبي عمران الجوني عن أبي بكر بن أبي موسىٰ الاشعري قال: سمعت أبي بحضرة العدو يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان ابواب الجنة تحت ظلال السيوف. (ترمذی: رقم ١٦٥٩)

یہ حدیث ''حسن لذاتہ'' ہے، کیوں کہ اس کے راویوں میں سے چار تو ثقہ ہیں، اور ''جعفر بن سلیمان الضبعی'' کے ضبط میں کچھ کمی ہے، اور یہ کمی کسی اور ذریعہ سے پوری نہ ہو سکی، اس وجہ سے یہ حدیث ''صحیح'' کے درجہ سے کم ہو کر ''حسن'' کے درجہ میں آ گئی۔ (تہذیب التہذیب: ۶۳)

حسن لغیرہ: ایسی حدیث ضعیف جس کا ضعف تعدد طرق سے دور ہو جائے، اسے ''حسن لغیرہ'' کہا جاتا ہے۔ (البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کے ضعف کا سبب راوی کا فاسق ہونا یا جھوٹا ہونا نہ ہو)۔ جیسے: عن شعبة عن عاصم بن عبيد الله ابن عامر بن ربيعة عن أبيه أن امرأة من بني فزارة تزوجت على نعلين، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أرضيت من نفسك ومالك بنعلين، قالت: نعم، فأجاز. قال الترمذي وفي الباب عن عمرو، وأبي هريرة، وعائشة، وأبي حدرد. (ترمذی، باب ماجاء في مهور النساء).

اس حدیث میں ایک راوی ''عاصم بن عبید اللہ'' سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں، لیکن چوں کہ یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے، اس لیے حسن لغیرہ ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو دیگر سندوں کے ذریعہ سیدنا عمروؓ، ابو ھریرۃؓ، سیدہ عائشہؓ، اور ابو حدردؓ سے بھی روایت کیا ہے، اور اس پر ''حسن'' کا حکم بھی لگایا ہے۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی: ۱/۱۹۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضعیف: وہ حدیث ہے جس میں صحیح وحسن کی تمام یا بعض شرائط نہ پائی جائیں، جیسے: عن حکیم الأثرم عن أبی تمیمة الهجیمی عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من أتی حائضا أو امرأة فی دبرها أو کاهنا فقد کفر بما أنزل علیٰ محمد. (ترمذی،۱/۳۵)

اس روایت میں "حکیم الاثرم" نامی راوی ضعیف ہے، کیوں کہ وہ عادل نہیں ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں "فیه لین"۔ (تیسیر مصطلح اہل الحدیث:۶۴)

اختیاری مطالعہ

صحیح لذاتہ کا حکم: تمام محدثین اور معتمد اصولیین وفقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ "صحیح لذاتہ" پر عمل کرنا واجب ہے۔

صحیح لغیرہ کا حکم: صحیح لغیرہ بھی لائق احتجاج اور واجب العمل ہوتی ہے۔

حسن لذاتہ کا حکم: یہ بھی لائق احتجاج اور حجت ہے۔

حسن لغیرہ کا حکم: یہ حدیث مرتبہ میں صحیح سے کم ہوتی ہے؛ لیکن قابل استدلال اور واجب العمل ہوتی ہے۔

حدیث ضعیف کا حکم: جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ تین شرطوں کے ساتھ، فضائل اعمال کے باب میں یہ حدیث بھی معمول بہ ہوگی، (۱) ضعف شدید نہ ہو (۲) وہ حدیث کسی معمول کے تحت آتی ہو (۳) اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھے، بل کہ احتیاط کا ہی اعتقاد رکھے۔ (اجرائے اصول حدیث:۴۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَالعَدَالَةُ مَلَكَةٌ فِي الشَّخصِ تَحمِلُهُ عَلٰى مُلازَمَةِ التَّقوٰى وَالمُرُوءَةِ،وَالمُرَادُ بِالتَّقوٰى اِجتِنَابُ الأعمَالِ السَّيِّئَةِ مِنَ الشِّركِ وَالفِسقِ وَالبِدعَةِ،وَفِي الاجتِنَابِ عَنِ الصَّغِيرَةِ خِلافٌ،وَالمُختَارُعَدَمُ اشتِرَاطِهِ لِخُرُوجِهِ عَنِ الطَّاقَةِ إلَّاالاصرَارُعَلَيهَالِكَونِهِ كَبِيرَةً،وَالمُرَادُ بِالمُرُوءَةِ التَّنَزُّهُ عَنْ بَعضِ الخَصَائِصِ وَالنَّقَائِصِ الَّتِي هِيَ خِلافُ مُقتَضَى الهِمَّةِ وَالمُرُوءَةِ،مِثلُ بَعضِ المُبَاحَاتِ الدَّنِيئَةِ كَالأكلِ وَالشُّربِ فِي السُّوقِ،وَالبَولِ فِي الطَّرِيقِ،وَأمثَالُ ذٰلِكَ.

ترجمہ:عدالت آدمی میں ایسے ملکہ کا ہونا ہے جو آدمی کوتقوی اور مروت کے التزام پر آمادہ کرے،اورتقوی سے مراد برے اعمال یعنی شرک،فسق اور بدعت سے بچنا ہے،اور صغیرہ سے بچنے میں اختلاف ہے،اورمختار(قول)اس کا شرط نہ ہونا ہے،اس لئے کہ وہ(انسانی)طاقت سے باہر ہے مگر یہ کہ اس پر اصرار کرے اس لئے کہ کبیرہ ہوگیا،اور مروءت سے مراد:بعض ان ناپسندیدہ اور گھٹیا کاموں سے بچنا ہے جو کہ عزم وہمت کے خلاف ہوں خواہ وہ مباح ہی کیوں نہ ہو مثلا بعض مباحات خسیسہ،جیسے بازار میں کھانا پینا اورراستہ میں پیشاب کرنا وغیرہ۔

تشریح:اس عبارت میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں:(۱)عدالت کی تعریف(۲)تقوی سے مراد(۳)کیاتقوی میں گناہ صغیرہ سے بھی بچنا ضروری ہے؟(۴)مروءت سے مراد۔

عدالت کی تعریف:کسی شخص میں خواہ مرد ہو یا عورت ایسی قوت وملکہ ہو جو اس کوتقوی اور مروت کولازم پکڑنے پر ابھارے۔

تقوی سے مراد:اس سے مراد یہ ہے کہ ان تمام اعمال سے بچا جائے جو شرعا مذموم ہیں جیسے شرک،فسق اور بدعت وغیرہ(بدعت سے مراد بدعت مکفرہ ہے)

کیا متقی بننے کے لئے گناہ صغیرہ سے بھی بچنا ضروری ہے؟اس میں دوقول ہیں،بعض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرات جیسے امام غزالیؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ تقوی کے لئے گناہ صغیرہ سے بچنا بھی شرط ہے (المستصفی ۱/۱۵۷)

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ تقوی میں صرف گناہ کبیرہ سے بچنا شرط ہے، گناہ صغیرہ سے بچنا شرط نہیں ہے کیوں کہ گناہ صغیرہ سے بچنا انسانی طاقت سے باہر کی چیز ہے اور قرآن کریم میں ہے: ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (البقرۃ)

البتہ اگر کوئی شخص گناہ صغیرہ پر اصرار کرے تو پھر وہ متقی نہیں رہے گا کیوں کہ گناہ صغیرہ پر اصرار سے ''گناہ صغیرہ'' گناہ کبیرہ بن جاتا ہے اگر چہ شرعا مباح ہوں۔

مروت سے مراد: ان تمام اعمال سے پرہیز کرنا مروت کہلاتا ہے جو عرفا مذموم ہوں جیسے ایک دو لقمہ کی چوری، راستہ چلتے ہوئے کھانا پینا، راستہ پر بول و براز کرنا، سرعام قہقہ لگانا، اور کبوتر بازی وغیرہ کرنا۔

اختیاری مطالعہ

(۱) ملکہ اور حال کی تعریف: کسی عمل کو کرنے کے لئے نفس انسانی میں جو قوت پیدا ہوتی ہے تو اول حصول میں اس کا نام حال ہوتا ہے کیوں کہ جو شخص اس صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے، وہ زمانہ حال میں اس کو ضائع کردینے پر قادر ہوتا ہے، اور اگر وہ صفت اپنے محل میں ثابت اور متقرر ہوگئی ایسے طریقے پر کہ اس کو زائل کرنا ممکن نہ رہا ہو تو اس کا نام ملکہ ہوگا کیوں کہ جو شخص اس صفت کے ساتھ اس طرح متصف ہوگا وہ اس صفت کا مالک ہوگا جس طرح چاہے گا اس کو گھمائے گا۔

(۲) گناہ کے کئی درجہ ہیں، پہلے نمبر پر اثم ہے، دوسرے نمبر پر سیئات ہے، تیسرے نمبر پر خطایا ہے پھر ذنوب ہے (فیض الباری ۱/۱۶۹)

(۳) فسق کی تعریف: حرام کام کرنے اور واجبات کو چھوڑنے کا نام فسق ہے (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۸۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) تقوی کے تین درجات ہیں (۱) ''تقوی العوام'' یعنی کفر سے بچا جائے اور ایمان اختیار کر لیا جائے (۲) ''تقوی الخواص'' یعنی اوامر کو بجا لایا جائے اور نواہیات سے بچا جائے (۳) ''تقوی اخص الخواص'' یعنی ان تمام چیزوں سے بچا جائے جو اللہ کے ذکر سے غافل اور بے پردہ کر دیتی ہوں۔

وَيَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ عَدْلَ الرِّوَايَةِ أَعَمُّ مِنْ عَدْلِ الشَّهَادَةِ فَإِنَّ عَدْلَ الشَّهَادَةِ مَخْصُوصٌ بِالْحُرِّ وَعَدْلَ الرِّوَايَةِ يَشْمَلُ الْحُرَّ وَالْعَبْدَ، وَالْمُرَادُ بِالضَّبْطِ حِفْظُ الْمَسْمُوْعِ وَتَثْبِيْتُهُ مِنَ الْفَوَاتِ وَالاخْتِلَالِ بِحَيْثُ يَتَمَكَّنُ مِنْ اسْتِحْضَارِه، وَهُوَ قِسْمَانِ: ضَبْطُ الصَّدْرِ، وَضَبْطُ الْكِتَابِ، فَضَبْطُ الصَّدْرِ: بِحِفْظِ الْقَلْبِ وَوَعْيِه، وَضَبْطُ الْكِتَابِ: بِصِيَانَتِه عِنْدَهُ اِلَى وَقْتِ الأَدَاءِ.

ترجمہ: اور یہ جان لینا بھی مناسب ہے کہ عدل روایت، عدل شہادت سے عام ہے کیوں کہ عدل شہادت آزاد کے ساتھ خاص ہے، اور عدل روایت آزاد اور غلام (دونوں) کو شامل ہے، اور ضبط سے مراد (راوی کا) سنی ہوئی (روایت) کو یاد رکھنا اور اس کو ضائع ہونے سے اور (ہر قسم کے) خلل سے بچانا اس طور پر کہ اس کا استحضار ممکن ہو اور وہ دو قسموں پر ہے، ضبط الصدر اور ضبط الکتاب پس ضبط صدر (یہ ہے کہ) دل میں یاد رکھنا اور اس کو محفوظ رکھنا، اور ضبط کتاب (یہ ہے کہ) کتاب کو ادائیگی کے وقت تک اپنے پاس محفوظ رکھنا۔

تشریح: اس عبارت میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں: (۱) عدل روایت اور عدل شہادت میں نسبت (۲) ضبط اور اس کی دونوں قسموں کی تعریف۔

(۱) لفظ ''عدالت'' کا استعمال دو جگہوں پر ہوتا ہے، باب الشہادۃ میں اور باب الروایۃ میں لیکن دونوں میں فرق ہے؛ کیوں کہ باب الشہادۃ میں عادل کے لئے آزاد ہونا ضروری ہے، غلام گواہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں دے سکتا جبکہ باب الروایۃ میں عادل کے لئے آزاد ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ غلام بھی روایت کرسکتا ہے اس اعتبار سے ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی ،روایت اور شہادت کے باہمی فرق کے لئے علامہ سیوطیؒ کی تدریب الراوی ج اص ۳۳۲ کو دیکھا جائے انہوں نے اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور روایت اور شہادت کے درمیان ۲۱ فرق شمار کرائے ہیں۔

ضبط کی تعریف: سنی ہوئی چیز کو دل ودماغ اور تحریر وغیرہ میں محفوظ کرلینا اور پھر اس کو ضائع ہونے اور ہر قسم کی کمی بیشی سے بچانا ہے اس طور پر کہ جب چاہے اس کو ادا کر سکے۔

ضبط کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضبط صدر (۲) ضبط کتاب۔

ضبط صدر: سنی ہوئی بات کو اچھی طرح دل ودماغ میں یاد رکھنا اور محفوظ رکھنا۔

ضبط کتاب: روایت کو لکھنے کے بعد سے لے کر حدیث کو بیان کرنے تک اس کی حفاظت کرنا تا کہ اس میں کوئی تغیر وتحریف نہ ہو۔

اختیاری مطالعہ

(۱) بعض محدثین جیسے محمد بن عبداللہ انصاری اور اسمعیل بن عباس وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ ضبط کتابت میں ضروری ہے کہ وہ تحریر نوشتہ لکھنے کے بعد سے لے کر حدیث بیان کرنے تک اس کے پاس محفوظ رہے، اگر ایک دن کے لئے بھی کسی کو دے دیا تو اس سے حدیث بیان کرنا جائز نہیں ہے جب کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مکمل پاس رہنا شرط نہیں ہے بل کہ تحریف وتبدیل سے مطمئن ہونا ضروری ہے لہذا اگر کسی ایسے شخص کو دے دیا ہو جس کے متعلق تحریف نہ کرنے کا یقین ہو تو اس نوشتے سے روایت کرنا بلا شبہ جائز ہے (امعان النظر ص ۴۶ بحوالہ تحفۃ القمر: ۱۰۱)

(۲) کسی راوی کے بارے میں اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ وہ ضابط ہے یا نہیں؟ تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس کی روایتوں کا معروف ثقہ حضرات کی روایتوں سے موازنہ اور مقابلہ کیا جائے ،اگر اس کی تمام یا اکثر روایتیں ثقہ کی روایت کے معنی کے اعتبار سے کم از کم موافق ہوں، تو وہ راوی ضابط ہے ورنہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

غیر ضابط ہے۔

(فَصْلٌ)أمَّا الْعَدَالَةُ فَوُجُوْهُ الطَّعْنِ الْمُتَعَلِّقَةُ بِهَا خَمْسٌ: الأَوَّلُ بِالْكِذْبِ، وَالثَّانِي بِاتِّهَامِهِ بِالْكِذْبِ، وَالثَّالِثُ بِالْفِسْقِ، وَالرَّابِعُ بِالْجَهَالَةِ، وَالْخَامِسُ بِالْبِدْعَةِ، وَالْمُرَادُ بِكِذْبِ الرَّاوِي: أَنَّهُ ثَبَتَ كِذْبُهُ فِيْ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِمَّا بِإِقْرَارِ الْوَاضِعِ أَوْ بِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْقَرَائِنِ وَحَدِيْثُ الْمَطْعُوْنِ بِالْكِذْبِ يُسَمّٰى مَوْضُوْعاً.

ترجمہ: بہر حال عدالت سے متعلق اقسام طعن تو وہ پانچ ہیں: پہلا کذب، دوسرا اتہام کذب، تیسرا فسق، چوتھا جہالت، اور پانچواں بدعت، اور کذب راوی سے مراد یہ ہے کہ اس کا کذب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہو یا تو واضع کے اقرار سے یا اس کے علاوہ دیگر قرائن سے اور مطعون بالکذب (راوی) کی حدیث کا نام موضوع رکھا جاتا ہے۔

تشریح: جن وجوہات سے راوی کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے وہ دس ہیں، پانچ عدالت سے متعلق اور پانچ ضبط سے متعلق، اس فصل میں عدالت سے متعلق پانچ اسباب طعن کا ذکر ہے (اور ضبط سے متعلق پانچ اسباب طعن کا ذکر اگلی فصل میں آرہا ہے)

الغرض عدالت کو مجروح کرنے والے اسباب پانچ ہیں (۱) کذب (۲) اتہام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت۔

کذب راوی: اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی کا ''حدیث نبوی'' میں جھوٹ بولنا ثابت ہو جس کی صورت یہ ہے کہ جان بوجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہو ایسی جھوٹی حدیث کو محدثین کی اصطلاح میں حدیث موضوع کہا جاتا ہے جیسے: "عن محمد بن شجاع البلخي عن حسان بن هلال عن حماد بن سلمة عن أبي المهزم عن أبي هريرة مرفوعا ان المرء خلق الفرس فأجراها فخلق نفسه منها''. (تدريب الراوی: ۱/ ۲۳۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ روایت،''موضوع'' کی مثال ہے کیوں کہ اس حدیث میں ''محمد بن شجاع'' راوی بددین تھا اور حدیث وضع کرتا تھا، اسی طرح اس میں ایک راوی ''ابوالمہز م'' بھی ہے، اس کے متعلق امام شعبہ کا قول ہے کہ اگر اس کو دس درہم دو گے تو یہ پچاس حدیثیں گھڑ دے گا۔

اما باقرار الوضع أو بغير ذلك من القرائن : کسی بھی حدیث کے موضوع ہونے کا علم کیسے ہو؟ تو شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، یا تو واضع کے اقرار سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث موضوع ہے یعنی اگر خود واضع نے اقرار کرلیا کہ میں نے اتنی حدیثیں یا فلاں فلاں حدیثیں وضع کی ہیں تو اس کی تمام روایات موضوع سمجھی جائیں گی جیسے ابوعصمہ سے پوچھا گیا کہ قرآن کریم کی سورتوں کے الگ الگ فضائل عکرمہ عن ابن عباس کی سند سے تم کیسے بیان کرتے ہو جب کہ عکرمہ کے دوسرے شاگرد بیان نہیں کرتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ قرآن کریم سے اعراض کر کے ابوحنیفہؒ کے فقہ اور محمد بن اسحٰقؒ کی مغازی میں مشغول ہو گئے ہیں تو میں نے یہ حدیثیں ثواب کی امید پر وضع کر دی ہیں (بہجۃ النظر:۱۴۰)

اسی طرح عمر بن صبیحؒ نے اقرار کیا کہ میں نے خطبات جمعہ وضع کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے، نیز عبدالعزیز بن حارث تمیمی سے پوچھا گیا کہ ''مکہ مکرمہ'' کیسے فتح ہوا؟ غلبہ کے ذریعہ یا صلح کے ذریعہ؟ تو اس نے کہا غلبہ کے ذریعہ، جب اس سے دلیل کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے کہا: ''حدثنا ابن أبی الصواف ،حدثنا عبد الله بن احمد ،حدثنا أبی ،حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن أنس أن الصحابة اختلفوا فی فتح مكة أكان صلحا أو عنوة ،فسألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عنوة''.

اس نے بعد میں اقرار کرلیا کہ خصم کو خاموش کرنے کے لئے میں نے یہ حدیث گھڑی تھی (امعان النظر:۱۲۲ بحوالہ تحفۃ القمر:۲۳۱)

اس کے علاوہ دیگر قرائن سے بھی وضع کا علم ہوسکتا ہے جیسا کہ راوی کی حالت ایسی ہو کہ جس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے معلوم ہو جائے کہ اس کی حدیث موضوع ہے، مثلاً یہ کہ وہ امراء اور بادشاہوں سے تقرب کا بہت زیادہ خواہاں ہو یا اپنی خواہش نفس کا پرستار ہو، جس کی وجہ سے اس مطلب کے حصول کے لئے وضعِ حدیث سے بھی دریغ نہ کرے، جس راوی کی یہ حالت ہوگی یہ قرینہ ہوگا اس کی حدیث کے موضوع ہونے پر، اس کی توضیح کے لئے یہ دو واقعہ اختیاری مطالعہ کے تحت درج کیے جا رہے ہیں۔

اختیاری مطالعہ

(۱) مامون بن احمد کے پاس یہ اختلاف چھڑ گیا کہ حسن بصریؒ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا سنا ہے اور فوراً ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک سند متصل گھڑی جس میں یہ مذکور تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن بصریؒ نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے سنا ہے یہ اپنی خواہش نفس کی پرستاری کے سوا اور کیا ہے جس نے مامون بن احمد کو یہ بات وضع کرنے پر ابھارا۔

(۲) غیاث بن ابراہیم "خلیفہ مہدی" کے پاس جب پہونچا تو اس کو کبوتر سے کھیلتے ہوئے دیکھ کر فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک سند بیان کر کے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: لا سبق الا فی نصل أو خف أو حافر أو جناح، غیاث بن ابراہیمؒ نے بڑی ہوشیاری سے ایک ایسی حدیث میں جو کہ "مسند احمد اور سنن اربعہ" کے اندر درج ہے، "أو جناح" کا لفظ بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے بڑھا دیا، حسن اتفاق کہ مہدی نے وضع کئے جانے کو تاڑ لیا اور کبوتر کو ذبح کرنے کا حکم صادر فرما دیا، غیاث کو تقرب کی خواہش ہی نے اس وضع پر آمادہ کیا تھا (تحفة القمر: ۲۳۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَمَنْ ثَبَتَ عَنْهُ تَعَمُّدُ الكِذْبِ فِيْ الحَدِيْثِ وَإِنْ كَانَ وُقُوْعُهُ فِيْ العُمْرِ مَرَّةً وَإِنْ تَابَ مِنْ ذٰلِكَ لَمْ يُقْبَلْ حَدِيْثُهُ أَبَداً، بِخِلافِ شَاهِدِ الزُّوْرِ إِذَا تَابَ، فَالمُرَادُ: "بِالحَدِيْثِ المَوْضُوْعِ" فِيْ اصْطِلاحِ المُحَدِّثِيْنَ هٰذَا، لا أَنَّهُ ثَبَتَ كِذْبُهُ وَعُلِمَ ذٰلِكَ فِيْ هٰذَا الحَدِيْثِ بِخُصُوْصِهِ. وَالمَسْأَلَةُ ظَنِّيَّةٌ، وَالحُكْمُ بِالوَضْعِ وَالافْتِرَاءِ بِحُكْمِ الظَّنِّ الغَالِبِ، وَلَيْسَ إِلَى القَطْعِ وَاليَقِيْنِ بِذَالِكَ سَبِيْلٌ، فَإِنَّ الكَذُوْبَ قَدْ يَصْدُقُ، وَبِهٰذَا يَنْدَفِعُ مَا قِيْلَ فِيْ مَعْرِفَةِ الوَضْعِ بِإِقْرَارِ الوَاضِعِ أَنَّهُ يَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ كَاذِباً فِيْ هٰذَا الإِقْرَارِ، فَإِنَّهُ يُعْرَفُ صِدْقُهُ بِغَالِبِ الظَّنِّ وَلَوْلا ذٰلِكَ لَمَا سَاغَ قَتْلُ المُقِرِّ بِالقَتْلِ وَلا رَجْمُ المُعْتَرِفِ بِالزِّنَا، فَافْهَمْ.

ترجمہ: اور جس شخص سے حدیث میں جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے، اگر چہ عمر میں ایک ہی مرتبہ ہو، اور اگر چہ توبہ کر لے، (پھر بھی) اس کی حدیث کبھی قبول نہیں کی جائے گی، بر خلاف جھوٹے گواہ کے، بشرطیکہ توبہ کر لے، محدثین کی اصطلاح میں حدیث موضوع سے مراد یہی ہے، نہ کہ اس کا کذب اسی خاص حدیث میں معلوم اور ثابت ہو، اور مسئلہ ظنی ہے، اور وضع اور افتراء کا فیصلہ ظن غالب پر ہوتا ہے، اور اس کی طرف قطعیت اور یقین کا کوئی راستہ نہیں ہے؛ اس لیے کہ جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے، اور اس سے وہ اعتراض دور ہو گیا جو ''واضع کے اقرار سے وضع کو جاننے'' کی صورت میں کیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ اس اقرار میں جھوٹا ہو، اس لیے کہ اس کا صدق تو ظن غالب سے جانا گیا ہے، اور اگر وہ جائز نہ ہو تو ''مقر بالقتل کو قتل کرنا'' اور ''معترف بالزنا کو رجم کرنا'' بھی جائز نہ ہوگا، اس کو سمجھ لیجیے۔

تشریح: اس عبارت میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) عمداً حدیث میں کذب بیانی کرنے والے کا حکم (۲) ''حدیث موضوع'' سے محدثین کی مراد؟ (۳) ایک اعتراض اور اس کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب۔

عمداً حدیث میں کذب بیانی کرنے والے کا حکم: جس شخص کے متعلق حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کذب بیانی کا ثبوت ہو جائے، اگرچہ زندگی میں ایک بار ہی ہو، تو توبہ کے باوجود اس کی کوئی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اس کے برخلاف ''جھوٹا گواہ'' اگر بعد میں توبہ کر لے، تو پھر اس کی گواہی قبول ہوتی ہے۔

حدیث موضوع سے محدثین کی مراد؟: محدثین کی اصطلاح میں ''حدیث موضوع'' سے مراد یہی ہے کہ جس راوی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب کا ثبوت ہو جائے تو اس کی ساری مرویات ''موضوع'' قرار پائیں گی، یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف وہی حدیث موضوع ہوگی، جس میں جھوٹ پکڑا گیا ہے، اور اس کی بقیہ مرویات موضوع نہیں کہلائیں گی، ایسا نہیں ہے، بل کہ ایک مرتبہ جھوٹ پکڑا جانے کے بعد اس کی روایت کردہ ساری احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب: اعتراض یہ ہے کہ آپ نے ماقبل میں کہا کہ ''اگر واضع خود اقرار کر لے کہ یہ حدیث موضوع ہے'' تو اس حدیث کو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی تمام مرویات کو ''موضوع'' سمجھا جائے گا، حالاں کہ یہاں احتمال اس بات کا بھی ہے کہ حقیقت میں وہ حدیث ''موضوع'' نہ ہو اور واضع اپنے اقرار میں جھوٹا ہو۔

اس کا جواب شیخ عبدالحق دے رہے ہیں کہ ''وضع حدیث کا مسئلہ ظنی ہے، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کا فیصلہ ظن غالب پر کیا جاتا ہے، اس بارے میں قطعی اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حدیث موضوع ہے، کیوں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر کوئی راوی کسی حدیث میں جھوٹ بولتا پکڑا گیا تو اس کی ہر حدیث جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہو، اس لیے کہ بسا اوقات جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، تو یہ ممکن ہے کہ اس نے صرف ایک ہی حدیث میں جھوٹ بولا ہو، اور بقیہ میں نہ بولا ہو، مگر جب ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مرتبہ اس کا جھوٹ حدیث نبوی میں ثابت ہوگیا تو ظن غالب یہی ہے کہ اس نے بقیہ حدیثوں میں بھی جھوٹ بولا ہوگا۔ اور ظن غالب ہی پر شریعت کے بہت سارے مسائل کا مدار ہے، اگر ظن غالب کا اعتبار نہ ہوتا تو ''قتل کا اقرار کرنے والے'' کو قتل کرنا اور ''زنا کا اعتراف کرنے والے'' کو سنگ سار کرنا جائز نہ ہوتا؛ کیوں کہ یہاں بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اقرار میں جھوٹا ہو، لیکن چوں کہ ظن غالب یہی ہے کہ جب اقرار کیا ہے تو سچ ہی ہوگا، اس لیے اس پر سزائیں جاری کی جاتی ہیں''۔

اختیاری مطالعہ

(ا) تشریح کے تحت آپ نے پڑھا کہ حدیث نبوی میں کذب بیانی کرنے والے اگر چہ توبہ کرلیں، اس کی روایت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی، اور ان کی تمام مرویات باطل اور نا قابل استدلال سمجھی جائیں گی، یہ امام احمد ابن حنبل، امام بخاری کے استاذ اور امام شافعی کے شاگرد شیخ ابو بکر حمیدی، اور ابو بکر صیرفی کا مسلک ہے۔

لیکن اس مسلک پر امام نوویؒ بہت برہم ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''ان حضرات کا مذکورہ قول ضعیف، اور قواعد شرعیہ کے مخالف ہے، اور مختار قول یہ ہے کہ وضع حدیث سے بھی توبہ یقینی طور پر صحیح ہے، اور توبہ کے بعد اس کی روایت قبول کی جائے گی، بہ شرط کہ اس کی توبہ صحت توبہ کے معروف شرطوں کے مطابق صحیح ہوجائے''۔

ثم انه من كذب عليه صلى الله عليه وسلم عمدا في حديث واحد فسق وردت رواياته كلها وبطل الاحتجاج بجميعها، فلو تاب وحسنت توبته فقد قال: جماعة من العلماء منهم احمد بن حنبل، وأبو بكر الحميدى شيخ البخارى وصاحب الشافعي، وأبو بكر الصيرفي من فقهاء أصحابنا لا تؤثر توبته في ذلك، ولا تقبل رواياته ابدا، قلت وهذا الذى ذكره هولاء الأئمة ضعيف، مخالف للقواعد الشرعية، والمختار القطع بصحة توبته في هذا وقبول رواياته بعدها اذا صحت توبته بشروطها المعروفة"(شرح النووى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیٰ مقدمة مسلم: ۶۹/۱)

اورابوالشیخ ابوالفیض الفارسی لکھتے ہیں:

"اختلفوا فی قبول روایة التائب من الکذب علیه بعد ما اتفقوا علی ردها قبول التوبة، فقیل لو تاب وحسنت توبته قبلت روایته بعدها، وقیل: لا تقبل أبدا، والأول هو المختار عند المتأخرین والآخر عند المتقدمین. (جواهر الأصول: ٤٥ بحواله شرح مقدمة الشیخ: ٦٨)

(ترجمہ)''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی سے تائب کی راویت قبول کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، جب کہ ایسے شخص کی قبل از توبہ روایت کے رد کرنے میں سب متفق ہیں، پس کہا گیا ہے کہ اگر ایسا شخص خلوص دل سے توبہ کرلے تو اس توبہ کے بعد اس کی رایت قبول کی جائے گی، اور کہا گیا ہے کہ ایسے شخص کی روایت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی، علماء متأخرین کے نزدیک پہلا قول مختار ہے، جب کہ علماء متقدمین کے نزدیک دوسرا قول۔

شیخ عبدالحق نے اس مسئلہ میں متقدمین کے قول کو اختیار کیا ہے۔

(۲) محدثین کے نزدیک دو اصطلاحیں قریب قریب ہیں، ''موضوع'' اور ''لا یصح''، لیکن ان دونوں میں باریک فرق ہے، اس لیے کہ پہلا یعنی ''موضوع'' مردود ہے، اور دوسرا یعنی ''لا یصح''، حسن اور ضعیف بھی ہوسکتا ہے۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۸۷)

(۳) حدیث موضوع کا حکم: حدیث موضوع کو روایت کرنا (خواہ احکام میں ہو یا ترغیب میں) حرام ہے، اور اس سے کسی چیز کو اخذ کرنا باطل ہے۔ (مختصر الجرجانی بشرحہ ظفر الامانی: ۴۲۸ بحوالہ مقدمہ فی اصول الحدیث: ۴۲۸)

(۴) وضع حدیث کا حکم: وضع حدیث خواہ کسی بھی مقصد کے تحت ہو، اور کسی بھی موضوع سے متعلق ہو، ایسا کرنا قطعاً حرام ہے، یہی جمہور علماء اسلام کا مسلک ہے، ان کی دلیل یہ روایت ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار"

یہ حدیث قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت اس پر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنا حرام ہے۔

البتہ بعض کرامیہ اور نام نہاد صوفیاء کا مسلک یہ ہے کہ "احکام شرعیہ میں حدیث وضع کرنا تو ناجائز ہے، البتہ ترغیب وترہیب سے متعلق حدیثیں وضع کرنا جائز ہے"۔ ان لوگوں کی دو دلیل ہیں، ایک یہ کہ حدیث مذکور کے بعض طرق میں یہ اضافہ ہے "ليضل به الناس" جس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنا اس وقت حرام ہے جب کہ اس کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا ہو، اور ہم تو راہِ راست پر لانے کے لیے ایسا کرتے ہیں، اس لیے ہم اس وعید میں داخل نہیں ہیں، اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ کسی "صحیح" یا "حسن" طریقہ پر یہ زیادتی ثابت نہیں، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ثابت بھی ہو تو شاذ کے قبیل سے ہے، لہٰذا یہ استدلال درست نہیں۔

ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث مذکور میں لفظ "علی" مستعمل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے لیے حدیث وضع کرنا حرام ہے، کیوں کہ لفظ "علی" اضرار کے لیے آتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال، لغت کے استعمال سے جہالت پر مبنی ہے؛ کیوں کہ لغت میں کذب "علی" صلہ کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے۔ (تحفۃ القمر:۲۳۹)

(۵) اسباب وضع: وہ کون سے اسباب ہیں جو واضعین حدیث کو وضع پر ابھارتے ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "نخبۃ الفکر" میں اس کے پانچ اسباب بیان فرمائے ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) بے دینی: جیسے زندیق (جو کہ دل میں تو کفر چھپائے ہوتا ہے، اور زبان سے اسلام ظاہر کرتا ہے) کا دین اسلام کو نقصان پہنچانے لیے احادیث وضع کرنا، حماد بن زید کا قول ہے کہ "زندیقوں نے چودہ ہزار حدیثیں وضع کر دی ہیں" ایسے حضرات یہ ہیں: عبدالکریم بن ابی العوجاء، محمد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بن سعید مصلوب شامی، اور حارث کذاب وغیرہ۔(الباعث الحثیث:۸۴)

ابن عدی فرماتے ہیں کہ ’’جب عبد الکریم کو قتل کرنے کے لیے لایا گیا تھا، تو اس نے کہا ’’میں نے تمہارے اندر چار ہزار حدیثیں وضع کر کے پھیلا دی ہے، جن میں حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کر دیا ہے۔(شرح الشرح:۴۴۶)

(ب) جہالت کی زیادتی: جیسے نام نہاد صوفیہ جہالت کی وجہ سے بعض احادیث وضع کر دیتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے کہ ابو عبد الرحمان بن اسماعیل عدوی بصری کہتے ہیں کہ ’’میں نے اپنے بعض اساتذہ سے قرآن کریم کی سورتوں کے فضائل، حضرت ابی ابن کعبؓ کی طویل روایت سے سنا، تو میں نے استاذ سے پوچھا کہ: آپ سے کس نے بیان کیا؟ استاذ نے جواب دیا: ’’مدائن کے ایک شخص نے اور وہ ابھی زندہ ہے‘‘۔ ابو عبد الرحمان اس مدائنی کے پاس پہنچے، اور پھر یکے بعد دیگرے چند لوگوں کے بعد ایک شخص کے پاس پہنچے، اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ایک گھر میں داخل کیا، ابو عبد الرحمان کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جماعت نام نہاد صوفیوں کی وہاں بیٹھی ہوئی ہے، جس میں ایک شخص ہے، لے جانے والے رہبر نے بتایا کہ ’’اسی شخص نے یہ حدیث بیان کی ہے‘‘۔ ابو عبد الرحمان نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ حدیث کس سے سنی؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ’’میں نے تو کسی سے نہیں سنی، بل کہ بات یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن کریم سے اعراض کر رہے ہیں، تو میں نے یہ حدیث وضع کر دی ہے، تاکہ لوگوں کے قلوب قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوں۔(امعان النظر:۱۲۶)

(ج) افراط عصبیت اور اپنے مذہب کے تئیں شدت تعصب: جیسا کہ بعض مقلدین اس غرض سے حدیث وضع کرتے ہیں، مثلاً ابن ابی حاتم نے خوارج کے ایک شخص سے نقل کیا کہ اس نے کہا: ’’جب ہم کوئی رائے اختیار کرتے ہیں تو اس کے لیے حدیث وضع کر لیتے ہیں‘‘۔ اسی طرح مامون بن احمد سے کہا گیا کہ ’’امام شافعی اور خراسان میں ان کے متبعین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟‘‘ تو اس نے فوراً یہ حدیث وضع کر دی: ”حدثنا أحمد بن عبد الله، عن عبيد الله بن معدان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الأزدی،عن أنس مرفوعا:یکون فی أمتی رجل،یقال له:محمد بن ادریس،أضر علی أمتی من ابلیس،ویکون فی أمتی رجل یقال له:أبو حنیفةھو سراج أمتی"

محمد بن عکاشہ کرمانی سے کہا گیا کہ کچھ لوگ رکوع میں جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے ہیں،تو فورا اس نے یہ حدیث وضع کردی:"حدثنا المسیب بن واضح،حدثنا ابن المبارك،عن یونس بن یزید،عن الزهری عن أنس مرفوعا"من رفع یدیه فی الرکوع فلا صلوٰة له"(الباعث الحثیث:۸٤،تدریب الراوی:۲۳۵/۱)

(د)اپنے آپ کو یا حدیث کو لوگوں کے درمیان مشہور کرنے کے لیے نئی نئی چیزیں وضع کرنا،مثلا ابو جعفر محمد الطیالسی کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین نے "رصافہ" کی مسجد میں نماز پڑھی،نماز کے بعد ایک قصہ گو کھڑا ہوا،اور اس نے یہ عجیب وغریب حدیث وضع کر کے سنائی:

حدثنا أحمد بن حنبل ویحیٰ ابن معین قالا حدثنا عبد الرزاق،عن معمر عن قتادة عن أنس قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال:لا اله الا الله خلق الله من کل کلمة طیرا منقاره من ذهب وریشه من مرجان الخ".

اس طرح اس نے تقریبا ۲۰/اوراق پر مشتمل من گھڑت قصہ سنایا،ادھر احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین سراپا تعجب بنے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ آپ نے اس شخص سے یہ قصہ بیان کیا ہے؟ دونوں ایک دوسرے کو جواب دیتے ہیں کہ میں نے تو بخدا اسی وقت سنا ہے،جب وہ شخص قصہ سنا کر ھدایا وتحائف لے چکا،اور بقیہ لوگوں کا انتظار کر رہا تھا،تو یحیٰ بن معین نے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس کو بلایا،وہ جلدی سے آگے بڑھا،یہ سمجھتے ہوئے کہ ھدیہ ملے گا،مگر یحیٰ بن معین نے اس سے پوچھا کہ"تم سے کس نے یہ حدیث بیان کی ہے؟"اس نے جواب دیا کہ احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین نے،معین نے کہا:میں یحیٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں،ہم نے تو کوئی حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کی نہیں سنی؟اس نے کہا:واہ واہ،میں سنا کرتا تھا کہ یحیٰ بن معین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احمق ہیں، اس وقت ثابت ہوا کہ واقعی احمق ہیں، کیا تم دونوں کے علاوہ احمد ابن حنبل اور یحیٰ بن معین کوئی اور نہیں ہیں، میں نے تو سترہ احمد ابن حنبل اور یحیٰ بن معین سے حدیثیں لکھی ہیں، امام احمد ابن حنبل نے آستین سے اپنا منہ چھپا کر کہا کہ چھوڑو، اس کو جانے دو! وہ شخص ان دونوں کا مذاق اڑاتے ہوئے رفو چکر ہوگیا۔(الباعث الحثيث: ۸۵ بحواله تحفة القمر شرح نخبة الفكر: ۲۳۶-۲۳۹)

(ح) امراء وسلاطین کا تقرب اور ان کی خواہشات نفس کی پیروی، جیسا کہ غیاث بن ابراہیم کی روایت ماقبل میں گذری۔

(۶) ''حدیث موضوع'' کے الفاظ کس کے ہوتے ہیں؟ حدیث موضوع کے الفاظ کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں؟ ان میں سے کئی حسب ذیل ہیں:

(الف) کبھی واضع کے خود اپنے الفاظ ہوتے ہیں، جیسے سیف ابن عمر تمیمی کہتے ہیں کہ ''میں سعد ابن طریف'' کے پاس تھا، کہ اتنے میں اس کا بیٹا مکتب سے روتا ہوا آیا، اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ بیٹے نے کہا: استاذ نے مارا ہے، اس نے کہا: میں آج اس کو رسوا کرتا ہوں، اور اس کے بعد یہ حدیث گھڑی:

''حدثني عكرمة عن ابن عباس مرفوعا''معلموا صبيانكم شراركم، أقلهم رحمة، وأغلظهم على المسلمين''(امعان النظر: ۱۲۶)

(ب) بسا اوقات دوسرے کا کلام لے لیتا ہے، مثلاً سلف صالحین میں، حضرت علیؓ، حضرت حسن بصری، مالک بن دینار، اور جنید بغدادی وغیرہ کے کلام، اسی طرح قدیم حکماء میں حارث بن کلدہ، بقراط، سقراط اور افلاطون وغیرہ کے کلام، جیسے اول الذکر کا یہ کلام ''المعدة بيت الداء، والحمية رأس الدواء''، اسی طرح علماء بنی اسرائیل کے اقوال۔(ایضا)

(ج) کبھی واضع، ضعیف حدیث والی سند لے کر اس کے ساتھ صحیح سند جوڑ کر لوگوں میں بیان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر دیتا ہے؛ تاکہ وہ مشہور ہو جائے، اس صورت میں کلام تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہوتا ہے؛ مگر چوں کہ اس کے ساتھ غلط سند جوڑی گئی ہے، اس لیے وہ حدیث موضوع ہوگی، لیکن یاد رہے کہ اس کا موضوع ہونا باعتبار سند ہے نہ کہ باعتبار متن۔

وَأَمَّا اِتِّهَامُ الرَّاوِیْ بِالْکِذْبِ فَبِأَنْ یَکُوْنَ مَشْهُوْراً بِالْکِذْبِ وَمَعْرُوْفاً بِه فِیْ کَلامِ النَّاسِ وَلَمْ یَثْبُتْ کِذْبُهٗ فِیْ حَدِیْثِ النَّبَوِیِّ، وَفِیْ حُکْمِه رِوَایَةُ مَا یُخَالِفُ قَوَاعِدَ مَعْلُوْمَةً ضَرُوْرِیَّةً فِیْ الشَّرْعِ کَذا قِیْلَ، وَیُسَمّٰی هٰذا الْقِسْمُ مَتْرُوْکاً، کَمَا یُقَالُ حَدِیْثُهٗ مَتْرُوْکٌ، وَفُلانٌ مَتْرُوْکُ الْحَدِیْثِ، وَهٰذا الرَّجُلُ إِنْ تَابَ وَصَحَّتْ تَوْبَتُهٗ وَظَهَرَتْ أَمَارَاتُ الصِّدْقِ مِنْهُ جَازَ سِمَاعُ الْحَدِیْثِ مِنْهُ، وَالَّذِیْ یَقَعُ مِنْهُ الْکِذْبُ أَحْیَاناً نَادِراً فِیْ کَلامِه غَیْرِ الْحَدِیْثِ النَّبَوِیِّ فَذٰلِکَ غَیْرُ مُؤَثِّرٍ فِیْ تَسْمِیَةِ حَدِیْثِه بِالْمَوْضُوْعِ أَوِ الْمَتْرُوْکِ، وَإِنْ کَانَتْ مَعْصِیَةً.

ترجمہ: اور بہر حال راوی کا متہم بالکذب ہونا تو بایں طور کہ وہ (راوی) لوگوں کے (ساتھ) گفتگو میں کذب کے ساتھ مشہور و معروف ہو، اور اس کا کذب حدیث نبوی میں ثابت نہ ہو اور اسی کے حکم میں اس (راوی) کی روایت ہے جو "قواعد معلومہ ضروریہ فی الشرع" کے خلاف ہو، ایسا ہی کہا گیا ہے اور اس قسم کا نام متروک رکھا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "اس کی حدیث متروک ہے" اور "فلاں متروک الحدیث ہے" اور اگر یہ آدمی توبہ کرے اور اس کی توبہ صحیح ہو جائے اور اس کی جانب سے صدق کی علامت ظاہر ہو جائے تو اس سے حدیث کا سننا جائز ہے اور جس شخص کی گفتگو میں جھوٹ کبھی کبھار واقع ہوتی ہے حدیث نبوی کے علاوہ میں، تو وہ (کبھی کبھار جھوٹ بولنا) اس کی حدیث کے موضوع یا متروک نام رکھے جانے میں مؤثر نہیں ہے اگر چہ وہ (جھوٹ) گناہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح: اس عبارت میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں: (۱) متہم بالکذب کی تعریف (۲) متہم بالکذب کا حکم (۳) کبھی کبھار جھوٹ بولنے والے راوی کا حکم۔

متہم بالکذب کی تعریف: وہ راوی ہے جو لوگوں کے ساتھ باہمی گفتگو میں جھوٹ بولنے میں تو مشہور و معروف ہو؛ لیکن حدیث نبوی میں اس کا کذب ثابت نہ ہو، اسی طرح جو راوی "قواعد معلومہ ضروریہ فی الشرع" کے خلاف روایت کرے اس کو بھی "متہم بالکذب" کہتے ہیں:

شرح تعریف: اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی کے متعلق یہ بات تو ثابت نہیں ہوئی کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصداً کوئی جھوٹی بات منسوب کی ہے؛ مگر کچھ قرائن ایسے پائے جاتے ہیں، جن سے اس قسم کی بدگمانی ہوتی ہے، ایسے قرائن دو ہیں: ایک یہ کہ وہ کوئی ایسی حدیث روایت کرے جو شریعت کے بدیہی اصولوں کے خلاف ہو، (اسی کی طرف شیخ عبدالحقؒ نے اپنے قول "وفی روایة ما یخالف قواعد معلومة ضروریة فی الشرع" سے اشارہ کیا ہے) دوسرا یہ کہ اس کا عام گفتگو میں لوگوں کے ساتھ جھوٹ بولنا مشہور و معروف ہو (اس کی طرف "فبأن یكون مشهورا بالكذب ومعروفا به فی كلام الناس ولم یثبت كذبه فی الحدیث النبوی" سے اشارہ کیا ہے۔

"متہم بالکذب راوی" کی روایت کا نام "متروک" ہے، چنانچہ جب محدثین کہیں کہ "حدیثه متروك" یا "فلان متروك الحدیث" تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس کا راوی "متہم بالکذب" ہے۔

﴿نوٹ﴾ "قواعد معلومہ ضروریہ فی الشرع: یہ ایک اصطلاحی عبارت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ دین اسلام کے وہ بنیادی مسائل جو اپنی شہرت و عمومیت کے لحاظ سے دائرہ عموم میں داخل ہو گئے ہیں، اور کافة الناس کو معلوم ہے کہ یہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و مسائل ہیں، جیسے وحدانیت، رسالت، ختم نبوت، بعث و جزاء، نماز و زکوٰۃ کی فرضیت اور شراب کی حرمت وغیرہ۔ (شرح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

المقدمہ:۷۰)

''حدیث متروک'' کی مثال: صدقه الدقيقي عن فرقد بن يعقوب، عن مرة بن شراحيل، عن أبي بكر الصديق مرفوعا"لا يدخل الجنة خب ولامنان ولا بخيل"(ترمذی: كتاب البر وباب ماء في البخيل)

اس میں ''فرقد بن یعقوب''متہم بالکذب راوی ہے،اس لیے یہ راویت متروک ہے۔(تدریب الراوی ۱/۲۰۱)

متہم بالکذب راوی کا حکم: اگر صحیح طور پر سچے دل سے توبہ کرلے،اور سچائی کی علامتوں کا اس سے ظہور ہوجائے تو پھر اس سے حدیث کی سماعت جائز ہوگی۔

کبھی کبھار جھوٹ بولنے والے راوی کا حکم: جس شخص سے کلام نبوی کے بجائے اپنی باہمی بات چیت میں کبھی کبھار جھوٹ کا صدور ہوجاتا ہو،تو یہ بھی اگرچہ گناہ ہے،لیکن صرف کبھی کبھار جھوٹ بولنے کی بناپر اس کی حدیث کو''موضوع''یا''متروک''نہیں کہا جائے گا۔

اختیاری مطالعہ

(۱)''حدیث متروک'' کا درجہ''حدیث موضوع''کے بعد آتا ہے۔

وَأَمَّا الفِسْقُ: فَالمُرَادُ بِه الفِسْقُ فِي العَمَلِ دُوْنَ الاعْتِقَادِ فَإِنَّ ذٰلِكَ دَاخِلٌ فِي البِدْعَةِ وَأَكْثَرُ مَا يُسْتَعْمَلُ البِدْعَةُ فِي الاعْتِقَادِ، وَالكِذْبُ وَإِنْ كَانَ دَاخِلاً فِي الفِسْقِ لٰكِنَّهُمْ عَدُّوْهُ أَصْلاً عَلٰى حِدَةٍ لِكَوْنِ الطَّعْنِ بِه أَشَدَّ وَأَغْلَظَ.

ترجمہ: اور بہر حال''فسق''تو اس سے مراد''فسق عملی''ہے،نہ کہ''فسق اعتقادی''اس لیے کہ وہ بدعت میں داخل ہے،اور عام طور پر بدعت (کا لفظ) اعتقاد کے لیے استعمال ہوتا ہے،اور کذب اگرچہ''فسق''میں داخل ہے؛لیکن محدثین نے اس کو علیحدہ شمار کیا ہے،اس لیے کہ اس کی وجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے طعن شدید اور سخت ہوتا ہے۔

تشریح: "عدالت" کو مجروح کرنے والا تیسرا سبب "فسق" ہے۔ فسق کی دو قسمیں ہیں (۱) فسق عملی (۲) فسق اعتقادی۔ فسق عملی کا مطلب ہوتا ہے کہ "راوی کسی قولی یا فعلی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو"، جیسے ناحق قتل، زنا، چوری، شراب نوشی اور چغل خوری وغیرہ۔ اور فسق اعتقادی کا مطلب ہوتا ہے کہ "راوی کے اعتقاد میں خرابی ہو"، جیسے اعتزال، رفض اور خروج وغیرہ۔

یہاں عبارت میں "فسق" سے "فسق عملی" مراد ہے، "فسق اعتقادی" مراد نہیں ہے؛ اس لیے کہ "فسق اعتقادی" تو بدعت میں داخل ہے۔ (اور اس کا بیان آگے مستقلاً آ رہا ہے) اور لفظ بدعت کا استعمال عام طور پر "فسق اعتقادی" کے لیے ہی ہوتا ہے۔

والكذب وان كان داخلا في الفسق: یہ ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ "کذب" "فسق میں داخل ہے، تو صرف "فسق" کو بیان کر دینا کافی تھا، کذب کو الگ سے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی؟۔ اس کا جواب مصنف دے رہے ہیں کہ "فن حدیث میں کذب کی وجہ سے چوں کہ سب سے زیادہ سخت جرح ہوتی ہے، اس لیے محدثین کرام اس کو علیحدہ ذکر کرتے ہیں، گویا وہ ایک مستقل نوع ہے۔

"راوی فاسق" کی روایت کی مثال: ابو علی الاھوازی نے روایت کیا: "رأيت ربي يوم عرفة بعرفات على جمل أحمر عليه ازارك" یہ راوی اعلیٰ درجہ کا فاسق تھا (منہج النقد: ۳۰۲)

اختیاری مطالعہ

(۱) "مطعون بالفسق راوی" کی راویت کا نام بھی "منکر" رکھا جاتا ہے۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۹۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَأَمَّا جَهَالَةُ الرَّاوِیْ فَإِنَّهُ أَیْضاً سَبَبٌ لِلطَّعْنِ فِی الْحَدِیْثِ لأَنَّهُ لَمَّا لَمْ یُعْرَفْ اِسْمُهُ وَذَاتُهُ وَلَمْ یُعْرَفْ حَالُهُ وَأَنَّهُ ثِقَةٌ أَوْ غَیْرُ ثِقَةٍ، کَمَا یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ أَوْ أَخْبَرَنِیْ شَیْخٌ وَیُسَمّٰی هٰذامُبْهَماً وَحَدِیْثُ الْمُبْهَمِ غَیْرُ مَقْبُوْلٍ إِلَّا أَنْ یَکُوْنَ صَحَابِیًّا لأَنَّهُمْ عُدُوْلٌ، وَإِنْ جَاءَ الْمُبْهَمُ بِلَفْظِ التَّعْدِیْلِ کَمَا یَقُوْلُ: أَخْبَرَنِیْ عَدْلٌ أَوْ حَدَّثَنِیْ ثِقَةٌ، فَفِیْهِ اخْتِلَافٌ وَالأَصَحُّ أَنَّهُ لا یُقْبَلُ لأَنَّهُ یَجُوْزُ أَنْ یَکُوْنَ عَدْلاً فِیْ اعْتِقَادِهِ لا فِیْ نَفْسِ الأَمْرِ، وَإِنْ قَالَ ذٰلِکَ إِمَامٌ حَاذِقٌ قُبِلَ.

ترجمہ: اور بہر حال راوی کا مجہول ہونا تو وہ بھی حدیث میں طعن کا سبب ہے؛ اس لیے کہ جب اس کا نام اور اس کی ذات معلوم نہیں ہوگی تو اس کا حال اور یہ کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ معلوم نہیں ہوگا، مثلاً کہے ''مجھ سے ایک آدمی نے بیان کیا'' یا ''مجھے ایک شیخ نے خبر دی''، اور اس کا نام ''مبہم'' رکھا جاتا ہے، اور مبہم کی حدیث مقبول نہیں ہے، مگر یہ کہ وہ صحابی ہو؛ اس لیے کہ وہ عادل ہیں، اور اگر ''مبہم'' لفظ تعدیل کا استعمال کرے، جیسے کہے کہ ''مجھے ایک عادل نے خبر دی'' یا مجھ سے ایک ثقہ نے بیان کیا'' تو اس میں اختلاف ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ (مبہم کی تعدیل) مقبول نہیں ہے، اس لیے کہ ممکن ہے کہ وہ اس کے اعتقاد میں عادل ہو، حقیقت میں عادل نہ ہو، اور اگر ماہر امام کہے تو مقبول ہے۔

تشریح: ''عدالت'' کو مجروح کرنے والا چوتھا سبب ''راوی کا مجہول ہونا'' ہے، ''راوی کے مجہول ہونے'' سے مراد یہ ہے کہ راوی کا نام معلوم ہو اور نہ ہی ان کی شخصیت، تو یہ بھی حدیث میں طعن کا سبب ہے، اس کی بنا پر حدیث غیر مقبول ہو جاتی ہے، کیوں کہ جب راوی کا نام اور اس کی شخصیت معلوم نہیں ہوگی تو اس کی حالت وصفت بدرجہ اولیٰ معلوم نہ ہوگی، اور نہ ہی یہ پتہ چلے گا کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ، جیسے کوئی راوی ''حدثني رجل'' یا ''أخبرني شيخ'' کہے، اس قسم کے راوی کو ''مبہم'' (اسم مفعول کے ساتھ) کہتے ہیں، اس کی مثال: ''عن حجاج بن فرافصة عن رجل عن أبي سلمة

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عن أبي هريرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المؤمن غر كريم" (ابو داؤد)
اس سند میں ابو سلمہ سے روایت کرنے والا شخص "مبہم" ہے۔

حدیث مبہم کا حکم: "مبہم" کی حدیث غیر مقبول ہے، مگر یہ کہ مبہم صحابی یا صحابیہ ہوں، تو اس سے حدیث مؤثر نہیں ہوگی، کیوں کہ صحابی تو سب عادل ہیں، جیسے:

"عن عائشة أن امرأة سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن غسلها من المحيض فأمرها كيف تغتسل؟ قال: خذي فرصة من مسك فتطهري بها" (بخاری شریف......)
اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے والی عورت "مبہم" ہیں؛ لیکن چوں کہ صحابیہ ہیں اس لیے اس سے حدیث مؤثر نہیں ہوگی۔

مبہم راوی کی تعدیل کا حکم: اگر سند میں "مبہم راوی" لفظ تعدیل کے ساتھ آجائے، یعنی راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے، اور ایسے لفظ سے اس کو ذکر کرے جو کہ تعدیل و توثیق کے لیے مستعمل ہوتا ہے، مثلاً یہ کہے "أخبرني الثقة" یا "أخبرني العدل" وغیرہ، تو اس کی حدیث کے مقبول ہونے اور نہ ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے۔

اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ مقبول ہے، کیوں کہ ہر شخص کے اندر اصل "عدالت" ہے، اور "جرح" خلاف اصل ہے، اس لیے اصل اور ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے اس کی حدیث مقبول ہے، خلاف ظاہر اور خلاف اصل پر اس وقت تک عمل نہیں کیا جائے گا، جب تک اس کی دلیل دستیاب نہ ہو جائے۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۹۲)

لیکن اس باب میں اصح قول یہ ہے کہ "مقبول نہیں ہے" کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ راوی، کہنے والے کے اعتقاد میں ثقہ ہو؛ مگر حقیقت اور نفس الامر میں ثقہ نہ ہو؛ بل کہ مجروح ہو۔ خطیب بغدادی، امام ابن الجزری اور امام صیرفی کا یہی مسلک ہے۔ (ایضا)

شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ "اگر "مبہم راوی" کی تعدیل ایسے شخص سے صادر ہو، جو علم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث اور جرح وتعدیل کا ماہر ہو تو وہ مقبول ہے"، مثلا امام بخاری، امام مسلم، یحیٰ بن معین، علی ابن مدینی وغیرہ، اور اگر عام آدمی ہو تو مقبول نہیں ہے۔

اختیاری مطالعہ

(۱) راوی کے مجہول ہونے کے اسباب تین ہیں (۱) کثرت صفات کا ہونا (۲) قلت روایت کا ہونا (۳) نام کی صراحت کا نہ ہونا (النخبات: ٨٤)

(۲) محدثین کی اصطلاح میں ایک لفظ "التعدیل المبھم" استعمال ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے: "کسی راوی کی توثیق کی جائے؛ مگر توثیق کا سبب بیان نہ کیا جائے" مثلا صرف اتنا کہے "فلان ثقہ ہے"۔ مگر اس عبارت میں یہ مراد نہیں ہے۔

> وَأَمَّا الْبِدْعَةُ فَالْمُرَادُ بِهِ اعْتِقَادُ أَمْرٍ مُحْدَثٍ عَلٰى خِلَافِ مَا عُرِفَ فِي الدِّيْنِ وَمَاجَاءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ بِنَوْعِ شُبْهَةٍ وَتَاوِيْلٍ لَابِطَرِيْقِ جُحُوْدٍ وَاِنْكَارٍ، فَإِنَّ ذٰلِكَ كُفْرٌ.

ترجمہ: اور بہر حال بدعت تو اس سے مراد (یہ ہے کہ) دین میں مشہور اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے منقول (عقائد) کے خلاف کسی نئی چیز کا اعتقاد رکھنا ایک قسم کے شبہ اور تاویل کے ذریعہ، نہ کہ عناد وانکار کی راہ سے؛ اس لیے کہ وہ کفر ہے۔

تشریح: راوی کی عدالت کو مجروح کرنے والا پانچواں سبب "بدعت" ہے، بدعت سے مراد یہ ہے کہ جو عقائد دین میں مشہور ومعروف ہوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت اور منقول ہوں، کسی باطل دلیل اور غیر مناسب تاویل کی بنا پر اس کے خلاف عقائد رکھنا (یعنی اس کے پاس اپنے باطل عقائد پر دلائل تو ہوں؛ لیکن وہ باطل ہوں، یا خواہ مخواہ کی تاویل ہو) اور اگر بغیر کسی دلیل کے صرف ہٹ دھرمی کی بنیاد پر اس قسم کا اعتقاد رکھا جائے گا تو یہ کفر ہوگا، اور یہ ہماری بحث سے خارج ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختیاری مطالعہ

(۱) بدعت کی دو قسمیں ہیں (۱) بدعت مکفرہ (۲) بدعت مفسقہ

بدعت مکفرہ: یعنی ایسا اعتقاد رکھنا جو باعث تکفیر ہو، جیسے حضرت علیؓ کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ "ان کی ذات میں خدا حلول کر چکا ہے"۔

بدعت مفسقہ: راوی میں ایسا اعتقاد ہو جو فسق و گمراہی کا ذریعہ ہو، یا ایسے کام کا مرتکب ہو جو بدعت کے دائرہ میں آتا ہو (شیخ عبدالحقؒ نے "بدعت مفسقہ" کی تعریف کی ہے، نہ کہ بدعت مکفرہ کی، اسی لیے "بنوع شبهة وتأويل لا بطريق جحود وانكار" کی قید کا اضافہ کیا ہے۔

(۲) بدعت کی ایک اور تقسیم ہے: بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔

بدعت حسنہ: یہ ہے کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں فعل کا سبب موجود نہ ہو، اور اب اس کو کیا جائے، جیسے مدارس اسلامیہ کی موجودہ شکل، کہ پہلے اس کا سبب نہیں تھا، اس لیے نہیں کیا گیا، مگر اب اس کا سبب اور داعی موجود ہے، اس لیے کیا جا رہا ہے، اس لیے یہ حسنہ ہے اور ممدوح ہے۔

بدعت سیئہ: یہ ہے کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں فعل کا سبب موجود ہو؛ مگر اس کو نہ کیا گیا ہو، جیسے تیجہ کرنا، دسواں کرنا، چالیسواں کرنا وغیرہ، کہ پہلے بھی اس کا سبب تھا کہ ان کے بھی وفات پائے، ان لوگوں کو ثواب پہنچانے کی ضرورت تھی؛ مگر اس کو نہیں کیا، اور اس کو اب کیا جا رہا ہے، یہ بدعت سیئہ ہے اور مذموم ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَحَدِيثُ الْمُبْتَدِعِ مَرْدُوْدٌ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَعِنْدَ الْبَعْضِ إِنْ كَانَ مُتَّصِفاً بِصِدْقِ اللَّهْجَةِ وَصِيَانَةِ اللِّسَانِ قُبِلَ،وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنْ كَانَ مُنْكِراً لأَمْرٍ مُتَوَاتِرٍ فِي الشَّرْعِ وَقَدْ عُلِمَ بِالضَّرُوْرَةِ كَوْنُهُ مِنَ الدِّيْنِ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ،فَإِنْ لَمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ يُقْبَلُ،وَإِنْ كَفَّرَهُ الْمُخَالِفُوْنَ مَعَ وُجُوْدِ ضَبْطٍ وَوَرَعٍ وَتَقْوٰى وَاحْتِيَاطٍ وَصِيَانَةٍ وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ اِنْ كَانَ دَاعِياً اِلٰى بِدْعَتِهٖ وَمُرَوِّجاً لَهٗ رُدَّ،وَإِنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ قُبِلَ اِلَّا أَنْ يَرْوِيَ شَيْئاً يُقَوِّيْ بِهٖ بِدْعَتَهٗ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ قَطْعاً،وَبِالْجُمْلَةِ الأَئِمَّةُ مُخْتَلِفُوْنَ فِي أَخْذِ الْحَدِيْثِ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالأَهْوَاءِ وَأَرْبَابِ الْمَذَاهِبِ الزَّائِغَةِ،وَقَالَ صَاحِبُ جَامِعِ الأُصُوْلِ أَخَذَ جَمَاعَةٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ مِنْ فِرْقَةِ الْخَوَارِجِ وَالْمُنْتَسِبِيْنَ اِلَى الْقَدْرِ وَالتَّشَيُّعِ وَالرَّفْضِ وَسَائِرِ أَصْحَابِ الْبِدَعِ وَالأَهْوَاءِ،وَقَدْ احْتَاطَ جَمَاعَةٌ اٰخَرُوْنَ وَتَوَرَّعُوْا مِنْ أَخْذِ حَدِيْثٍ مِنْ هٰذِهِ الْفِرَقِ وَلِكُلٍّ مِنْهُمْ نِيَّاتٌ،انْتَهٰى،وَلَا شَكَّ أَنَّ أَخْذَ الْحَدِيْثِ مِنْ هٰذِهِ الْفِرَقِ يَكُوْنُ بَعْدَ التَّحَرِّيْ وَالاسْتِصْوَابِ،وَمَعَ ذٰلِكَ الاحْتِيَاطُ فِيْ عَدَمِ الأَخْذِ لأَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْفِرَقِ كَانُوْا يَضَعُوْنَ الأَحَادِيْثَ لِتَرْوِيْجِ مَذَاهِبِهِمْ وَكَانُوْا يُقِرُّوْنَ بِهٖ بَعْدَ التَّوْبَةِ وَالرُّجُوْعِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:اور بدعتی کی حدیث جمہور کے نزدیک مردود ہے،اور بعض (حضرات) کے نزدیک اگر وہ صادق القول اور زبان کو محفوظ رکھنے والا ہوتو (اس کی روایت) قبول کی جائے گی۔اور بعض محدثین نے فرمایا کہ ''اگر وہ شریعت کے کسی ''امر متواتر'' کا منکر ہو،حالاں کہ اس کا دین میں سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو چکا ہو،تو (اس کی روایت) مردود ہے،اور اگر اس صفت پر نہ ہو،اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضبط، ورع، تقوی، احتیاط اور صیانت پائی جائے، تو اس کی روایت مقبول ہوگی، اگر چہ اس کے مخالفین نے اس کو کافر کہہ دیا ہو، اور مختار قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی طرف داعی اور اس کی ترویج کرنے والا ہو تو (اس کی روایت) رد کر دی جائے گی، اور اگر ایسا نہ ہو تو قبول کی جائے گی؛ مگر یہ کہ وہ کسی ایسی چیز کو روایت کرے، جس کے ذریعہ اپنی بدعت کو تقویت دے، تو وہ یقینی طور پر مردود ہوگی۔ اور حاصل کلام یہ کہ محدثین نے اہل بدعت، اہل اہواء اور باطل مذاہب والوں سے روایت لینے کے سلسلہ میں اختلاف کیا ہے، اور صاحب جامع الاصول نے فرمایا کہ: محدثین کی ایک جماعت نے فرقۂ خوارج، قدریہ، شیعہ، روافض اور اصحاب بدعت و اہواء سے روایت لی ہے، اور دوسری جماعت نے ان فرقوں سے حدیث لینے سے احتیاط اور پرہیز کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی نیتیں اچھی ہیں، اور اس کی بات مکمل ہوئی۔ اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ان فرقوں سے حدیث کا اخذ کرنا تحری اور خوب تحقیقات کے بعد ہوگا، لیکن پھر بھی احتیاط اسی میں ہے کہ ان فرقوں سے حدیث کا اخذ نہ کیا جائے؛ کیوں کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مذاہب کی ترویج کے لیے احادیث گھڑتے تھے، اور توبہ و رجوع کے بعد اس کا اقرار کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

تشریح: اس پوری عبارت میں ''بدعتی کی روایت کا حکم'' بیان کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں چار اقوال ہیں، جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) جمہور کے نزدیک مردود ہے۔

(۲) بعض حضرات جیسے امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک اگر وہ بدعتی سچ بولتا ہو، اور زبان کو افتراء سے محفوظ رکھتا ہو، تو اس کی روایت مقبول ہوگی؛ ورنہ نہیں۔

(مقدمہ فی اصول الحدیث: ۹۵)

(۳) علامہ تقی الدین ابن دقیق العید کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کوئی بدعتی ایسا ہو جو شریعت کی کسی ایسی چیز کا منکر ہو، جس کا شریعت میں ہونا متواتر اور بداہۃً معلوم ہو، جیسے نماز روزہ وغیرہ، تو اس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایت یقیناً مردود ہوگی، اور اگر کوئی بدعتی مذکورہ چیزوں کے ساتھ متصف نہ ہو، ساتھ ہی ساتھ اس کا ضبط ٹھیک ہو، ورع اور تقوی کا حامل ہو، اور کذب وافتراء سے احتراز و احتیاط کرتا ہو، تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، اگر چہ اس کے مخالفین اس کی تکفیر کریں (کیوں کہ ہر فرقہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے، تو اگر ان کی بات مان لی جائے تو ہر فرقہ کی تکفیر لازم آئے گی، اور سب کی روایت مردود ہو جائیں گی، اس لیے اس کی تکفیر کا اعتبار نہ کیا جائے گا)

(۴) اور مختار اور پسندیدہ قول یہ ہے کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کا داعی ہو، اور اس کی نشر و اشاعت میں لگا رہتا ہو تو اس کی روایت مردود ہے؛ کیوں کہ جب وہ اپنی بدعت کا داعی ہے تو یقیناً اس کو بنا سنوار کر پیش کرے گا، اور یہ طرز عمل اس کو اس بات پر آمادہ کر سکتا ہے کہ روایتوں میں لفظی یا معنوی تحریف کر دے، اور ان کو اپنے مذہب کے مقتضیات پر منطبق کر دے۔ اور اگر بدعتی ایسا ہو جو بدعت کی طرف داعی نہ ہو، تو اس کی حدیث مقبول ہے، بہ شرط کہ وہ ایسی چیز روایت نہ کرے، جس سے اس کی بدعت کو تقویت مل رہی ہو۔

اہل بدعت اور اہل اہواء سے حدیث لینے کا حکم: محدثین حضرات کا اس بات میں اختلاف ہے کہ بدعتی، نفس پرست افراد اور مذاہبِ باطلہ والوں سے روایت لینا کیسا ہے؟ تو صاحب جامع الاصول ''ابوالسعادات المبارک بن ابی الکرم الشیبانی الجزری'' کی تصریح کے مطابق بعض محدثین نے خوارج، قدریہ، شیعہ، روافض اور دیگر اصحاب بدعت اور اہل اہواء سے روایت کو لیا ہے، جب کہ دیگر بعض محدثین نے ان باطل فرقوں سے حدیث لینے میں احتیاط کیا ہے، اور دونوں کی نیتیں ٹھیک ہیں، کیوں کہ پہلی جماعت نے اشاعت دین کا ارادہ کیا ہے، اور دوسری جماعت نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکوک ہونے سے بچانے کا عزم کیا ہے۔

ولا شك أن أخذ الحديث من هذه الفرق الخ: لیکن شیخ عبدالحق نے آخر میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ان گمراہ فرقوں سے اخذ حدیث میں انتہائی احتیاط اور بیدار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مغزی کی ضرورت ہے، یعنی پوری طرح تحقیق و تفتیش کے بعد ہی ان سے روایت لی جائے؛ بل کہ احتیاط کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان سے روایت لی ہی نہ جائے؛ کیوں کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ انہوں نے اپنے مذاہب کی نشر واشاعت کے لیے احادیث وضع کیا کرتے تھے، اور بعد میں وضع حدیث کا اقرار بھی کرلیا کرتے تھے، جیسا کہ امام حاکم نے ''محاملی'' کی سند سے روایت کیا ہے کہ ''ہم اور جاحظ نے حدیث فدک کو گھڑ لیا، اور بغداد میں حضرات شیوخ کے سامنے پیش کیا، تو ابن ابی شیبہ کے علاوہ سب نے اس کو قبول کرلیا''۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۹۸)

﴿نوٹ﴾ قدریہ: یہ ''قدر'' کی طرف منسوب ہے، تقدیر کی نفی کی وجہ سے انہیں ''قدریہ'' کہا جاتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ انسان اپنے افعال پر قادر اور ان کا خالق ہے، کوئی کام انسان کے ارادہ اور قدرت کے بغیر نہیں ہوسکتا، بل کہ سارے کام انسان کے چاہنے اور اختیار سے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ان سے کوئی تعلق نہیں؛ بل کہ اللہ تعالیٰ کو حادثات وواقعات کا علم اسی وقت ہوتا ہے جب وہ وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

خوارج: وہ افراد ہیں جنہوں نے ''تحکیم'' کے بعد حضرت علیؓ کو چھوڑ دیا، اور ان کے خلاف بغاوت کر کے ان کو گالیاں دیں، اور بالآخران کو قتل بھی کر دیا، ان کا سردار ''عبداللہ بن وہب الراسبی'' ہے، یہ فرقہ ۳۶ھ میں وجود میں آیا۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۹۷)

تشیع: وہ افراد ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل اور حضرات شیخین پر ان کو مقدم تو سمجھتے ہیں؛ لیکن ان کو گالیاں نہیں دیتے۔

روافض: وہ افراد ہیں جو حضرات شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے ہیں، اور حضرت علی کو چھوڑ کر دیگر صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں۔ (ایضا)

اہل اہواء: وہ افراد ہیں جو کسی خاص مذہب یا مسلک کے پیروکار نہ ہوں، اور اپنی خواہش پر عمل کرتے ہوں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(فَصْلٌ) أَمَّا وُجُوهُ الطَّعْنِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالضَّبْطِ فَهِيَ أَيْضاً خَمْسَةٌ، أَحَدُهُمَا: فَرْطُ الغَفْلَةِ، وَثَانِيهَا: كَثْرَةُ الغَلَطِ، وَثَالِثُهَا: مُخَالَفَةُ الثِّقَاتِ، وَرَابِعُهَا: الوَهْمُ، وَخَامِسُهَا: سُوْءُ الحِفْظِ، أَمَّا فَرْطُ الغَفْلَةِ وَكَثْرَةُ الغَلَطِ فَمُتَقَارِبَانِ، فَالغَفْلَةُ فِي السَّمَاعِ وَتَحَمُّلِ الحَدِيْثِ، وَالغَلَطُ: فِي الاسْمَاعِ وَالأَدَاءِ وَمُخَالَفَةُ الثِّقَاتِ فِي الاسْنَادِ أَوِ المَتَنِ يَكُوْنُ عَلٰى أَنْحَاءٍ مُتَعَدِّدَةٍ تَكُوْنُ مُوْجِبَةً لِلشُّذُوْذِ، وَجَعَلَهُ مِنْ وُجُوْهِ الطَّعْنِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالضَّبْطِ مِنْ جِهَةِ أَنَّ البَاعِثَ عَلٰى مُخَالَفَةِ الثِّقَاتِ اِنَّمَا هُوَ عَدَمُ الضَّبْطِ وَالحِفْظِ، وَعَدَمُ الصِّيَانَةِ عَنِ التَّغْيِيْرِ وَالتَّبْدِيْلِ.

ترجمہ: اور بہر حال ضبط سے متعلق اسباب طعن تو یہ بھی پانچ ہیں، ان میں سے ایک ''فرط غفلت'' اور دوسرا ''کثرت غلط'' ہے، تیسرا ''مخالفت ثقات'' ہے، (جب کہ) چوتھا ''وہم'' اور پانچواں ''سوء حفظ'' ہے۔ رہی بات ''فرط غفلت'' اور ''کثرت غلط'' کی، تو وہ دونوں قریب قریب ہیں، پس غفلت (کا وقوع حدیث کے) سننے اور تحمل حدیث میں ہوتا ہے، اور (غلطی) حدیث کو سنانے اور ادا کرنے میں ہوتی ہے، اور مخالفت ثقات، سند یا متن میں متعدد طریقوں پر ہو کر شاذ کا سبب بنتی ہے، اور مخالفت ثقات کو ''ضبط سے متعلق اسباب طعن'' میں سے قرار دیا، اس اعتبار سے کہ مخالفت ثقات پر ابھارنے والی چیز ضبط و حفظ کا نہ ہونا اور تغییر و تبدیل سے نہ بچنا ہوتی ہے۔

تشریح: راوی کے ضبط کو مجروح کرنے والے اسباب پانچ ہیں، یعنی جن اسباب کی وجہ سے راوی ''تام الضبط'' نہیں رہ پاتا وہ پانچ ہیں: (۱) فرط غفلت (۲) کثرت غلط (۳) مخالفت ثقات (۴) سوء حفظ (۵) وہم۔ ان میں سے ابتدائی تین کا اس عبارت میں ذکر ہے، اور بقیہ دو اگلی عبارت کے تحت آرہا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرطِ غفلت: وہ یہ ہے کہ راوی حدیث کو سننے میں احتیاط سے کام نہ لیتا ہو، اور ایسا مغفل ہو جو درست کو غلط سے ممتاز نہ کر پاتا ہو، اس کی حد یہ ہے کہ راوی کی غفلت اس کی یادداشت سے کم یا برابر ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ محض غفلت طعن کا سبب نہیں ہے؛ کیوں کہ تھوڑی بہت غفلت تو ہر یک میں پائی جاتی ہے، بل کہ طعن کا سبب ''کثرۃ غفلت'' ہے۔

کثرتِ غلط: وہ یہ ہے کہ حدیث کو بیان کرنے میں راوی بہ کثرت غلطی کرتا ہو، جس کی حد یہ ہے کہ اس کی غلطی، درستگی سے زیادہ یا برابر ہو، جیسے: قال أبو هشام الرافعي، عن محمد بن يزيد الكوفي، أنه قال: حدثنا يحيٰ بن اليمان، حدثنا سفيان عن زيد العمي، عن أبي أياس معاوية بن قرة عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الدعاء لا يرد بين الأذان والاقامة، قالوا: فماذا نقول يا رسول الله! قال: سلوا الله العافية في الدنيا والاٰخرة. (ترمذی: ابواب الدعوات)

اس روایت میں ''یحیٰ بن الیمان'' بہ کثرت غلطی کرنے والی راوی ہیں، کیوں کہ آخر حیات میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا، یعقوب بن شیبہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "وانما انكر عليه أصحابنا كثر الغلط"۔ ''یحیٰ بن الیمان'' نے اس روایت میں بھی غلطی کی ہے، چنانچہ سفیان کے دیگر تلامذہ ''سلوا اللہ العافیۃ'' کو نقل نہیں کرتے ہیں، جب کہ یہ نقل کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵/۳۱)

أما فرط الغفلة و كثرة الغلط فمتقاربان: شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ ''فرطِ غفلت'' اور ''کثرتِ غلط'' کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں کہ دونوں قریب قریب ہیں، وہ اس طور پر کہ ''فرطِ غفلت'' کا تعلق، شیخ سے اخذ حدیث اور سماع سے ہے، اور ''کثرتِ غلط'' حدیث کے نقل وبیان سے متعلق ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مخالفت ثقات: وہ یہ ہے کہ راوی اپنے سے ثقہ راوی کی مخالفت کرے، ایسا کبھی سند میں ہوتا ہے اور کبھی متن میں، اس مخالفت کی وجہ سے حدیث شاذ بن جاتی ہے، سند میں مخالفت کی مثال یہ ہے: "سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار، عن عوسجة عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رجلا توفي على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولم يدع وارثا الا مولى هو أعتقه، فقال صلى الله عليه وسلم: هل له أحد؟ قالوا: لا الا غلام هو أعتقه، فجعل صلى الله عليه وسلم ميراثه له. (ترمذی ابن ماجه)

(ترجمہ) سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے عوسجہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی کا انتقال ہو گیا، اس شخص نے اپنے آزاد کردہ غلام کے علاوہ کسی کو وارث نہیں چھوڑا تھا، اللہ کے رسول نے پوچھا کہ کیا کوئی اس کا وارث ہے؟ صحابہؓ نے کہا کہ نہیں؛ مگر اس کا ایک آزاد کردہ غلام ہے، تو اللہ کے رسول نے اس غلام کے لیے اس کی میراث میں سے حصہ قرار دیا۔

اس حدیث کو "سفیان بن عیینہ" اور دیگر ثقہ راویوں نے "متصلا" ذکر کیا ہے، یعنی حضرت ابن عباس کا تذکرہ کیا ہے، جب کہ حماد بن زید نے اس روایت کو "مرسلا" ذکر کیا ہے، حماد بن زید بھی اگر چہ ثقہ ہیں؛ لیکن اپنے سے اوثق کی مخالفت کی وجہ سے اس کی روایت شاذ ہوگی۔

مخالفت فی المتن کی مثال یہ ہے:

"عبد الواحد بن زياد، عن الأعمش، عن أبي صالح، عن أبي هريرةؓ مرفوعاً أنه قال: اذا صلى أحدكم ركعتي الفجر فليضطجع عن يمينه" (ابو داؤد، ترمذی)

(ترجمہ) عبد الواحد بن زیاد، اعمش سے، وہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرۃؓ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعت پڑھ لے تو چاہیے کہ اپنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دائیں پہلو پر لیٹ جائے"۔

امام اعمش کے شاگردوں میں سے صرف عبد الواحد بن زیاد نے "اضطجاع" کو قول نبوی روایت کیا ہے، امام اعمش کے دوسرے شاگردوں جو کہ سب ثقات ہیں نے اس کو "فعل نبوی" کی حیثیت سے روایت کیا ہے، اس لی اس مخالفت کی وجہ سے عبد الواحد کی روایت شاذ ہوگی۔

وجعله من وجوه الطعن المتعلقة الخ: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ "ضبط سے متعلق اسباب طعن" سے "مخالفت ثقات" کا کیا تعلق ہے؟ یعنی "مخالفت ثقات" کو "ضبط سے متعلق اسباب طعن" میں شمار کیوں کرایا؟ اس کا جواب مصنف دے رہے ہیں کہ مخالفت ثقات کا باعث عدم ضبط اور عدم حفظ ہی بنتا ہے، اور عدم ضبط ہی کی وجہ سے سند یا متن میں تغییر و تبدیلی سے نہیں بچ پاتا ہے، اسی لیے "مخالفت ثقات" کو "ضبط سے متعلق اسباب طعن" میں سے شمار کرایا گیا ہے۔

وَالطَّعْنُ مِنْ جِهَةِ الوَهْمِ وَالنِّسيَانِ الَّذَيْنِ أَخْطَأَبِهِمَاوَرَوَى عَلَى سَبِيلِ التَّوَهُّمِ اِنْ حَصَلَ الاطِّلَاعُ عَلَى ذٰلِكَ بِقَرَائِنَ دَالَّةٍ عَلَى وُجُوهِ عِلَلٍ وَأَسْبَابٍ قَادِحَةٍ كَانَ الحَدِيثُ مُعَلَّلاً، وَهٰذَا أَغْمَضُ عُلُومِ الحَدِيثِ وَأَدَقُّهَا وَلَايَقُومُ بِهِ اِلَّا مَنْ رُزِقَ فَهْماً وَحِفْظاً وَاسِعاً، وَمَعْرِفَةً تَامَّةً بِمَرَاتِبِ الرُّوَاةِ، وَأَحْوَالِ الأَسَانِيدِ وَالمُتُونِ كَالمُتَقَدِّمِينَ مِنْ أَرْبَابِ هٰذَاالفَنِّ اِلَى أَنْ انْتَهَى اِلَى الدَّارِ قُطْنِيْ، وَيُقَالُ لَمْ يَأْتِ بَعْدَهُ مِثْلُهُ فِيْ هٰذَاالأَمْرِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: اور وہم و نسیان کے اعتبار سے طعن (فی الراوی) یہ ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے راوی غلطی کرے، اور وہم کے طریقہ پر روایت کرے، اگر اس (وہم و نسیان) پر ایسے قرائن سے مطلع ہو جائے جو وجوہ علل اور اسباب قادحہ پر دلالت کرتے ہیں تو وہ حدیث معلل ہوگی، اور یہ (اسباب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قادحہ اور وجوہِ علل کو معلوم کرنا علم حدیث کا غامض ترین اور دقیق ترین علم ہے، اس سے وہی شخص واقف ہوسکتا ہے جس کو سمجھ، وسیع یادداشت اور راویوں کے درجات اور اسانید ومتون کے احوال کی مکمل معرفت دی گئی ہو، جیسا کہ اس فن کے متقدمین، یہاں تک کہ اس (فن کے واقف کاروں) کی انتہا ''دار قطنی'' پر ہوگئی، اور کہا جاتا ہے کہ اس علم میں اس کے جیسا اس کے بعد پیدا نہیں ہوا، واللہ اعلم۔

تشریح: ضبط سے متعلق اسباب طعن میں سے چوتھا سبب ''وہم ونسیان'' ہے، وہم ونسیان یہ ہے کہ ''راوی کسی حدیث کو بہ طریق وہم روایت کرے، یعنی وہم ونسیان کی بنا پر سند یا متن میں تغییر وتبدیلی کر دے، مثلاً ''منقطع'' کو ''متصل'' یا ''موقوف'' کو ''مرفوع'' کر دے، یا متن میں رد وبدل کر دے، جیسے:

قال: وليد بن مسلم، حدثنا الأوزاعي، عن قتادة أنه كتب اليه يخبره عن أنس بن مالك قال: صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعثمان، فكانوا يستفتحون بالحمد لله رب العالمين لا يذكرون بسم الله الرحمان الرحيم في أول قراءة ولا في اخرها. (مسلم: كتاب الصلوٰة)

اس روایت کو اکثر راوی صرف ''يستفتحون بالحمد لله رب العالمين'' تک روایت کرتے ہیں، اور متفق علیہ روایت بھی یہی ہے، لیکن ولید بن مسلم نے وہم کی وجہ سے ''لا يذكرون بسم الله الرحمٰن الرحيم الخ'' کا اضافہ کر دیا۔ (مقدمہ فتح الملہم: ۵۴)

واضح ہو کہ یہ مثال وہم ونسیان فی المتن کی ہے۔

ان حصل الاطلاع على ذلك الخ: اگر راوی کے ''وہم ونسیان کی وجہ سے غلطی کرنے پر'' کسی ایسے قرینہ سے واقفیت ہو جائے جو حدیث کے اندر عیب پیدا کرتا ہے، جیسے مرسل یا منقطع کو موصول کر دینا، یا مقطوع کو مرفوع کر دینا وغیرہ، تو اس راوی کی حدیث ''معلل'' کہلائے گی، اس قید سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر راوی کے وہم ونسیان کی وجہ سے غلطی کرنے پر اطلاع نہ ہو پائی، تو پھر اس کی حدیث

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقبول ہوگی، اور ایسا ہی ہر اسباب طعن ہے کہ اگر اس پر کوئی مطلع نہ ہو پایا تو اس کی روایت مجروح نہ ہوگی۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث:۱۰۳)

وهذا أغمض علوم الحديث وأدقها الخ: ''معلل'' کی شناخت، علوم حدیث کی انتہائی دقیق اور مشکل ترین فن ہے، اسی وجہ سے ہر محدث معلل کی شناخت کا کام نہیں کر سکتا ہے، بل کہ صرف ایسے محدثین کر پاتے ہیں جن کو اچھی سمجھ، وسیع یادداشت، راوی کے درجات کی مکمل معرفت اور اسانید ومتون کے احوال سے مکمل واقفیت ہو، جیسا کہ متقدمین محدثین جیسے علی ابن المدینی، احمد بن حنبل، امام بخاری، یعقوب بن شیبہ، ابوحاتم رازی، ابوزرعہ اور دارقطنی اس فن میں ہوا کرتے تھے، دارقطنی کے بعد اس فن میں ان سے بڑا کوئی پیدا نہیں ہو پایا۔

اختیاری مطالعہ

(۱) وہم کا علم کیسے ہو؟: اس کو جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کی جملہ سندوں کو تلاش کر کے جمع کیا جائے، پھر دیکھا جائے، جس کی روایت تمام لوگوں کے خلاف ہو، اس کی روایت میں وہم ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَأَمَّا سُوْءُ الْحِفْظِ فَقَالُوْا: إِنَّ الْمُرَادَ بِهِ أَنْ لَا يَكُوْنَ إِصَابَتُهُ أَغْلَبَ عَلٰى خَطَئِهِ، وَحِفْظُهُ وَإِتْقَانُهُ أَكْثَرُ مِنْ سَهْوِهِ وَنِسْيَانِهِ يَعْنِي إِنْ كَانَ خَطَؤُهُ وَنِسْيَانُهُ أَغْلَبَ أَوْ مُسَاوِياً لِصَوَابِهِ وَإِتْقَانِهِ: كَانَ دَاخِلاً فِي سُوْءِ الْحِفْظِ فَالْمُعْتَمَدُ عَلَيْهِ صَوَابُهُ وَإِتْقَانُهُ وَكَثْرَتُهُمَا، وَسُوْءُ الْحِفْظِ إِنْ كَانَ لَازِمَ حَالِهِ فِي جَمِيْعِ الْأَوْقَاتِ وَمُدَّةِ عُمُرِهِ: لَا يُعْتَبَرُ حَدِيْثُهُ، وَعِنْدَ بَعْضِ الْمُحَدِّثِيْنَ هٰذَا أَيْضاً دَاخِلٌ فِي الشَّاذِّ، وَإِنْ طَرَأَ عَلَيْهِ سُوْءُ الْحِفْظِ لِعَارِضٍ مِثْلُ اخْتِلَالٍ فِي الْحَافِظَةِ بِسَبَبِ كِبَرِ سِنِّهِ أَوْ ذَهَابِ بَصَرِهِ أَوْ فَوَاتِ كُتُبِهِ فَهٰذَا يُسَمّٰى مُخْتَلِطاً، فَمَا رَوٰى قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ وَالْاِخْتِلَالِ مُتَمَيِّزاً عَمَّا رَوَاهُ بَعْدَ هٰذَا الْحَالِ قُبِلَ، وَإِنْ لَمْ يَتَمَيَّزْ تُوُقِّفَ، وَإِنِ اشْتَبَهَ فَكَذٰلِكَ، وَإِنْ وُجِدَ لِهٰذَا الْقِسْمِ مُتَابِعَاتٌ وَشَوَاهِدُ، تَرَقّٰى مِنْ مَرْتَبَةِ الرَّدِّ إِلَى الْقَبُوْلِ وَالرُّجْحَانِ، وَهٰذَا حُكْمُ أَحَادِيْثِ الْمَسْتُوْرِ وَالْمُدَلِّسِ وَالْمُرْسِلِ.

ترجمہ: اور بہر حال سوء حفظ تو محدثین نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کی درستگی، اس کی غلطی پر غالب نہ ہو، اور اس کا حفظ اور اس کی یادداشت، اس کی سہو اور نسیان سے زائد نہ ہو، یعنی اگر اس کی غلطی اور اس کی بھول (اس کی درستگی پر) غالب ہو، یا اس کی درستگی کے برابر ہو، تو وہ سوء حفظ میں داخل ہوگا، پس معتبر اس کی درستگی اور اس کی یادداشت کا غالب ہونا اور کثیر ہونا ہے۔ اور سوء حفظ اگر پوری زندگی میں اور جمیع اوقات میں اس کی حالت کو لازم ہو تو اس کی حدیث کا اعتبار نہیں ہوگا، اور بعض محدثین کے نزدیک یہ بھی شاذ میں داخل ہے، اور اگر سوء حفظ کسی عارض کی وجہ سے پیش آجائے جیسے کبرسنی یا بینائی کے ختم ہوجانے یا کتاب کے گم ہوجانے کی وجہ سے حافظہ میں خلل آجانا، تو اس (راوی کی حدیث) کا نام "مختلط" رکھا جاتا ہے، تو جس (حدیث) کو اختلاط واختلال سے پہلے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایت کیا ہے، اور وہ اس روایت سے ممتاز ہو سکتی ہو جس کو پہلے روایت کیا ہے، تو مقبول ہے، اور اگر ممتاز نہ ہو سکتی ہو تو توقف کی جائے گا، اور اگر مشتبہ ہو جائے تو ایسا ہی ہے، اور اگر اس قسم کے راوی کے متابعات اور شواہد پائے جائیں تو (اس کی روایت) رد کے مرتبہ سے مقبول ور جحان کی طرف ترقی کر جائے گی، اور یہی مستور۔ مدلس اور مرسل کی روایت کا حکم ہے۔

تشریح: راوی کے "ضبط" کو مجروح کرنے والے اسباب میں سے پانچواں سبب "سوء حفظ" ہے، سوء حفظ کی تعریف مصنف نے ان الفاظ میں کی ہے:

سوء حفظ: یہ ہے کہ راوی کی درستگی اس کی غلطی پر، اور اس کا حفظ و یادداشت اس کے بھول اور سہو پر غالب نہ ہو، یعنی راوی کا حافظہ اتنا خراب ہو کہ اس کی غلطیاں درستگی سے کم نہ ہوں، اب چاہے دونوں برابر ہوں، یا غلطیاں زیادہ ہوں اور درستگی کم ہو، اس صورت میں وہ راوی "سوء حفظ" کے ساتھ متصف ہو جائے گا اور اس کی روایت مردود کہلائے گی۔ خلاصہ یہ کہ راوی کے اندر درستگی اور یادداشت ان کی غلطیوں سے زیادہ ہونی چاہیے تا کہ وہ "سوء حفظ" میں داخل نہ ہو۔

﴿فائدہ﴾ سوء حفظ کی تعریف بہ ظاہر "کثرت غفلت" اور "کثرت غلط" کی طرح ہے، کیوں کہ بعینہ یہی تعریف ان دونوں کی بھی کی گئی ہے، لیکن حقیقت میں تینوں میں فرق ہے، "فرط غفلت" کا تعلق اخذ حدیث سے ہے، اور "کثرت غلط" کا تعلق اداء حدیث سے ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ "فرط غفلت" میں حافظہ قوی ہوتا ہے؛ لیکن تساہل وسستی کی وجہ سے غلطی کرتا ہے، اور "کثرت غلط" میں حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ اور "سوء حفظ" میں عموم ہے، یعنی غفلت اور قصور ضبط کی بنا پر سی الحفظ راوی سے جو غلطیاں ہوتی ہیں، وہ الگ الگ تو اس کی اصابت اور صحت بیانی سے کم ہے، مگر ان دونوں قسموں کی مجموعی غلطیاں اس کی اصابت سے زائد یا مساوی ہوتی ہیں۔ (شرح مقدمہ الشیخ: ۸۳)

سوء حفظ کی دو قسمیں ہیں: (۱) سوء حفظ لازم (۲) اور سوء حفظ طاری وعارض۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوءِ حفظ لازم: وہ سوءِ حفظ ہے جو راوی کو اس کی پوری زندگی کے تمام اوقات میں لازم ہو، یعنی فطری اور پیدائشی اعتبار ہی سے اس کا حافظہ بگڑا ہوا ہو، جیسے:

شعبة عن عاصم بن عبيد الله عن عبدالله بن عامر بن ربيعة عن أبيه أن امرأة من بني فزارة تزوجت علىٰ نعلين، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أرضيت من نفسك ومالك بنعلين، ؟قالت: نعم، قال فأجاز. (ترمذی: کتاب النکاح)

اس روایت میں ''عاصم بن عبید اللہ'' سوءِ حفظ کا شکار راوی ہے، اس کے باوجود امام ترمذیؒ نے اس روایت کو ''حسن'' کہا ہے، اس لیے کہ حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت ابو حدردؓ کی حدیثیں اس کے لیے شاہد ہیں۔ (امعان النظر: ۱۸۷)

سوءِ حفظ لازم کا حکم: شیخ عبد الحقؒ اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''لا يعتبر بحديثه'' یعنی اس کی حدیث اور روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

سوءِ حفظ طاری و عارض: وہ سوءِ حفظ ہے جو آغاز زندگی سے نہ ہو، بل کہ بعد میں لاحق ہو گیا ہو، یعنی شروع میں تو حافظہ اچھا تھا، بعد میں کسی عارض کی وجہ سے بگڑ گیا، عوارض مختلف ہو سکتے ہیں، مثلاً عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے حافظہ خراب ہو جانا، یا مثلاً کوئی شخص حدیث کو بیان کرنے میں تحریری نوشتوں پر اعتماد کرتا تھا؛ لیکن اب اس کی بینائی جاتی رہی، یا وہ تحریری نوشتے اور کتب گم ہو گئے یا جل گئے، جس کی وجہ سے اس نے اپنے حافظے کی مدد سے حدیث بیان کرنا شروع کی، اور غلطیاں ہوتی گئیں۔

سوءِ حفظ میں مبتلا راوی کو محدثین ''مختلط'' (اسم فاعل) کہتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے:

''يزيد بن هارون عن المسعودي عن زياد بن علاقة قال: صلىٰ بنا المغيرة بن شعبة، فلما صلىٰ ركعتين ولم يجلس، فسبح به من خلفه، فأشار اليهم أن قوموا؛ فلما فرغ من صلوٰته سلم وسجد سجدتي السهو، وسلم، وقال: هكذا صنع رسول الله (ترمذی: ابواب الصلوٰة: ۳٦٥)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس حدیث میں ایک راوی ''مسعودی'' ہے،ان کا حافظہ بعد میں خراب ہو گیا تھا،اسی وجہ سے اس کو''مختلِط'' کہا جاتا ہے۔(امعان النظر:۱۸۷)

مختلِط کا حکم:''سوء حفظ طاری'' میں مبتلا راوی نے جس روایت کو''اختلاط واختلال'' سے پہلے بیان کیا ہو،اور وہ روایت ممتاز بھی ہو سکتی ہو،تو وہ مقبول ہے۔(اور جس روایت کو اختلاط واختلال کے بعد بیان کیا ہو،وہ مردود ہے،یہ جزء کتاب میں صراحۃً نہیں ہے)اور جو روایت ممتاز نہ ہو،یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ اختلاط سے قبل کی بیان کردہ ہے یا بعد کی،تو اس روایت میں''توقف'' کیا جائے گا،اسی طرح جو روایت مشتبہ ہو کہ معلوم نہیں کہ قبل از اختلاط ہے یا بعد از اختلاط،تو اس میں بھی توقف کیا جائے گا۔

وان وجد لهذا القسم متابعات الخ: اگر سیئ الحفظ راوی کو متابعات اور شواہد مل جائیں،تو پھر اس کی روایت درجہ''رد وتوقف'' سے ترقی کرکے درجہ''قبول ورجحان'' میں پہنچ جائے گی،یہی حکم''حدیث مستور''''حدیث مدلس''اور''حدیث مرسل'' کا بھی ہے۔

اختیاری مطالعہ

(۱)مختلِط کی حدیثوں کو ممتاز کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مختلِط سے روایت کرنے والوں کے زمانۂ سماع کا پتہ لگایا جائے،جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس نے صرف اختلاط سے پہلے روایت کیا ہے،اس کے واسطے سے مختلِط کی روایت مقبول ہے،اور جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس نے صرف اختلاط کے بعد روایت کیا ہے،اس کے واسطے سے اس کی روایت مردود ہے،اور جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس نے دونوں حالتوں میں روایت کیا ہے،یا جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ کب روایت کیا ہے؟ان دونوں کے واسطے سے اس کی روایت مردود ہے،مثلاً''عطاء بن أبی السائب''مختلِط ہو گئے تھے،امام شعبہ اور سفیان ثوری نے ان سے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے،اور جریر بن عبد الحمید نے ان سے اختلاط کے بعد سنا ہے،اور ابو عوانہ نے دونوں حالتوں میں سنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے۔(تحفۃ الفکر:۳۱)

(۲) مختلطین کی مثالیں: (الف) ''صالح بن نبہان'' یہ کبرسنی کی وجہ سے مختلط ہوگئے تھے، امام مالک کی ان سے ملاقات اختلاط کے بعد ہوئی ہے۔ (ب) ''عبد الرزاق بن ہمام صنعانی'' اپنی وفات سے کچھ پہلے نابینا ہوگئے تھے، جس کی وجہ سے مختلط ہوگئے۔ (ج) ''عبداللہ بن لہیعہ'' کتابوں کے جلنے کی وجہ سے مختلط ہوگئے تھے، ان کے علاوہ جیسے: سعید بن ایاس جریری، سعید بن أبی عروبۃ، عبد الرحمان بن عبد اللہ المسعودی، ربیعہ بن عبد الرحمان، حصین بن عبد الرحمان کوفی، عبد الوھاب بن عبد المجید الثقفی، وغیرھم۔ (تدریب الراوی ۳۲۳/۲، مقدمہ ابن صلاح:۲۲)

(فَصلٌ) الحَدِيثُ الصَّحِيحُ اِنْ كَانَ رَاوِيهِ وَاحِدًا يُسَمّٰى غَرِيبًا وَاِنْ كَانَ اثْنَيْنِ يُسَمّٰى عَزِيزًا وَاِنْ كَانُوا أَكْثَرَ يُسَمّٰى مَشْهُورًا وَمُسْتَفِيضًا، وَاِنْ بَلَغَتْ رُوَاتُهُ فِي الكَثْرَةِ اِلٰى أَنْ يَسْتَحِيلَ فِي العَادَةِ تَوَاطُوُهُمْ عَلَى الكَذِبِ يُسَمّٰى مُتَوَاتِرًا، وَيُسَمّٰى الغَرِيبُ فَرْدًا أَيْضًا، وَالمُرَادُ بِكَوْنِ رَاوِيهِ وَاحِدًا كَوْنُهُ كَذٰلِكَ وَلَوْ فِيْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ مِنَ الاسْنَادِ لٰكِنَّهُ يُسَمّٰى فَرْدًا نِسْبِيًّا، وَاِنْ كَانَ فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ مِنْهُ يُسَمّٰى فَرْدًا مُطْلَقًا، وَالمُرَادُ بِكَوْنِهِمَا اثْنَيْنِ أَنْ يَكُوْنَا فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ كَذٰلِكَ فَاِنْ كَانَ فِيْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ مَثَلًا لَمْ يَكُنِ الحَدِيثُ عَزِيزًا بَلْ غَرِيبًا، وَعَلٰى هٰذَا القِيَاسِ مَعْنَى اعْتِبَارِ الكَثْرَةِ فِي المَشْهُوْرِ أَيْ يَكُوْنُ فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ أَكْثَرُ مِنَ اثْنَيْنِ، وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهِمْ ''اِنَّ الأَقَلَّ حَاكِمٌ عَلَى الأَكْثَرِ فِيْ هٰذَا الفَنِّ'' فَافْهَمْ.

ترجمہ: اگر حدیث صحیح کا راوی ایک ہو تو اس کو (حدیث) غریب کہتے ہیں، اور اگر دو ہوں تو اس کا نام عزیز رکھا جاتا ہے اور اگر (دو سے) زیادہ ہوں تو اس کا نام مشہور اور مستفیض رکھا جاتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، اور اگر رواۃ کثرت میں اس حد تک پہنچ جائیں کہ عادت ان لوگوں کے اتفاق علی الکذب کو محال قرار دے تو اس کا نام متواتر رکھا جاتا ہے، اور (حدیث) غریب کا نام ''فرد'' بھی رکھا جاتا ہے، اور راوی کے ایک ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا ہی ہو، اگر چہ سند کی ایک ہی جگہ میں ہو؛ لیکن (اس وقت) اس کا نام ''فرد نسبی'' رکھا جاتا ہے، اور اگر (یہ تفرد) سند کی ہر جگہ میں ہو تو اس کا نام ''فرد مطلق'' رکھا جاتا ہے، اور (عزیز کی تعریف میں) راوی کے دو ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر جگہ ایسا ہی ہو، پس اگر کسی جگہ میں ایک (راوی) ہو، تو حدیث عزیز نہیں ہوگی؛ بل کہ غریب ہوگی، اور اسی قیاس پر مشہور (کی تعریف) میں کثرت کے اعتبار کا معنی یہ ہے کہ (سند) کی ہر جگہ میں (راوی) دو سے زیادہ ہوں، اور محدثین کا قول کہ ''اقل اس فن میں اکثر پر غالب ہوتا ہے'' کا معنی یہی ہے۔ اس کو خوب سمجھ لیجیے۔

تشریح: اس عبارت میں کئی باتیں بیان کی گئی ہیں (۱) حدیث غریب کی تعریف (۲) حدیث عزیز کی تعریف (۳) حدیث مشہور کی تعریف (۴) حدیث متواتر کی تعریف (۵) حدیث غریب کا دوسرا نام (۶) حدیث غریب کی قسمیں (۷) غریب، عزیز اور مشہور کی تعریف میں بالترتیب راوی کے ایک ہونے، یا دو ہونے یا دو سے زیادہ ہونے سے مراد (۸) اقل، اکثر پر غالب ہوتا ہے کا مطلب۔

غریب کی تعریف: اگر کسی صحیح حدیث کا راوی ہر طبقہ میں یا کسی بھی طبقہ میں صرف ایک ہو، تو اس کو حدیث غریب کہتے ہیں۔ (واضح رہے کہ شیخ عبد الحقؒ نے مطلق غریب کی تعریف نہیں کی ہے، بل کہ ''غریب صحیح'' کی تعریف کی ہے، ورنہ صحیح کی قید زائد ہوگی، یا پھر یہ کہا جائے کہ غریب کی تعریف میں ''صحیح'' کی قید سہوِ کاتب ہے) حدیث غریب کی مثال ''انما الأعمال بالنیات'' ہے، کیوں کہ اس حدیث کو طبقۂ صحابی میں صرف حضرت عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں، اور طبقۂ تابعی میں بھی صرف حضرت عمرؓ سے حضرت علقمہؒ روایت کرتے ہیں۔

اگر کسی حدیث کا راوی صرف ایک صحابی ہو تو اس کو غریب کہیں گے یا نہیں؟ حافظ ابن حجرؒ اور ملا علی قاریؒ کے نزدیک یہ ''غریب'' نہیں ہے، اور شیخ عبد الحق اور صاحب تیسیر مصطلح الحدیث کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نزدیک وہ بھی غریب ہے، مذکورہ مثال دونوں فریق کے مطابق غریب ہے۔

حدیث عزیز کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کو ہر طبقہ میں یا کسی بھی طبقہ میں کم از کم دو راویوں نے روایت کیا ہو، جیسے "لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب اليه من والده وولده والناس أجمعين" (بخاری ومسلم)

اس حدیث کو طبقہ صحابی میں دو حضرات روایت کرتے ہیں، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو ہریرۃؓ، پھر انس بن مالکؓ سے حضرت قتادہ، اور حضرت عبدالعزیز بن صہیبؒ روایت کرتے ہیں، پھر حضرت قتادہ سے شعبہ اور سعید روایت کرتے ہیں، اور عبدالعزیز سے اسماعیل بن علیۃ اور عبد الوارث روایت کرتے ہیں، اسی طرح حضرت ابو ہریرۃؓ سے اعرج نے اور اعرج سے ابوالزناد نے روایت کیا ہے، اس طرح دور صحابہ میں اس کے دو راوی، دور تابعین میں تین راوی اور تبع تابعین میں پانچ راوی ہوئے، اس مثال کو اس نقشہ سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے!

بخاري ومسلم	بخاري ومسلم
شعبة وسعيد	اسماعيل بن عُلَيَّة و عبد الوارث
قتادة	عبد العزيز بن صهيب
أنس	أنس

بخاري	تعداد رواة
ابو الزناد	۵
أعرج	۳
أبو هريرة	۲

حدیث مشہور کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کو ہر طبقہ میں دو سے زائد راویوں نے روایت کیا ہو، اس کی مثال یہ روایت ہے:

"ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يترك عالما اتخذ الناس رءوسا جهالا فسئلو فأفتوا بغير علم فضلو وأضلوا" (مسلم)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ترجمہ) اللہ تبارک وتعالیٰ بندوں سے یکبارگی علم نہیں اٹھائے گا؛ لیکن اس طرح اٹھائے گا کہ دنیا سے علماء کو اٹھائے گا، یہاں تک کہ جب دنیا میں کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا، تو وہ جاہل پیشوا بغیر علم کے فتوی دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیں گے۔

اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم، امام طبرانی، امام احمد ابن حنبل اور خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے، ہر دور میں اس حدیث کے تین سے زائد راوی رہے ہیں، اس کو اس نقشہ سے سمجھیں!

بخاری	مسلم	طبرانی	احمد	خطیب بغدادی	تعداد رواۃ
ابن ابی اویس	قتيبة بن سعيد	محمد بن عمر	عبدالله عن أبيه	بكر بن صدقة	٥
مالك	جرير	علاء بن سلیمان رقی	وكيع	عبدالله بن سعيد	٥
هشام بن عروة	هشام بن عروه	زهری	اعمش	موسیٰ بن عقبة	٤
عروة	عروة	ابو سلمة	سالم بن ابی الجعد	عروة	٣
عبد الله بن عمرو	عبد الله بن عمرو	ابو هريرة	زياد بن لبيد	عائشة	٤

حدیث متواتر کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کے رواۃ ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ عادت ان حضرات کے اتفاق علی الکذب کو محال سمجھے، متواتر کی مثال یہ روایت ہے:

"من كذب على متعمداً فَلْيَتَبَوَّأْ مقعده من النار" (بخاری)

اس حدیث کو ستر (۷۰) سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے۔ (التقریب والتیسیر ۸۶/۱)

حدیث غریب کا دوسرا نام: اس کا دوسرا نام "فرد" بھی ہے۔

فرد کی قسمیں: فرد کی دو قسمیں ہیں (۱) فرد مطلق (۲) فرد نسبی

فرد مطلق کی تعریف: وہ حدیث غریب ہے جس کے ہر طبقہ میں راوی منفرد ہو، یعنی ابتداء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سند سے لے کر آخر سند تک پوری سند میں تفرد واقع ہو، جیسے:

"عبد الله بن دينار عن أبي صالح عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الايمان بضع وسبعون شعبة والحياء شعبة من الايمان" (بخاری ۱/۱۱)

اس روایت کو صرف حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور صرف حضرت ابو صالح نے حضرت ابو ہریرہؓ سے، اور صرف عبداللہ بن دینار نے حضرت ابو صالح سے روایت کیا ہے، اس لیے اس حدیث کا نام "فرد مطلق" ہوگا۔

فرد نسبی کی تعریف: وہ حدیث غریب ہے جس کے کسی بھی طبقہ میں راوی منفرد ہو، جیسے ترمذی شریف میں روایت ہے

"حدثنا مالك بن أنس، عن ابن شهاب، عن أنس بن مالك، قال: دخل النبي صلى الله عليه وسلم عام الفتح وعلى رأسه المغفر" (بخاری کتاب اللباس)

اس روایت کو کئی صحابہ نے روایت کیا ہے، لیکن اس کے بعد امام زہری سے صرف امام مالک نے روایت کیا ہے۔ (تيسير مصطلح الحديث: ۳۰)

مصنفؒ نے "فرد نسبی" کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے، "والمراد بأن يكون راويه واحدا كونه كذلك ولو في موضع واحد من الاسناد"۔

﴿نوٹ﴾ واضح رہے کہ "فرد مطلق" اور "فرد نسبی" کی تعریف دیگر طریقہ سے بھی کی گئی ہے، وہ آپ نخبۃ الفکر میں پڑھیں گے۔)

والمراد بكونهما اثنين أن يكون الخ: خبر عزیز میں راوی کے دو ہونے سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی جگہ راوی دو سے کم نہ ہوں؛ کیوں کہ اگر کسی بھی طبقہ میں راوی دو سے کم ہوا تو وہ روایت عزیز نہیں رہے گی؛ بل کہ غریب ہو جائے گی، اسی طرح مشہور کی تعریف میں دو سے زیادہ راوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر طبقہ میں دو سے زیادہ راوی ہو، کیوں کہ اگر کسی بھی طبقہ میں راوی دو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رہا، یا اس سے کم، تو وہ روایت مشہور نہیں رہے گی۔

ان الأقل حاكم على الأكثر الخ: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی طبقہ میں رواۃ کم ہوجاتے ہیں، اور کسی میں زیادہ، تو غریب، عزیز، مشہور اور متواتر کا نام ''قلت راوۃ'' کی طرف نظر کرتے ہوئے رکھا جائے گا، نہ کہ کثرت رواۃ کے اعتبار سے، کیوں کہ اس فن میں اقل، اکثر پر حاکم اور فائق ہوتا ہے، مثال کے طور پر کسی حدیث کی سند کے چار طبقے ہوں، طبقۂ اولی میں ۵/ رواۃ ہوں، طبقۂ ثانیہ میں ۸/رواۃ ہوں، طبقۂ ثالثہ میں ۲/رواۃ ہوں، اور طبقۂ رابعہ میں ۲۰/رواۃ ہوں، تو اس حدیث کا نام ''طبقۂ ثالثہ'' کے رواۃ کے اعتبار سے ''عزیز'' رکھا جائے گا، کیوں کہ چاروں طبقوں میں سب سے کم راوی اسی میں ہے، اس لیے اسی کے اعتبار سے نام رکھا جائے گا، اسی طرح اگر کسی سند کی حدیث کے پانچ طبقے ہوں، طبقۂ اولی میں ۱۰/ راوی، طبقہ ثانیہ میں ۱۵/راوی، طبقۂ ثالثہ میں ۱۲/راوی، طبقہ رابعہ میں ایک راوی اور طبقۂ خامسہ میں ۵/ راوی ہوں تو اس حدیث کا نام ''غریب'' رکھا جائیگا، کیوں کہ پانچوں طبقوں میں سے ''طبقۂ رابعہ'' میں صرف ایک راوی ہے، اس لیے اسی کا اعتبار ہوگا، وعلی هذا القیاس۔

اختیاری مطالعہ

(۱) حدیث غریب اور عزیز کا حکم: ''غریب'' اور ''عزیز'' ظن کا فائدہ دیتی ہے، ہاں اگر اس کی تائید میں متابع وشواہد مل جائیں تو اس پر بھی عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(۲) حدیث مشہور کا حکم: اس سے علم طمانینت (اطمینان بخش) حاصل ہوتا ہے، اور اس سے ثابت ہونے والے حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

(۳) حدیث متواتر کا حکم: حدیث متواتر پر عمل کرنا واجب ہے، کیوں کہ اس سے قطعی اور یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَعُلِمَ مِمَّا ذُكِرَ أَنَّ الْغَرَابَةَ لَاتُنَافِي الصِّحَةَ، وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْحَدِيثُ صَحِيحًا غَرِيبًا بِأَنْ يَكُونَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ رِجَالِهِ ثِقَةً، وَالْغَرِيبُ قَدْ يَقَعُ بِمَعْنَى الشَّاذِّ أَيْ شُذُوذًا هُوَ مِنْ أَقْسَامِ الطَّعْنِ فِي الْحَدِيثِ وَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِ صَاحِبِ الْمَصَابِيحِ مِنْ قَوْلِهِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لِمَا قَالَ بِطَرِيقِ الطَّعْنِ، وَبَعْضُ النَّاسِ يُفَسِّرُونَ الشَّاذَّ بِمُفْرَدِ الرَّاوِيْ مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ مُخَالَفَتِهِ لِلثِّقَاتِ كَمَا سَبَقَ، وَيَقُولُونَ صَحِيحٌ شَاذٌّ، وَصَحِيحٌ غَيْرُ شَاذٍّ، فَالشُّذُوذُ بِهٰذَا الْمَعْنَى أَيْضًا لَايُنَافِي الصِّحَّةَ كَالْغَرَابَةِ، وَالَّذِي يُذْكَرُ فِي مَقَامِ الطَّعْنِ هُوَ مُخَالِفٌ لِلثِّقَاتِ.

ترجمہ: اور مذکورہ باتوں سے یہ معلوم ہوگیا کہ غرابت صحت کے منافی نہیں ہے، اور ممکن ہے کہ حدیث صحیح غریب ہو، اس معنی کر کے اس کے راویوں میں سے ہر ایک ثقہ ہو، اور غریب کبھی شاذ کے معنی میں آتا ہے، یعنی اس شاذ کے معنی میں جو حدیث کے اقسام طعن میں سے ہے، اور صاحب مصابیح کے قول ''ھذا حدیث غریب'' سے یہی مراد ہے، اس لیے کہ انہوں نے کہا ہے کہ (یہ) طریق طعن میں سے ہے، اور بعض لوگ شاذ کی تعریف ''ثقات کی مخالفت کا اعتبار کیے بغیر راویوں کے منفرد ہونے'' کے ساتھ کرتے ہیں، جیسا کہ گذرا، اور وہ لوگ کہتے ہیں ''صحیح شاذ'' اور صحیح غیر شاذ''، تو شاذ اس معنی کے اعتبار سے بھی غرابت کی طرح صحت کے منافی نہیں ہے، اور جس شاذ کا ذکر مقام طعن میں کیا جاتا ہے، اس سے مراد وہ شاذ ہے جو ثقات کے مخالف ہو۔

تشریح: اس عبارت میں دو چیزیں بیان کی گئیں ہیں (۱) غرابت اور صحت کے درمیان عدم منافات (۲) غریب کا ایک دوسرا معنی۔

غریب اور صحیح کی تعریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان دونوں کے درمیان منافات نہیں ہے، اور دونوں ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، یعنی یہ ممکن ہے کہ کوئی حدیث صحیح اور غریب دونوں ہو، اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرح سے کہ کسی حدیث کی سند کے کسی طبقہ میں یا ہر طبقہ میں راوی تو منفرد ہو؛ لیکن اس سند کے تمام رواۃ ثقات ہو، تو وہ حدیث غریب ہونے کے باوجود صحیح ہوگی۔

غریب کبھی شاذ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یعنی آپ نے شاذ کی تعریف ماقبل میں پڑھی ہے کہ "راوی ثقہ راویوں کی مخالفت کرے" اور آپ نے یہ بھی پڑھا تھا کہ یہ شاذ اسباب طعن میں سے ہے، یعنی اس کی وجہ سے حدیث مجروح ہو جاتی ہے، اب صاحب مقدمہ شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی غریب اسی شاذ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جس کی وجہ سے حدیث مطعون ہو جاتی ہے، چنانچہ صاحب مصابیح علامہ بغویؒ جب اپنی کتاب میں "حدیث ضعیف" کو ذکر کرنے کے بعد "ھذا حدیث غریب" کہتے ہیں، تو ان کی مراد یہی ہوتی ہے کہ یہ حدیث شاذ ہے، کیوں کہ علامہ بغویؒ نے فرمایا ہے کہ "غریب" مقام طعن میں سے ہے، اور غریب مقام طعن میں سے اسی وقت ہوگا، جب کہ اس کو شاذ کے معنی میں لیں۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۱۱۰)

وبعض الناس یفسرون الشاذ بمفرد الراوی "الخ: آپ نے ماقبل میں پڑھا ہے کہ بعض حضرات نے شاذ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "شاذ وہ روایت ہے جس کا راوی تنہا ہو، خواہ وہ ثقہ کی مخالفت کرے یا نہ کرے" تو شاذ کی اس تعریف کے اعتبار سے حدیث مطعون نہیں ہوگی، کیوں کہ شاذ کی اس تعریف کے مطابق غریب اور شاذ میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے یہ حضرات شاذ کا لفظ غریب کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، اور کہتے ہیں "ھذا حدیث صحیح شاذ" یعنی یہ حدیث صحیح غریب ہے، اور "ھذا حدیث صحیح غیر شاذ" یعنی یہ حدیث، صحیح ہے اور غریب نہیں ہے؛ بل کہ عزیز یا مشہور ہے۔

اور جس شاذ کا مقام طعن میں ذکر کیا جاتا ہے، یعنی جس شاذ کی وجہ سے حدیث مجروح ہو جاتی ہے، وہ وہ شاذ ہے جس میں ثقات کی مخالفت کی گئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(فَصْلٌ) اَلْحَدِيْثُ الضَّعِيْفُ هُوَ الَّذِیْ فُقِدَ فِيْهِ الشَّرَائِطُ الْمُعْتَبَرَةُ فِي الصِّحَةِ وَالْحَسَنِ كُلًّا أَوْ بَعْضًا وَيُذَمُّ رَاوِيْهِ بِشُذُوْذٍ أَوْ نَكَارَةٍ أَوْ عَلَّةٍ، وَبِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ يَتَعَدَّدُ أَقْسَامُ الضَّعِيْفِ، وَيَكْثُرُ اِفْرَادًا وَتَرْكِيْبًا، وَمَرَاتِبُ الصَّحِيْحِ وَالْحَسَنِ لِذَاتِهِمَا وَلِغَيْرِهِمَا أَيْضًا مُتَفَاوِتَةٌ بِتَفَاوُتِ الْمَرَاتِبِ وَالدَّرَجَاتِ فِيْ كَمَالِ الصِّفَاتِ الْمُعْتَبَرَةِ الْمَأْخُوْذَةِ فِيْ مَفْهُوْمَيْهِمَا مَعَ وُجُوْدِ الْاِشْتِرَاكِ فِيْ أَصْلِ الصِّحَةِ وَالْحَسَنِ، وَالْقَوْمُ ضَبَطُوْا مَرَاتِبَ الصِّحَةِ وَعَيَّنُوْهَا، وَذَكَرُوْا أَمْثِلَتَهَا مِنَ الْأَسَانِيْدِ، وَقَالُوْا: اِسْمُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ يَشْمُلُ رِجَالَهَا كُلَّهَا وَلٰكِنَّ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ .

ترجمہ: حدیث ضعیف وہ حدیث ہے جس میں صحیح اور حسن کے معتبر شرائط کل کے کل یا بعض مفقود ہوں، اور اس کے راوی کی شاذ ہونے یا منکر ہونے یا کسی اور وجہ سے مذمت کی گئی ہو، اور اس اعتبار سے ضعیف کی اقسام متعدد ہو جائیں گی، (اور شرائط کے) مفرد یا مرکب ہونے کے اعتبار سے (ضعیف حدیث) بہ کثرت ہیں، اور صحیح لذاتہ ولغیرہ، اور حسن لذاتہ ولغیرہ کے درجات بھی متفاوت ہیں، ان کمال صفات کے درجات ومراتب متفاوت ہونے کی وجہ سے، جو (ان دونوں میں) معتبر اور ان کے مفہوم سے ماخوذ ہیں، باوجود کہ وہ اصل صحت اور حسن میں مشترک ہے، اور محدثین نے صحت کے درجات کو منضبط کیا ہے، اور اس کو متعین کیا ہے، اور سندوں سے اس کی مثالیں ذکر کی ہیں۔ اور محدثین نے کہا ہے کہ لفظ عدالت اور ضبط اس (سند) کے تمام رواۃ کو شامل ہے؛ لیکن ان میں سے بعض بعض سے بلند ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے حدیث ضعیف کی تعریف کا اعادہ اور اس کی اقسام کو بیان کرنے کے بعد صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، اور حسن لغیرہ کے درجات ومراتب کے مختلف ہونے کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ مصنف فرماتے ہیں:

حدیث ضعیف: وہ حدیث ہے جس میں صحیح اور حسن کے کل شرائط یا بعض شرائط مفقود ہوں، اور اس کے راوی کی شاذ، منکر یا کسی اور علت کی وجہ سے مذمت کی گئی ہو، (حدیث ضعیف کی مثال گذر چکی ہے)

ضعیف کی اس تعریف کے اعتبار سے ایک شرط یا بیک وقت متعدد شرطوں کے فقدان کی وجہ سے ضعیف کی متعدد اور بہت ساری قسمیں ہوجائیں گی۔ وہ اس لیے کہ حدیث ضعیف میں ضعف کی علت اس کا صحت وحسن کے شرائط سے بعد اور دوری ہے، لہٰذا یہ بعد جس قدر زیادہ ہوگا، اس قدر ضعف میں زیادتی ہوگی، مثلاً کسی حدیث میں صحت کی ایک شرط نہیں ہے، اور بقیہ چار شرطیں موجود ہیں، تو اس میں ایک وجہ سے ضعف ہوگا، اور اسی کو ضعف مفرد کہتے ہیں، اور اگر بہ یک وقت دو شرطیں یا اس سے زائد مفقود ہوں، تو دو یا اس سے زائد وجہوں سے ضعف ہوگا، اور اسی کو ضعف مرکب کہتے ہیں، خلاصہ یہ کہ ایک شرط یا بہ یک وقت متعدد شرطوں کے فقدان کے اعتبار سے حدیث ضعیف کے درجات مختلف ہوجائیں گے، اور اس تفاوت ودرجات کے لحاظ سے ضعیف کی متعدد قسمیں ہوجائیں گی۔

ومراتب الصحیح والحسن لذاتهما ولغیرهما الخ: حدیث صحیح لذاتہ بھی درجات میں تمام برابر نہیں ہے؛ کیوں کہ جن اوصاف کی وجہ سے حدیث ''صحیح لذاتہ'' ہوتی ہے، وہ اوصاف مختلف درجات کے ہیں، (جیسے عدالت ہے، کسی راوی میں اعلیٰ درجہ کا ہوگا، اور کسی میں اس سے تھوڑا کم، یا تام الضبط ہے، کسی راوی میں اعلیٰ درجہ کا ضبط ہوگا، اور کسی میں اس سے کم) اس لیے صحیح لذاتہ کے درجات بھی مختلف ہوں گے، وہ اوصاف جس حدیث میں جس قدر اعلیٰ ہوں گے، اس حدیث کا درجہ بھی اتنا ہی بلند ہوگا، اگر چہ ساری حدیثیں ''صحیح لذاتہ'' ہی ہوں گی، لیکن بعض، بعض سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعلیٰ ہوں گی۔

اسی طرح ''صحیح لغیرہ'' کے درجات بھی مختلف ہیں، کیوں کہ ان میں بھی ''مشروطہ اوصاف'' (عدل تام الضبط وغیرہ) مختلف درجات کے ہوتے ہیں، لہٰذا وہ اوصاف جس ''صحیح لغیرہ'' میں جس قدر اعلیٰ ہوں گے، اس کا درجہ بھی اتنا ہی بلند ہوگا، اگر چہ ساری حدیثیں ''صحیح لغیرہ'' ہی ہوں گی، لیکن مختلف درجات کے ساتھ۔

''حسن لذاتہ'' اور ''حسن لغیرہ'' کے درجات بھی ان اوصاف مشروطہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوں گے، یعنی بعض ''حسن لذاتہ'' بعض ''حسن لذاتہ'' پر اوصاف کے کامل ہونے کی وجہ سے بڑھا ہوا ہوگا، اگر چہ دونوں ''حسن لذاتہ'' ہی ہوں گے۔ اسی طرح بعض ''حسن لغیرہ'' کا درجہ دوسرے بعض ''حسن لغیرہ'' پر بڑھا ہوا ہوگا، اگر چہ دونوں حسن لغیرہ ہی ہوں گے، لیکن فرقِ مراتب کے ساتھ۔

اسی کو شیخ عبدالحقؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ''صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ'' کے درجات مختلف ہوتے ہیں، کیوں کے ان صفات کے درجات و مراتب جو ان دونوں (صحیح، حسن) کی تعریف میں مذکور ہیں، مختلف ہوتے ہیں، اگر چہ وہ دونوں حسن اور صحت میں مشترک ہوتے ہیں۔

والقوم ضبطوا مراتب الصحة الخ: فرماتے ہیں کہ محدثین کرام نے صحت کے درجات کو منضبط کیا ہے اور اس کو متعین کیا ہے، اور سندوں سے اس کی مثالیں بھی دی ہیں، اور انہوں نے وضاحت کی ہے کہ عدالت، ضبط اور دیگر صفات تو صحیح اور حسن کے تمام راویوں میں پائی جاتی ہیں؛ لیکن بعض میں زیادہ اور بعض میں کم پائی جاتی ہیں، جن میں زیادہ پائی جاتی ہیں وہ اعلیٰ ہوں گی، اور جن میں کم پائی جاتی ہیں، وہ اس سے کم تر ہوں گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَأَمَّا إِطْلَاقُ أَصَحِّ الْأَسَانِيْدِ عَلٰى سَنَدٍ مَخْصُوْصٍ عَلَى الْإِطْلَاقِ فَفِيْهِ اخْتِلَافٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَصَحُّ الْأَسَانِيْدِ: زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ، وَقِيْلَ: مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَقِيْلَ: الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَالْحَقُّ أَنَّ الْحُكْمَ عَلٰى إِسْنَادٍ مَخْصُوْصٍ بِالْأَصَحِّيَّةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ غَيْرُ جَائِزٍ، إِلَّا أَنَّ فِي الصِّحَّةِ مَرَاتِبُ عُلْيَا وَعِدَّةٌ مِنَ الْأَسَانِيْدِ يَدْخُلُ فِيْهَا، وَلَوْ قُيِّدَ بِقَيْدٍ بِأَنْ يُقَالَ أَصَحُّ أَسَانِيْدِ الْبَلَدِ الْفُلَانِيِّ أَوْ فِي الْبَابِ الْفُلَانِيِّ أَوْ فِي الْمَسْأَلَةِ الْفُلَانِيَّةِ يَصِحُّ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: اور بہر حال کسی مخصوص سند پر علی الاطلاق اصح الاسانید کا اطلاق کرنا تو اس میں اختلاف ہے، پس بعض محدثین نے کہا ہے کہ "زين العابدين عن أبيه الحسين عن جده" صحیح ترین سند ہے، اور کہا گیا ہے کہ "مالك عن نافع عن ابن عمر" صحیح ترین سند ہے، اور کہا گیا ہے کہ "زهری عن سالم عن ابن عمرؓ" صحیح ترین سند ہے، اور حق بات یہ ہے کہ کسی مخصوص سند پر علی الاطلاق صحیح ترین ہونے کا حکم لگانا، صحیح نہیں ہے، مگر یہ کہ صحت کے چند بلند درجات ہیں، جن میں بہت سی سندیں داخل ہیں، اور اگر کسی قید کے ساتھ مقید کر کے کہا جائے کہ فلاں شہر کی صحیح ترین سند، یا فلاں باب کی صحیح ترین سند، یا فلاں مسئلہ کی صحیح ترین سند، تو صحیح ہے۔

تشریح: احادیث کی سندوں میں سے کسی سند کو علی الاطلاق اصح الاسانید کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس عبارت میں اسی کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ حدیث کی کسی سند کے بارے میں علی الاطلاق اصح الاسانید کہنا درست ہے، لہٰذا ان حضرات نے مختلف سندوں کو اپنے علم و تحقیق کے اعتبار سے اصح کہا ہے، جیسے امام ابو بکر ابن شیبہ، اور عبدالرزاق نے "زين العابدين عن أبيه الحسين عن جده علي رضي الله

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عنہم" کی سند کو اصح کہا ہے، جب کہ امام بخاریؒ کی نظر میں "مالك عن نافع عن ابن عمر" اصح الاسانید ہے، اس کے علاوہ امام احمد ابن حنبل اور اسحاق ابن راہویہ نے "زهری عن سالم عن ابن عمرؓ" کو اصح الاسانید قرار دیا ہے۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث:۱۱۴)

لیکن شیخ عبدالحق اور دیگر محدثین حضرات کا نکتہ نظر یہ ہے کہ علی الاطلاق کسی سند کو اصح کہنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اصح ہونے کا مدار رواۃ کے احوال واوصاف پر ہے، اور پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہر زمانے کے تمام رواۃ کے احوال واوصاف کو جاننا اور پھر یہ طے کرنا کہ کس سند کے تمام رواۃ میں اعلیٰ صفات پائے جاتے ہیں، اور اس سند کے علاوہ اس طرح کے اعلیٰ صفات کسی اور سند میں نہیں پائے جاتے ہیں، بہت مشکل کام ہے۔

البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ صحت کے چند اعلیٰ درجے ہیں، اور کچھ سندیں اس میں داخل ہیں، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ولو قيد بقيد بأن يقال الخ: اگر کسی سند کو "اصح الاسانید" کہنا ہی ہے، تو شہر یا باب یا مسئلہ کی قید کے ساتھ کہا جاسکتا ہے، مثلاً فلاں شہر کی اصح الاسانید وہ ہے، یا فلاں باب کی اصح الاسانید یہ ہیں، یا فلاں مسئلہ میں صحیح ترین سند یہ ہے، وغیرہ۔

اختیاری مطالعہ

(۱) شیخ عبدالحق اور دیگر محدثین کے نزدیک کسی سند کو مطلقاً اصح الاسانید کہنا اگر چہ درست نہیں ہے؛ لیکن جن حضرات نے کچھ سندوں کو مطلقاً اصح کہا ہے، ان کا کہنا بالکل غلط بھی نہیں ہے؛ بل کہ اس کا ایک فائدہ ہے، وہ یہ کہ جن سندوں کو اصح الاسانید کہا گیا ہے وہ ان سندوں پر راجح ہوں گی، جن کو اصح نہیں کہا گیا ہے۔

(۲) علی بن المدینی اور عمرو بن علی کے نزدیک "محمد بن سيرين عن عبيدة بن عمرو عن علی" اصح الاسانید ہے، جب کہ امام نسائی اور یحیٰ بن معین کے نزدیک "ابراهيم النخعی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عن علقمة عن عبد الله بن مسعود" صحیح ترین سند ہے، اس کے علاوہ بھی محدثین حضرات کی رائیں ہیں، شیخ عبدالحق نے صرف تین اقوال بیان کیے ہیں۔

(فَصْلٌ) مِنْ عَادَةِ التِّرْمِذِيِّ أَنْ يَقُوْلَ فِيْ جَامِعِهٖ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ، حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ، وَلَا شُبْهَةَ فِيْ جَوَازِ اجْتِمَاعِ الْحَسَنِ وَالصِّحَّةِ بِأَنْ يَكُوْنَ حَسَنًا لِذَاتِهٖ وَصَحِيْحًا لِغَيْرِهٖ وَكَذٰلِكَ فِيْ اجْتِمَاعِ الْغَرَابَةِ وَالصِّحَّةِ كَمَا أَسْلَفْنَا، وَأَمَّا اجْتِمَاعُ الْغَرَابَةِ وَالْحَسَنِ فَيَسْتَشْكِلُوْنَهٗ بِأَنَّ التِّرْمِذِيَّ اعْتَبَرَ فِي الْحَسَنِ تَعَدُّدَ الطُّرُقِ، فَكَيْفَ يَكُوْنُ غَرِيْبًا؟ وَيُجِيْبُوْنَ بِأَنَّ اعْتِبَارَ تَعَدُّدِ الطُّرُقِ فِي الْحَسَنِ لَيْسَ عَلَى الْاِطْلَاقِ، بَلْ فِيْ قِسْمٍ مِنْهُ، وَحَيْثُ حَكَمَ بِاجْتِمَاعِ الْحَسَنِ وَالْغَرَابَةِ فَالْمُرَادُ بِهٖ قِسْمٌ اٰخَرُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهٗ أَشَارَ بِذٰلِكَ إِلَى اخْتِلَافِ الطُّرُقِ بِأَنْ جَاءَ فِيْ بَعْضِ الطُّرُقِ غَرِيْبًا، وَفِيْ بَعْضِهَا حَسَنًا، وَقِيْلَ: الْوَاوُ بِمَعْنَى أَوْ بِأَنَّهٗ يَشُكُّ وَيَتَرَدَّدُ فِيْ أَنَّهٗ غَرِيْبٌ أَوْ حَسَنٌ لِعَدَمِ مَعْرِفَتِهٖ جَزْمًا، وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالْحَسَنِ هٰهُنَا لَيْسَ مَعْنَاهُ الْاِصْطِلَاحِيُّ بَلِ اللُّغَوِيُّ بِمَعْنَى مَا يَمِيْلُ إِلَيْهِ الطَّبْعُ، وَهٰذَا الْقَوْلُ بَعِيْدٌ جِدًّا.

ترجمہ: امام ترمذی کی عادت ہے کہ وہ اپنی جامع میں کہتے ہیں حدیث حسن صحیح، حدیث غریب حسن، حدیث حسن غریب صحیح، صحیح اور حسن کے جمع ہونے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے، بایں طور کہ وہ حسن لذاتہ ہو اور صحیح لغیرہ ہو، اور اسی طرح غرابت اور صحت کے جمع ہونے (کے جواز) میں (کوئی شبہ نہیں ہے) جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا ہے، اور بہرحال غرابت اور حسن کا جمع ہونا تو لوگ اس میں اشکال کرتے ہیں، بایں طور کہ ترمذی نے حسن میں تعدد طرق کا اعتبار کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے،تو وہ غریب کیسے ہوگا؟ اور محدثین جواب دیتے ہیں کہ ''حسن'' میں تعدد طرق کا اعتبار مطلقاً نہیں ہے، بل کہ اس کی ایک قسم میں ہے،اور جہاں پر حسن اور غرابت کے جمع ہونے کا حکم لگایا ہے،تو اس سے مراد دوسری قسم ہے،اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ امام ترمذی نے اس کے ذریعہ سند کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ بعض طرق میں غریب آیا ہے،اور بعض طرق میں حسن،اور کہا گیا ہے کہ واو ''اَوْ'' کے معنی میں ہے، بایں طور کہ وہ شک اور تردد میں ہیں کہ وہ ''غریب'' ہے، یا ''حسن''، یقینی طور پر علم نہ ہونے کی وجہ سے،اور کہا گیا ہے کہ یہاں حسن سے مراد اس کے معنی اصطلاحی نہیں ہے، بل کہ لغوی ہے،اس معنی میں کہ جس کی طرف طبیعت مائل ہو،اور یہ قول (حقیقت واصلیت سے) بہت دور ہے۔

تشریح:اس فصل میں امام ترمذی کی ایک عادت جو احادیث سے متعلق ہے، بیان کررہے ہیں،ان کی عادت یہ ہے کہ وہ بعض مرتبہ ایک ہی حدیث پر دو حکم لگا کر کہتے ہیں ''حدیث حسن صحیح''، یعنی یہ حدیث حسن اور صحیح ہے،اور ''غریب حسن''،یعنی یہ حدیث غریب بھی ہے اور حسن بھی،اور کبھی کبھی ایک ہی حدیث پر تین حکم لگاتے ہیں کہ ''حدیث حسن غریب صحیح''،یعنی یہ حدیث حسن، غریب اور صحیح ہے،ان میں سے وہ حدیث جن پر ''حسن'' اور ''صحیح'' کا حکم لگاتے ہیں،اس پر کوئی اشکال نہیں ہے، کیوں کہ ایک حدیث بہ یک وقت حسن اور صحیح دونوں ہوسکتی ہے،فرق صرف یہ رہے گا کہ وہ حسن تو لذاتہ ہوگی،اور صحیح لغیرہ ہوگی،(کیوں کہ صحیح لغیرہ کی تعریف یہ ہے کہ ''وہ حدیث ہے جن کے اندر صحیح کے پانچوں اوصاف میں سے کسی وصف (یعنی ضبط) میں یک گونہ کمی ہو اور وہ کمی تعدد طرق سے دور ہوجائے'' اور حسن لذاتہ کی تعریف امام ترمذی کے نزدیک یہ ہے کہ ''وہ حدیث ہے جو متعدد سندوں سے مروی ہو'' پس اس تعریف کے اعتبار سے ''صحیح لغیرہ'' میں بھی تعدد طرق ہے،اور حسن لذاتہ میں بھی تعدد طرق ہے،لہٰذا ایک ہی حدیث ''صحیح لذاتہ'' اور ''حسن لغیرہ'' ہوسکتی ہے۔واضح رہے کہ جمہور کے نزدیک ''حسن لذاتہ'' کی تعریف میں تعدد طرق کی قید نہیں ہے،لہٰذا ان کی تعریف کے مطابق ایک ہی حدیث ''صحیح لغیرہ'' اور ''حسن لذاتہ'' نہیں بن سکتی۔)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور وہ حدیث جس پر ''صحیح، اور غریب'' کا حکم لگاتے ہیں، اس پر بھی کوئی اشکال نہیں ہے؛ کیوں کہ ایک ہی حدیث ''صحیح اور غریب'' دونوں ہو سکتی ہے، اس طور پر کہ ایک حدیث کے تمام رواۃ ثقہ تو ہوں، لیکن وہ حدیث ایک ہی سند سے مروی ہو، تو وہ حدیث ایک سند سے مروی ہونے کی وجہ سے غریب ہوگی، اور اس کے تمام رواۃ کے ثقہ ہونے کی وجہ سے ''صحیح'' بھی ہوگی، یہ بات پہلے بھی گذر چکی ہے۔

البتہ وہ حدیث جس پر ''حسن اور غریب'' کا حکم لگاتے ہیں، اس پر حافظ شمس الدین ذہبی کا اعتراض یہ ہے کہ ''غریب'' وہ حدیث ہے جو ایک سند سے مروی ہو، اور امام ترمذی کے نزدیک ''حسن'' وہ حدیث ہے جو متعدد سندوں سے مروی ہو، ان دونوں کی تعریفات سے پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں میں منافات ہے، پھر وہ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟۔

اس اعتراض کا جواب ایک درجن سے زیادہ طریقہ سے دیا گیا ہے، چناچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ''امام ترمذی حسن کو دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں، ایک یہ کہ جب وہ ''حدیث حسن'' کہتے ہیں، یعنی اس صفت کو تنہا ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کوئی دوسری صفت نہیں لاتے ہیں تو اس وقت ''حسن'' میں اپنی خاص اصطلاح کے مطابق تعدد طرق کا اعتبار کرتے ہیں، اور جب ''حسن'' کو دوسرے اوصاف کے ساتھ لاتے ہیں، مثلاً ''حسن غریب'' وغیرہ، تو اس میں جمہور محدثین کی تعریف کے مطابق ''تعدد طرق'' کا اعتبار نہیں کرتے ہیں، اور اس اصطلاح کے اعتبار سے ''حسن اور غریب'' میں کوئی منافات نہیں ہے۔

اور بعض حضرات نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ ''حسن غریب'' سے امام ترمذی اختلاف سند کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، یعنی یہ بتلا رہے ہیں کہ اس حدیث کی دو سندیں ہیں، ایک سند کے اعتبار سے یہ حدیث غریب ہے، (یعنی اس سند میں کوئی راوی منفرد ہے، خواہ وہ ابتداء سند میں ہو، یا انتہاء سند میں) اور دوسری سند کے اعتبار سے ''حسن'' ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تیسرا جواب یہ ہے کہ ''حسن غریب'' میں واؤ ''اَوْ'' کے معنی میں ہے، یعنی امام ترمذی کو اس حدیث کے حسن اور غریب ہونے میں شک اور تردد ہے، مطلب یہ کہ ان کو حتمی اور یقینی طور پر معلوم نہیں ہے کہ یہ حدیث ''حسن'' ہے یا ''غریب'' اسی لیے انہوں نے کہا کہ یہ حدیث یا تو ''حسن'' ہے یا ''غریب''۔ اس جواب پر حضرت عمیم الاحسان المجد دی البرکاتیؒ نے اعتراض کیا ہے کہ امام ترمذی ''حسن وغریب'' نہیں کہتے ہیں، کہ کہا جائے کہ واؤ ''اَوْ'' کے معنی میں ہے، بل کہ وہ حرف واو کے حذف کے ساتھ ''حسن غریب'' کہتے ہیں، پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ ''البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ واو محذوفہ اَو کے معنی میں ہے؛ لیکن اس سلسلہ میں سب سے بہترین جواب یہ ہے کہ ''اَوْ'' ہی کو محذوف مان لیں۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۱۱۹)

اس اعتراض کا چوتھا جواب علامہ ابن الصلاح نے دیا ہے کہ یہاں پر حسن سے اس کے اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے؛ بل کہ لغوی معنی مراد ہے، یعنی وہ حدیث جس کی طرف دل مائل ہو، شیخ عبد الحقؒ فرماتے ہیں کہ یہ جواب حقیقت سے کوسوں دور ہے؛ کیوں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ ہر حدیث خواہ ضعیف ہو یا موضوع، ''حسن'' ہو جائے، کیوں کہ اس کی طرف بھی دل مائل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(فَصْلٌ) الاحْتِجَاجُ فِی الأَحْکَامِ بِالْخَبَرِ الصَّحِیْحِ مُجْمَعٌ عَلَیْهِ وَکَذٰلِکَ بِالْحَسَنِ لِذَاتِهٖ عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ، وَهُوَ مُلْحَقٌ بِالصَّحِیْحِ فِیْ بَابِ الاحْتِجَاجِ وَإِنْ کَانَ دُوْنَهٗ فِی الْمَرْتَبَةِ، وَالْحَدِیْثُ الضَّعِیْفُ الَّذِیْ بَلَغَ بِتَعَدُّدِ الطُّرُقِ مَرْتَبَةَ الْحَسَنِ لِغَیْرِهٖ أَیْضًا مُحْتَجٌّ بِهٖ، وَمَا اشْتَهَرَ أَنَّ الْحَدِیْثَ الضَّعِیْفَ مُعْتَبَرٌ فِیْ فَضَائِلِ الأَعْمَالِ لَا فِیْ غَیْرِهَا، فَالْمُرَادُ مُفْرَدَاتُهٗ لَا مَجْمُوْعُهَا لِأَنَّهٗ دَاخِلٌ فِی الْحَسَنِ لَا فِی الضَّعِیْفِ، صَرَّحَ بِهِ الأَئِمَّةُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنْ کَانَ الضَّعِیْفُ مِنْ جِهَةِ سُوْءِ حِفْظٍ أَوْ اخْتِلَاطٍ أَوْ تَدْلِیْسٍ مَعَ وُجُوْدِ الصِّدْقِ وَالدِّیَانَةِ: یَنْجَبِرُ بِتَعَدُّدِ الطُّرُقِ، وَإِنْ کَانَ مِنْ جِهَةِ اتِّهَامِ الْکِذْبِ، أَوِ الشُّذُوْذِ أَوْ فُحْشِ الْخَطَاءِ لَا یَنْجَبِرُ بِتَعُّدِدِ الطُّرُقِ، وَالْحَدِیْثُ مَحْکُوْمٌ عَلَیْهِ بِالضُّعْفِ، وَمَعْمُوْلٌ بِهٖ فِیْ فَضَائِلِ الأَعْمَالِ، وَعَلٰی مِثْلِ هٰذَا یَنْبَغِیْ أَنْ یُحْمَلَ أَنَّ "لُحُوْقَ الضَّعِیْفِ بِالضَّعِیْفِ لَا یُفِیْدُ قُوَّةً" وَإِلَّا فَهٰذَا الْقَوْلُ ظَاهِرُ الْفَسَادِ، فَتَدَبَّرْ.

ترجمہ: احکام (فقہیہ) میں صحیح خبر سے استدلال کرنا متفق علیہ ہے، اور اسی طرح عام علماء کے نزدیک "حسن لذاتہ" ہے، اور وہ استدلال کرنے کے باب میں صحیح کے ساتھ لاحق ہے، اگر چہ مرتبہ میں اس سے کم ہے، اور وہ "حدیث ضعیف" جو تعدد طرق کی وجہ سے "حسن لغیرہ" کے مرتبہ کو پہنچ جائے، (وہ) بھی متفق علیہ ہے، اور یہ جو مشہور ہے کہ "حدیث ضعیف" فضائل اعمال میں معتبر ہے، اس کے علاوہ میں نہیں ہے، تو (اس سے) مراد مفرد ضعیف ہے نہ کہ اس کا مجموعہ، اس لیے کہ وہ (یعنی ضعیف حدیث اپنے مجموعہ کے لحاظ سے) حسن میں داخل ہے نہ کہ ضعیف میں، ائمہ نے اس کی صراحت کی ہے، اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ اگر ضعف (راوی کے) سوء حفظ، یا اختلاط یا تدلیس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہ سے ہو (مگر اس میں) صدق و دیانت موجود ہو تو وہ ضعف تعدد طرق سے زائل ہو جائے گا، اور اگر ضعف اتہام کذب یا شذوذ یا فحش خطاء کی وجہ سے ہو تو (اس کا ضعف) تعدد طرق سے زائل نہ ہوگا، اور حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا، اور فضائل اعمال میں معمول بہ ہوگی، اور اسی جیسے پر "ضعیف کو ضعیف کے ساتھ لاحق کرنا قوت کا فائدہ نہیں دیتا ہے" کو محمول کرنا چاہیے، ورنہ تو اس قول کا فساد ظاہر ہے، پس غور فرمالیجیے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمۃ "صحیح، حسن اور ضعیف" میں سے کون قابل استدلال ہے اور کون قابل استدلال نہیں ہے؟ کو بیان کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "صحیح حدیث خواہ لذاتہ ہو یا لغیرہ" اس سے احکام فقہیہ، عقائد، اور اعمال سب میں استدلال کرنے پر علماء کا اجماع ہے، یہی حال حسن لذاتہ کا ہے، یعنی وہ بھی استدلال واحتجاج کے باب میں اکثر محدثین وفقہاء کے نزدیک صحیح ہی کی طرح ہے؛ لیکن مرتبہ میں اس سے کم ہے۔ (صحیح لذاتہ سے تو کم ہے ہی؛ کیوں کہ صحیح لذاتہ" میں صحیح کے پانچوں شرائط بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں، اور صحیح لغیرہ سے بھی درجہ میں کم ہے، کیوں کہ اس میں اگر چہ ضبط میں نقص ہوتا ہے، لیکن بقیہ چاروں شرائط بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں، اور ضبط کا نقص بھی تعدد طرق سے دور ہو جاتا ہے، جب کہ حسن لذاتہ میں ضبط میں نقص پایا جاتا ہے، اور وہ نقص تعدد طرق سے زائل نہیں ہوتا ہے، اس لیے حسن لذاتہ مرتبہ میں "صحیح" سے کم ہوگا۔)

والحديث الضعيف الذي بلغ بتعدد الطرق الخ: ضعیف حدیث کو اگر متابع اور شواہد مل جائیں، یعنی وہ ضعیف حدیث دیگر سندوں سے بھی مروی ہو تو وہ اب "حسن لغیرہ" ہو جائے گی، اور قابل استدلال ہوگی، اور یہ جو مشہور ہے کہ ضعیف حدیث فقط فضائل اعمال میں معتبر ہے اور احکام وعقائد میں نہیں، اس سے مراد وہ ضعیف حدیث ہے جو مفرد ہو، یعنی اس حدیث کو روایت کرنے میں کوئی راوی منفرد ہو، بالفاظ دیگر اس ضعیف حدیث کو متابع اور شواہد نہ ملیں، تو اس سے احکام وعقائد میں استدلال واحتجاج نہ کیا جا سکے گا، اور وہ صرف فضائل اعمال میں معتبر ہوگی، اس سے ضعیف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احادیث کا مجموعہ یعنی وہ ضعیف حدیث جو متعدد سندوں سے مروی ہو مراد نہیں ہے، کیوں کہ ضعیف احادیث مجموعہ کے لحاظ سے حسن لغیرہ ہے، نہ کہ ضعیف، اس بات کی ائمہ حدیث نے وضاحت کی ہے۔ (اور آپ نے بھی ''حسن لغیرہ'' کی تعریف میں اس کو پڑھا ہے)

وقال بعضهم ان كان الضعف من جهة الخ: ابھی اوپر آپ نے پڑھا کہ ضعیف حدیث کی سندیں اگر متعدد ہو جائیں تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ حسن لغیرہ میں داخل ہو جاتی ہے، لیکن بعض محدثین کا قول یہ ہے کہ ہر حدیث ضعیف کا ضعف تعدد طرق سے ختم نہیں ہوتا ہے؛ بل کہ بعض ضعف ختم ہوتا ہے، اور بعض ختم نہیں ہوتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر حدیث ضعیف کا ضعف راوی کے سیئ الحفظ ہونے، یا مختلِط ہونے یا مدلِّس ہونے کی وجہ سے ہو، لیکن اس راوی میں صداقت و دیانت پائی جاتی ہو، تو پھر اس ضعیف حدیث کا ضعف تعدد طرق کی وجہ سے زائل ہو جائے گا، اور اگر حدیث ضعیف کا ضعف راوی کے متہم بالکذب ہونے یا شذوذ یعنی ثقات کی مخالفت کرنے یا کثیر الغلط ہونے کی وجہ سے ہو تو پھر اس کا ضعف تعدد طرق کی وجہ سے ختم نہیں ہوگا، اور اس پر ضعیف ہی کا حکم لگے گا، اور صرف فضائل میں معتبر ہوگی۔

وعلیٰ مثل هذا ينبغي أن يحمل الخ: بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ''لحوق الضعيف بالضعيف لا يفيد قوة'' یعنی اگر ضعیف حدیث کا ضعیف حدیث سے اتصال ہو جائے، یعنی وہ ضعیف حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو، تو اس سے وہ ضعیف حدیث قوی نہیں ہو جائے گی؛ بل کہ ضعیف ہی رہے گی، اس قول کے سلسلہ میں شیخ عبد الحقؒ فرماتے ہیں کہ ''بہتر یہ ہے کہ اس قول کو اس ضعیف حدیث پر محمول کیا جائے جس کا ضعف راوی کے متہم بالکذب ہونے یا شذوذ ہونے یا کثیر الخطاء ہونے کی بنا پر ہوتا ہے، تب یہ قول درست ہے، اور اگر اس قول کو مطلق رکھا جائے اور کہا جائے کہ اس ضعیف حدیث کا ضعف بھی ختم نہ ہوگا جو راوی کے سوء حفظ یا تدلیس یا کثیر الخطاء ہونے کی وجہ سے ہو، تو پھر یہ قول باطل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختیاری مطالعہ

(۱) تعددِ طرق کی وجہ سے ہر حدیث کا ضعف ختم نہیں ہوتا ہے، اس کا قاعدہ آپ نے پڑھ لیا، لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سلسلہ میں ایک دوسرا قاعدہ ذکر کیا ہے، وہ یہ کہ اگر ضعف ایسا ہے، جس کے رہتے ہوئے جانبِ قبول اور جانبِ رد دونوں برابر ہو، تو وہ ضعف ختم ہو جائے گا، اور اگر ایسا ضعف ہے کہ جانبِ رد راجح ہو جائے تو تعددِ طرق کی وجہ سے وہ ضعف ختم نہیں ہوگا، اور اگر حدیث کا جانبِ قبول راجح ہو تو وہ اس قبیل سے نہیں ہے، بل کہ وہ تو حسن لذاتہ میں ہوتا ہے۔ (النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح: ۱۳۰)

(فَصْلٌ) لَمَّا تَفَاوَتَتْ مَرَاتِبُ الصَّحِيْحِ، وَالصِّحَاحُ بَعْضُهَا أَصَحُّ مِنْ بَعْضٍ، فَاعْلَمْ أَنَّ الَّذِيْ تَقَرَّرَ عِنْدَ جُمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِيْنَ أَنَّ صَحِيْحَ الْبُخَارِيْ مُقَدَّمٌ عَلٰى سَائِرِ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ حَتّٰى قَالُوْا: أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ الْبُخَارِيْ، وَبَعْضُ الْمُغَارِبَةِ رَجَّحُوْا صَحِيْحَ الْمُسْلِمِ عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِيْ، وَالْجُمْهُوْرُ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ هٰذَا فِيْمَا يَرْجِعُ إِلَى حُسْنِ الْبَيَانِ وَجَوْدَةِ الْوَضْعِ وَالتَّرْتِيْبِ، وَرِعَايَةِ دَقَائِقِ الْاِشَارَاتِ، وَمَحَاسِنِ النُّكَاتِ فِي الْأَسَانِيْدِ، وَهٰذَا خَارِجٌ عَنِ الْمَبْحَثِ، وَالْكَلَامُ فِي الصِّحَّةِ وَالْقُوَّةِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا، وَلَيْسَ كِتَابٌ يُسَاوِيْ "صَحِيْحَ الْبُخَارِيْ" فِيْ هٰذَا الْبَابِ بِدَلِيْلِ كَمَالِ الصِّفَاتِ الَّتِيْ اُعْتُبِرَتْ فِي الصِّحَّةِ فِيْ رِجَالِهٖ. وَبَعْضُهُمْ تَوَقَّفَ فِيْ تَرْجِيْحِ أَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ وَالْحَقُّ هُوَ الْأَوَّلُ،

ترجمہ: جب صحیح کے درجات مختلف ہیں اور بعض صحیح حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں، تو (یہ بھی) جان لیجیے کہ جمہور محدثین کے نزدیک جو بات ثابت ہے وہ یہ کہ صحیح بخاری تمام تصنیف شدہ کتب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پر مقدم ہے، یہاں تک کہ محدثین نے کہا ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری ہے، اور بعض مغاربہ نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، اور جمہور کہتے ہیں کہ یہ (یعنی صحیح مسلم کی بخاری پر ترجیح) ان چیزوں میں سے ہے، جو حسن بیان، اچھی وضع وترتیب اور سندوں میں دقیق اشاروں اور عمدہ نکات کی رعایت کی طرف لوٹتی ہے اور یہ بحث سے خارج ہے، اور کلام صحت وقوۃ اور ان دونوں سے متعلق میں ہے، اور اس باب میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو صحیح بخاری کے برابر ہو، بایں دلیل کہ وہ صفات جو صحیح میں معتبر ہیں ان کے راویوں میں کامل ہیں، اور بعض محدثین نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں توقف کیا ہے، اور حق اول ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مرتبۂ بخاری شریف کو واضح کیا گیا ہے، چنانچہ مصنف فرماتے ہیں کہ جب آپ نے یہ بات جان لی کہ صحیح کے درجات مختلف ہیں، یعنی بعض صحیح احادیث بعض صحیح احادیث سے زیادہ اعلیٰ واصح ہیں، تو یہ بھی جان لیجیے کہ ابھی تک حدیث کی جتنی بھی کتابیں لکھی گئیں ہیں، ان تمام کتابوں پر صحیح بخاری فائق اور برتر ہے، حتیٰ کہ محدثین نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ "قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے" البتہ بعض علماء اسپین جیسے ابو محمد بن حزم اور شیخ ابو علی نیساپوری وغیرہ نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے؛ لیکن جمہور محدثین فرماتے ہیں کہ علماء اسپین نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت اصح ہونے کے اعتبار سے نہیں دی ہے؛ بل کہ حسن بیان یعنی سیاق وسباق کی عمدگی، اور احادیث کے درمیان حسن ترتیب کے اعتبار سے ہے، بایں طور کہ امام مسلم ایک حدیث کے متعدد طرق کو ایک ساتھ جمع کر دیتے ہیں، اس کے علاوہ امام مسلم سند کی دقیق اشاروں اور عمدہ نکات کی بھی رعایت کرتے ہیں، جیسے پہلے وہ مجمل، مشکل، منسوخ، معنعن اور مبہم روایت کو ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد مبیَّن، ناسخ، مصرح، معین اور منسوب کو ذکر کرتے ہیں، اور یہ تینوں (یعنی حسن بیان، ترتیب اور سندوں کے عمدہ اور باریک نکات کی طرف اشارہ) ایسی خوبیاں ہیں جن سے صحیح بخاری خالی ہے؛ لیکن یہ ہماری بحث سے خارج ہے، کیوں کہ گفتگو تو حدیث کی صحت وقوت اور اس کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

متعلقات (یعنی اس کے شرائط واوصاف) میں ہورہی ہے، اور صحت وقوت میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے، جو صحیح بخاری کے برابر ہو، چہ جائیکہ افضل ہو۔

بدليل كمال الصفات التى الخ: صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت دینے کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کی صحت کا مدار جن اوصاف وشرائط پر ہے، وہ اوصاف وشرائط بخاری کے راویوں میں صحیح مسلم کے راویوں کے مقابلہ میں بدرجۂ اتم اور اکمل پائے جاتے ہیں، اس لیے صحیح بخاری صحیح مسلم پر راجح ہے۔

بعض حضرات جیسے امام قرطبی وغیرہ نے بخاری ومسلم میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں توقف کیا ہے، لیکن حق اور صحیح قول جمہور ہی کا ہے کہ بخاری مسلم پر فائق ہے۔

اختیاری مطالعہ

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "ما أعلم في الأرض كتابا أكثر صوابا من كتاب مالك" یعنی روئے زمین پر میں کسی ایسی کتاب کو نہیں جانتا ہوں جو موطا امام مالک کے مقابلہ میں زیادہ درست ہو، تو یہ قول اس وقت کا ہے جب کہ بخاری اور مسلم وجود میں نہیں آئی تھی، علامہ ابن الصلاح نے ایسا ہی کہا ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح:۱۸)

(۲) علماء نے حدیث کی کتابوں کو صحت احادیث اور ان کے ضعف وحسن کے اعتبار سے چار طبقات میں تقسیم کیا ہے، طبقۂ اولیٰ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا امام مالک وغیرہ ہے، یہ طبقہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے، اور ان میں بخاری سب سے مقدم ہے، طبقۂ ثانیہ میں سنن أبي داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور مسند احمد وغیرہ ہیں، طبقۂ ثالثہ میں وہ کتب ہیں جن کے مصنفین نے صحت کا التزام نہیں کیا ہے؛ بل کہ ہر طرح کی احادیث جمع کر دی ہیں، جیسے مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند طیالیس، مسند عبد بن حمید، بیہقی، طبرانی اور طحاوی کی کتب وغیرہ، طبقۂ رابعہ میں وہ کتب آتی ہیں جن کی تقریباً سب ہی روایات ضعیف ہوتی ہیں، جیسے مسند فردوس، دیلمی، مسند خوارزمی اور تصانیف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوالشیخ وغیرہ۔

وَالحَدِيثُ الَّذِي اتَّفَقَ البُخَارِيُ وَمُسلِمٌ عَلىٰ تَخرِيجِهٖ يُسَمّٰى مُتَّفَقًا عَلَيهِ، وَقَالَ الشَّيخُ: بِشَرطِ أَنْ يَكُونَ عَنْ صَحَابِيٍّ وَاحِدٍ، وَقَالُوا: مَجمُوعُ الأَحَادِيثِ المُتَّفَقِ عَلَيهَا أَلفَانِ وَثَلَاثُ مِأَةٍ وَسِتَّةٍ وَعِشرُونَ، وَبِالجُملَةِ: مَا اتَّفَقَ عَلَيهِ الشَّيخَانِ مُقَدَّمٌ عَلىٰ غَيرِهٖ، ثُمَّ مَا تَفَرَّدَ بِهِ البُخَارِيُ، ثُمَّ مَاتَفَرَّدَ بِهٖ مُسلِمٌ، ثُمَّ مَا كَانَ عَلىٰ شَرطِ البُخَارِيِ وَمُسلِمٍ، ثُمَّ مَا هُوَ عَلىٰ شَرطِ البُخَارِيِ، ثُمَّ مَا هُوَ عَلىٰ شَرطِ مُسلِمٍ، ثُمَّ مَا رَوَاهُ غَيرُهُم مِنَ الأَئِمَّةِ الَّذِينَ التَزَمُوا الصِّحَّةَ وَصَحَّحُوهُ، فَالأَقسَامُ سَبعَةٌ، وَالمُرَادُ بِشَرطِ البُخَارِيِ وَمُسلِمٍ أَنْ يَكُونَ الرِّجَالُ مُتَّصِفِينَ بِالصِّفَاتِ الَّتِي يَتَّصِفُ بِهَا رِجَالُ البُخَارِيِ وَمُسلِمٍ مِنَ الضَّبطِ، وَالعَدَالَةِ، وَعَدَمِ الشُّذُوذِ، وَالنَّكَارَةِ، الشُّذُوذِ، وَالنَّكَارَةِ، وَالغَفلَةِ، وَقِيلَ: المُرَادُ بِشَرطِ البُخَارِيِ وَمُسلِمٍ رِجَالُهُمَا أَنفُسُهُم، وَالكَلَامُ فِي هٰذَا طَوِيلٌ، ذَكَرنَاهُ فِي مُقَدِّمَةِ شَرحِ سِفرِ السَّعَادَةِ.

ترجمہ: اور وہ حدیث جس کی تخریج پر بخاری ومسلم متفق ہوجائیں، اس کا نام ''متفق علیہ'' رکھا جاتا ہے، اور شیخ نے فرمایا: اس شرط کے ساتھ کہ وہ ایک صحابی سے ہو، اور محدثین نے کہا ہے کہ: ''ان احادیث کا مجموعہ جس پر (شیخین) متفق ہیں دو ہزار تین سو چھبیس ہے، اور حاصل کلام یہ کہ: جس حدیث پر شیخین متفق ہیں وہ دوسرے (حدیث) پر مقدم ہے، پھر وہ حدیث جس (کی تخریج) میں امام بخاری منفرد ہیں، پھر وہ حدیث جس (کی تخریج) میں امام مسلم منفرد ہیں، پھر وہ حدیث جو بخاری ومسلم کی شرط پر ہے، پھر وہ حدیث جو بخاری کی شرط پر ہے، پر وہ حدیث جو مسلم کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شرط پر ہے، پھر وہ حدیث جس کو شیخین کے علاوہ ایسے ائمہ نے روایت کیا ہو جنہوں نے صحت حدیث کا التزام کیا ہو، اور اس کو صحیح قرار دیا ہو، پس سات قسمیں ہوئیں، اور بخاری و مسلم کی شرط سے مراد یہ ہے کہ راوی ان صفات کے ساتھ متصف ہوں جن صفات کے ساتھ بخاری و مسلم کے راوی متصف ہوتے ہیں، یعنی ضبط وعدالت، عدم شذوذ، عدم نکارۃ اور عدم غفلت (کے ساتھ) اور کہا گیا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط سے مراد یہ ہے کہ بعینہ بخاری و مسلم ہی کے راوی ہوں، اور کلام اس میں طویل ہے، جس کو ہم نے ''شرح سفر السعادۃ'' کے مقدمہ میں ذکر کر دیا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) متفق علیہ حدیث کی تعریف اور تعداد (۲) صحیح احادیث کے درجات ومراتب (۳) بخاری و مسلم کی شرط سے مراد۔

متفق علیہ حدیث کی تعریف: جس حدیث کو امام بخاری وامام مسلم دونوں نے اپنے صحیحین میں ذکر کیا ہو اس کو ''متفق علیہ حدیث'' کہتے ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس تعریف میں ایک شرط کا اضافہ کیا ہے، وہ یہ کہ دونوں کی تخریج میں متن کے راوی ایک ہی صحابی ہوں۔

متفق علیہ حدیث کی تعداد: محدثین نے بیان کیا ہے کہ متفق علیہ حدیث کی کل تعداد دو ہزار تین سو چھبیس ہے، لیکن ''اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیه الشیخان'' میں لکھا ہے کہ متفق علیہ احادیث کی تعداد ایک ہزار نو سو چھ ہے، اور یہ قول زیادہ محقق ہے، واللہ اعلم۔ (شرح المقدمہ: ۱۱۳)

صحیح حدیث کے درجات ومراتب: اگر کہیں احادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہو جائے تو اولاً کس پر عمل ہوگا؟ اس سلسلہ میں شیخ عبدالحقؒ نے سات درجات بیان فرمائے ہیں:

(۱) متفق علیہ احادیث، غیر متفق علیہ احادیث پر درجہ میں مقدم ہے۔

(۲) صحیح بخاری کی منفرد روایتوں کا درجہ ہے۔

(۳) پھر صحیح مسلم کی منفرد روایتوں کا درجہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) پھر ان احادیث کا درجہ ہے جو شیخین کی شرائط پر ہیں۔

(۵) پھر ان احادیث کا درجہ ہے جو بخاری کی شرط پر ہیں۔

(۶) پھر ان احادیث کا درجہ ہے جو مسلم کی شرط پر ہیں۔

(۷) پھر ان احادیث کا درجہ ہے جنہیں بخاری و مسلم کے علاوہ صحت کا التزام کرنے والے دیگر ائمہ حدیث جیسے ابن خزیمہ، ابن ابی داوٗد، اصحاب ستہ، امام مالک اور امام احمد ابن حنبل وغیر ہم نے روایت کیا ہے، اور ان کے صحیح ہونے کی تصریح بھی کی ہے۔

"الذین التزموا الصحة و صححوه" الخ: شیخ علیہ الرحمۃ کے قول میں "وصححوه" کی قید سے لگتا ہے کہ بخاری و مسلم کے علاوہ کتابوں میں محض کسی حدیث کا آجانا اس کی صحت کے لیے کافی نہ ہوگا، بل کہ ان کے مصنفین اگر اس حدیث کی صراحۃً تصحیح کر دیں، تب وہ صحیح مانی جائے گی، ورنہ نہیں، یہی محتاط قول ہے۔ البتہ بعض حضرات نے "التزموا الصحة وصححوه" میں "واو" کو "أو" کے معنی میں لیا ہے، اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "حدیث صحیح" کا ساتواں درجہ شیخین کے علاوہ ان ائمہ کرام کی روایت کا ہے جنہوں نے حدیث کی صحت کا التزام کیا ہو، یا التزام تو نہ کیا ہو؛ لیکن صراحۃً اس کی تصحیح کر دی ہو۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۱۲۸)

بخاری و مسلم کی شرط سے مراد: شیخین میں سے کسی نے اپنی شرط کو صراحت کے ساتھ کسی کتاب میں بیان نہیں کیا ہے، اسی وجہ سے اس میں ائمہ کے دو قول ہیں:

پہلا یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ "حدیث کے رواۃ انہیں صفات کے ساتھ متصف ہوں، جن صفات کے ساتھ بخاری و مسلم کے رواۃ متصف ہوتے ہیں" اور بخاری و مسلم کے رواۃ جن اوصاف کے ساتھ متصف ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں: (۱) عدالت (۲) ضبط (۳) عدم شذوذ (۴) عدم نکارۃ (۵) عدم غفلت وغیرہ، اگر یہ ساری صفتیں کسی سند کے تمام راویوں میں پائی جائیں تو وہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہوں گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس سلسلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط سے مراد یہ ہے کہ ”اس سند کے راوی بعینہ وہی ہوں جو بخاری و مسلم کے راوی ہیں“۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی شرح نخبۃ میں ”علیٰ شرطھما“ کا یہی معنی مراد لیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں ”لأن المراد به رواتهما“ (یعنی شرط شیخین سے مراد ان کے رواۃ ہیں)؛ لیکن اس معنی کے لحاظ سے لازم آتا ہے کہ دیگر کتابوں کی جو حدیث ”علیٰ شرط الشیخین“ ہو، وہ امام بخاری اور امام مسلم کی تنہا تنہا روایت کردہ احادیث سے؛ بل کہ متفق علیہ سے بھی درجہ میں کم نہ ہو، کیوں کہ جب بعینہ انہیں کے رجال سے مروی ہے، تو درجہ میں انہیں کی حدیث کے مانند ہوگی، البتہ اگر ”علیٰ شرط الشیخین“ سے مراد پہلے قول کے مطابق ان کی ملحوظ صفات لی جائیں، تو اس صورت میں اس حدیث کا درجہ، احادیث بخاری و مسلم سے کم مانا جائے گا، کیوں کہ دیگر ائمہ کی تمیز و تحقیق حضرات شیخین کے ہم پایہ نہیں ہے، اس لیے کہ وہ سکتا ہے کہ انہیں اشتباہ ہوگیا ہو، اور کم درجہ کی صفات کو شیخین کی لحاظ کردہ صفات کے ہم درجہ سمجھ لیا ہو، لیکن جب سند میں بعینہ صحیحین کے رواۃ ہوں، تو پھر درجہ میں تفاوت کیوں کر ہوسکتا ہے۔

اس کا جواب حافظ سخاوی نے یہ دیا ہے کہ علماء کی تلقی بالقبول چوں کہ شیخین کی احادیث کو حاصل ہے، اس بنا پر ان کی احادیث کا درجہ، انہیں کے رجال سے مروی دیگر احادیث سے راجح اور فائق ہوگا، یعنی دوسری کتابوں کی احادیث اگر چہ بعینہ رجال بخاری و مسلم پر مشتمل ہوں؛ لیکن تلقی بالقبول حاصل نہ ہونے کی بنا پر صحیحین کے درجہ کو نہیں پہونچیں گی۔ اس جواب پر بھی اعتراض ہوتا ہے، وہ یہ کہ تلقی بالقبول صحیحین کے مجموعہ کو حاصل ہے، الگ الگ ہر حدیث کو یہ تلقی حاصل نہیں ہے، اس لیے اشکال بحالہ قائم ہے۔ (شرح السعادۃ: ۱۳-۱۴ بحوالہ شرح المقدمہ: ۱۱۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(فَصْلٌ)الأَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ لَمْ تَنْحَصِرْ فِيْ صَحِيْحَي البُخَارِيْ وَمُسْلِمٍ،وَلَمْ يَسْتَوْعِبَا الصِّحَاحَ كُلَّهَا،بَلْ هُمَا مُنْحَصِرَانِ فِي الصِّحَاحِ،وَالصِّحَاحُ الَّتِيْ عِنْدَهُمَا،وَعَلٰى شَرْطِهِمَاأَيْضًالَمْ يُوْرِدَاهَا فِيْ كِتَابَيْهِمَا فَضْلاً عِنْدَ غَيْرِهِمَا،قَالَ الْبُخَارِيْ:مَاأَوْرَدْتُ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ مِنَ الأَحَادِيْثِ صَحِيْحٌ،وَلا أَقُوْلُ إِنَّ مَا تَرَكْتُ ضَعِيْفٌ،وَلا بُدَّ فِيْ هٰذَاالتَّرْكِ وَالاتْيَانِ وَجْهُ تَخْصِيْصِ الايْرَادِ وَالتَّرْكِ،اِمَّامِنْ جِهَةِ الصِّحَةِ أَوْ مِنْ جِهَةِ مَقَاصِدَ أُخَرَ،وَالْحَاكِمُ أَبُوْعَبْدُاللّٰهِ النِّيْسَابُوْرِيْ صَنَّفَ كِتَابًاسَمَّاهُ الْمُسْتَدْرَكَ،بِمَعْنٰى أَنَّ مَا تَرَكَهُ الْبُخَارِيْ وَمُسْلِمٌ مِنَ الصِّحَاحِ أَوْرَدَهُ فِيْ هٰذَاالْكِتَابِ،وَتَلافٰى وَاسْتَدْرَكَ،بَعْضُهَا عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ،وَبَعْضُهَاعَلٰى شَرْطِ أَحَدِهِمَا،وَبَعْضُهَا عَلٰى شَرْطِ غَيْرِهِمَا،وَقَالَ:اِنَّ الْبُخَارِيْ وَمُسْلِمًا لَمْ يَحْكُمَا بِأَنَّهُ لَيْسَ أَحَادِيْثُ صَحِيْحَةٌ غَيْرَ مَاخَرَّجَاهُ فِيْ هٰذَيْنِ الْكِتَابَيْنِ.

ترجمہ:احادیث صحیحہ،صحیح بخاری ومسلم میں منحصر نہیں ہیں،اور نہ ہی ان دونوں نے تمام صحاح کا استیعاب کیا ہے؛بل کہ بخاری ومسلم ''صحیح حدیث'' میں منحصر ہیں،اور جو(حدیثیں)ان دونوں کے نزدیک صحیح تھیں اوران کے شرط پر تھیں ان کو بھی اپنی کتابوں میں نہیں لائے،چہ جائیکہ ان حدیثوں کو لاتے جو ان دونوں کے علاوہ کے نزدیک صحیح تھیں،امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث لائی ہیں،اور بہت سی صحیح احادیث کو چھوڑ دیا ہے،اور امام مسلم نے کہا:جن احادیث کو میں نے اس کتاب میں لایا ہے،وہ صحیح ہیں،اور میں نہیں کہتا ہوں کہ جس کو میں نے چھوڑ دیا ہے وہ ضعیف ہیں،اور ضروری ہے اس چھوڑنے اور لانے میں،لانے اور چھوڑنے کی کوئی خاص وجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو، یا تو صحت کی جہت کے اعتبار سے، یا دوسرے مقاصد کے اعتبار سے، اور امام حاکم ابوعبداللہ نیساپوریؒ نے ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ''مستدرک'' رکھا ہے، اور (فوت شدہ کی) تلافی اور بھر پائی کی ہے، (اور حاکم کی) بعض حدیثیں شیخین کی شرط پر ہیں، اور بعض حدیثیں ان میں سے ایک کی شرط پر، اور بعض حدیثیں ان دونوں کی شرط کے علاوہ پر ہے، اور انہوں نے کہا ہے کہ بخاری اور مسلم نے یہ دعوی نہیں کیا ہے کہ ان دونوں کتابوں میں لائی گئی حدیثوں کے علاوہ (دیگر) احادیث صحیح نہیں ہیں۔

تشریح: اس لمبی عبارت میں مصنف نے فرمایا ہے کہ: احادیث صحیحہ صرف بخاری اور مسلم ہی میں نہیں ہیں، کیوں امام بخاری اور امام مسلم نے تو طوالت کتب کے خوف سے ان احادیث کو بھی چھوڑ دیا ہے جو ان کے نزدیک صحیح تھیں اور ان کی شرط کے مطابق تھیں، چہ جائیکہ ان احادیث کو ذکر کرتے جو دیگر محدثین حضرات کے نزدیک صحیح ہیں، البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بخاری اور مسلم میں جو احادیث ہیں، وہ سب کے سب صحیح ہیں، خود امام بخاری نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ''میں نے اپنی اس کتاب میں جو بھی حدیث ذکر کی ہے وہ صحیح ہے، اور بہت سی صحیح احادیث کو میں نے چھوڑ دیا ہے'' اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا: ''ما أدخلت فی کتابی الجامع الا ماصح وترکت من الصحیح حتی لا یطول'' یعنی میں نے اپنی کتاب ''الجامع الصحیح'' میں صرف صحیح احادیث نقل کی ہیں، اور بہت ساری صحیح حدیثیں چھوڑ دیں، تا کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔ (ھدیۃ الساری:۷)

اسی طرح امام مسلم نے بھی کہا ہے کہ ''میں نے اس کتاب میں جو بھی احادیث لائی ہیں، وہ ''صحیح'' ہیں، اور میں یہ نہیں کہتا کہ جن کو میں نے چھوڑ دیا ہے وہ ضعیف ہے''۔ امام مسلم کا ایک دوسرا قول یہ بھی ہے ''أخرجت ھذا الکتاب وقلت: وھو صحاح ولم أقل أن ما لم أخرجہ من الحدیث فی ھذا الکتاب فھو ضعیف، انی أخرجت ھذا الکتاب من الصحیح لیکون مجموعۃ عندی وعند من یکتبہ عنی'' میں نے اس کتاب کو لکھنے کے بعد اسے صحیح کہا ہے، اور میں یہ نہیں کہتا کہ جس حدیث کو اس کتاب میں، میں نے ذکر نہیں کیا ہے، وہ ضعیف ہے، میں نے صحیح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث پر مشتمل یہ کتاب اس لیے لکھی ہے تاکہ (صحیح حدیثوں کا) ایک مجموعہ میرے اور میرے شاگردوں کے پاس موجود رہے۔ (المقدمۃ للنووی علیٰ شرح مسلم:۱۶)

ولا بد أن يكون في هذا الترك والاتيان الخ: شیخ فرماتے ہیں کہ امام بخاری ومسلم نے اپنی کتابوں میں بعض صحیح احادیث کوذکر کیا ہے، اور بعض صحیح احادیث کوذکر نہیں کیا ہے، جن احادیث کوذکر کیا ہے، اس کوذکر کرنے کی کوئی خاص وجہ اور علت رہی ہوگی، اسی طرح جن احادیث کوذکر نہیں کیا ہے، تو ذکر نہ کرنے کی بھی کوئی خاص وجہ اور سبب رہا ہوگا، اور وہ سبب اور وجہ یا تو یہ ہے کہ جن احادیث کوذکر کیا ہے وہ ''اصح'' تھیں، اور جن کو چھوڑ دیا ہے وہ ''صحیح'' تھیں، یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ اور سبب ہوسکتا ہے۔

لیکن شیخ عبد الحق کا یہ قول محل نظر ہے، کیوں کہ جب امام بخاری خود تصریح فرمارہے ہیں کہ، میں نے بہت ساری حدیثیں اس لیے ترک کردیں تاکہ کتاب دراز نہ ہوجائے، اور امام مسلم خود فرمارہے ہیں کہ صحیح احادیث کا ایک مجموعہ تیار کرنے کی غرض سے مرتب کی ہے، تو پھر ''من جهة الصحة أو من جهة مقاصد أخر'' جیسے احتمالات کی گنجائش ہی کہاں رہی۔ دراصل امام نوویؒ نے مقدمہ شرح مسلم صفحہ نمبر ۲۶ر میں اس طرح کے چند احتمالات نہ جانے کس بنیاد پر ذکر کیے ہیں، ان ہی کا خلاصہ محدث دہلوی نے یہاں اپنے الفاظ میں پیش کردی ہے، بہ ظاہر یہ احتمالات بے موقع ہیں۔ (شرح مقدمۃ الشیخ:۱۲۲)

والحاكم ابو عبد الله النيسابوري صنف الخ: احادیث صحیحہ صرف بخاری ومسلم میں ہی نہیں ہے، بل کہ دیگر کتابوں میں بھی بہ کثرت موجود ہیں، اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ حاکم ابوعبداللہ نیساپوریؒ نے ''مستدرک'' نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اور اس کتاب میں ان احادیث کو ذکر کرکے بخاری ومسلم کی فوت شدہ احادیث کی تلافی اور بھرپائی کی ہے، جن کوامام بخاری اور مسلم نے صحیح ہونے کے باوجود اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا ہے، ان احادیث میں سے بعض تو شیخین کی شرط

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے مطابق ہیں، اور بعض ان میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق ہیں، اور بعض گو ان حضرات کی شرط کے مطابق نہیں ہیں؛ لیکن دیگر ائمہ حدیث کی شرط کے مطابق ضرور صحیح ہے، علاوہ ازیں اس کتاب میں امام حاکم نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ شیخین نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ صرف وہی حدیثیں صحیح ہیں، جن کی تخریج صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کی گئی ہے۔

فائدہ:

مستدرک: مستدرک حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں، جو کسی مؤلف کی مقرر کردہ شرائط کے مطابق لکھی جائے، مثلاً وہ حدیثیں جو بخاری میں مذکور نہیں ہیں؛ لیکن وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق ہیں، اب اگر ان حدیثوں کو مرتب کیا جائے تو اس کو ''مستدرک کہیں گے۔

اس مقام پر چوں کہ ''مستدرک'' کی تعریف کی گئی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''اختیاری مطالعہ کے تحت'' علم حدیث پر لکھی گئی دیگر کتب کی بھی وضاحت ہو جائے:

اختیاری مطالعہ

جامع: احادیث کی ایسی کتاب کو کہا جاتا ہے، جو حدیث کے مصطلحہ آٹھ بابوں پر مشتمل ہو، یہ آٹھ ابواب یہ ہیں: باب العقائد، باب الاحکام، باب الرقاق، باب آداب الطعام والشراب، باب التفسیر والتاریخ والسیر، باب السفر والقیام والقعود، باب الفتن، باب المناقب والمثالب۔

مسند: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں، جس میں ہر صحابی کی مرویات کو الگ الگ تحریر کیا جائے، جیسے مسند احمد بن حنبل اور مسند طیالیسی وغیرہ۔

معجم: حدیث کی وہ کتاب ہے جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے مختلف شیوخ، مختلف شہروں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے راویوں کی احادیث الگ الگ درج کی جاتی ہیں، جیسے معجم طبرانی وغیرہ۔

سنن: حدیث کی وہ کتابیں جو فقہی ابواب کے اعتبار سے مرتب کی جائیں، جیس سنن ابی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن بیہقی، سنن دارمی، سنن دار قطنی وغیرہ۔

مصنف: وہ کتابیں ہیں جو سنن کے مفہوم یا اس سے متعلق مرویات پر مشتمل ہوں، بعض محدثین ایسی کتابوں کو جامع بھی کہتے ہیں، جیسے مصنف ابن ابی شیبہ، شرح معانی الآثار، امام بخاری کی جامع صغیر و جامع کبیر وغیرہ۔

جزء: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی ایک صحابی یا ایک شخص کی مرویات کو جمع کردیا جائے، اس کو جزء کہتے ہیں، اگر کسی خاص موضوع پر احادیث کو جمع کیا گیا ہو تو اس کو بھی جزء کہیں گے۔

کتاب الانساب: اس میں حدیث کے راویوں کے نسب سے بحث کی گئی ہے، علامہ تاج الدین سمعانی کی ''الانساب'' اور علامہ محبّ الدین بغدادی کی ''أنساب المحدثین'' اسی موضوع پر ہے۔

وفیات: یہ وہ کتاب ہوتی ہے جس میں صحابہ اور متاخرین رواۃ کے حالات اور وفات مذکور ہوتے ہیں، علامہ ذہبی کی ''الاعلام بوفیات الأعلام'' اور علامہ سمعانی کی ''تاریخ الوفات للمتأخرین من الرواۃ'' بہت مشہور ہے۔

موضوعات: اس میں صحیح احادیث کو موضوع احادیث سے منقح کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں علامہ ہمدانی نے ''کتاب الموضوعات من احادیث المرفوعات'' لکھی ہے۔

کتاب العلل: علل سے مراد یہ ہے کہ بہ ظاہر حدیث کسی سقم سے خالی ہو، لیکن اس میں کوئی ایسا سبب خفی ہو جو اس کی صحت کو مشکوک کردے، اس موضوع پر امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی وغیرہ نے کتاب العلل لکھی ہیں۔

رجال حدیث: اس میں راویان حدیث کے حالات مذکور ہوتے ہیں، اس موضوع پر امام بخاری نے ''تاریخ کبیر'' ابونعیم اصفہانی کی ''تاریخ اصفہان'' علامہ ذہبی کی ''تذہیب التہذیب'' اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی ''تہذیب التہذیب'' فن رجال کی مشہور کتابیں ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مستخرج: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں راوی کسی مشہور حدیث کی کتاب کے مصنف کی احادیث کو اپنی اسناد سے روایت کرے، اور وہ صاحبِ کتاب کے ساتھ اس کے شیخ یا اس سے اوپر کے درجہ میں مسلسل روایت مل جائے۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث:۱۲۳)

وَقَالَ: قَدْ حَدَثَ فِيْ عَصْرِنَا هٰذا فِرْقَةٌ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ أطَالُوْا ألسِنَتَهُمْ بِالطَّعْنِ عَلٰى أئِمَّةِ الدِّيْنِ بِأنَّ مَجْمُوْعَ مَا صَحَّ عِنْدَكُمْ مِنَ الأحَادِيْثِ لَمْ يَبْلُغْ زُهَاءَ عَشَرَةَ الافِ، وَنُقِلَ عَنِ الْبُخَارِيْ أنَّهُ قَالَ: حَفِظْتُ مِنَ الصِّحَاحِ مِأةَ ألْفِ حَدِيْثٍ، وَمِنْ غَيْرِ الصِّحَاحِ مِأتَىْ ألْفٍ، وَالظَّاهِرُ ـ وَاللّٰهُ أعْلَمُ ـــ أنَّهُ يُرِيْدُ الصَّحِيْحَ عَلٰى شَرْطِهٖ، وَمَبْلَغُ مَا أوْرَدَ فِيْ هٰذا الْكِتَابِ مَعَ التَّكْرَارِ سَبْعَةُ الافٍ ومِائَتَانِ وَخَمْسٍ وَسَبْعُوْنَ حَدِيْثًا وَبَعْدَ حَذْفِ التَّكْرَارِ أرْبَعَةُ الافٍ.

ترجمہ: اور (امام حاکم نے) فرمایا: ہمارے زمانے میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا ہے، جو ائمہ دین پر طعن (وتشنیع) کے ذریعہ اپنی زبانیں دراز کرتا ہے، (اور کہتا ہے) کہ تمہارے پاس (موجود) صحیح احادیث کا مجموعہ اندازاً دس ہزار کو (بھی) نہیں پہنچتا، اور بخاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد کی ہیں'' اور ظاہر یہی ہے کہ -جب کہ اللہ بہتر جانتا ہے- انہوں نے اپنی شرط کے مطابق صحیح مراد لیا ہے، اور ان احادیث کی تعداد جو امام بخاری اس کتاب میں لائے ہیں تکرار کے ساتھ سات ہزار دو سو پچھتر تک پہنچ جاتی ہے، اور حذف تکرار کے بعد چار ہزار۔

تشریح: حاکم ابوعبداللہ نیسا پوریؒ ''مستدرک'' لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں چوں کہ ایک نیا فرقہ پیدا ہوا ہے، جو ائمۂ حدیث پر یہ کہتے ہوئے طنز کرتا ہے کہ تمہارے پاس صحیح احادیث کی تعداد زیادہ سے زیادہ دس ہزار ہے، اس سے زائد نہیں، معترض کے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعتراض کی بنیاد چوں کہ یہی ہے کہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں صحیح حدیثیں نہیں ہیں، جب کہ ان کی یہ بنیاد ہی غلط ہے، جیسا کہ خود امام بخاری و مسلم نے صراحت کی ہے، اس لیے میں نے ان کی قلت صحاح کے طعن کا جواب دینے کے لیے مستدرک لکھی ہے۔

علاوہ ازیں ان حضرات کے اعتراض کا جواب امام بخاری کے اس قول سے بھی مل جاتا ہے، جن میں انہوں نے فرمایا کہ: مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں، تو معترض نے صرف دس ہزار کو بہ مشکل تسلیم کیا تھا، یہاں تو اکیلے امام بخاری ہی ایک لاکھ صحیح احادیث کو یاد کر کے بیٹھے ہوئے ہیں، اس لیے اس بدعتی فرقہ کا قلت صحاح کا اعتراض بے جا ہے۔

امام بخاری نے صحیح احادیث حفظ کرنے کی جو تعداد (یعنی ایک لاکھ) بتائی ہے، اس سے مراد بہ ظاہر وہ احادیث ہیں جو ان کی شرط کے مطابق صحیح ہیں، واضح رہے کہ "والظاهر والله اعلم أنه يريد الصحيح على شرطه" شیخ عبدالحق کا کلام ہے۔

بخاری میں حدیث کی تعداد: امام بخاری نے صحیح بخاری میں جو احادیث ذکر کی ہیں، تکرار کے ساتھ ان کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) ہیں، اور بحذف تکرار چار ہزار (۴۰۰۰) ہیں، یہ محدث دہلویؒ کی تحقیق ہے؛ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق صحیح بخاری میں موجود احادیث کی کل تعداد تکرار کے ساتھ نو ہزار بیاسی (۹۰۸۲) اور بحذف تکرار دو ہزار سات سو اکسٹھ (۲۷۶۱) ہیں۔ یہی قول محقق ہے۔ (ھدیۃ الساریؒ: ٦۵)

اور صحیح مسلم کی کل احادیث تکرار کے ساتھ دس ہزار (۱۰۰۰۰) کے قریب ہیں، اور بحذف تکرار تین ہزار تینتیس (۳۰۳۳) ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَلَقَدْ صَنَّفَ الْأُخَرُوْنَ مِنَ الْأَئِمَّةِ صِحَاحًا مِثْلُ صَحِيْحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ الَّذِىْ يُقَالُ لَهُ إِمَامُ الْأَئِمَّةِ وَهُوَ شَيْخُ ابْنِ حِبَّانَ، وَقَالَ اِبْنُ حِبَّانَ فِيْ مَدْحِهِ: مَارَأَيْتُ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدًا أَحْسَنَ فِيْ صِنَاعَةِ السُّنَنِ، وَأَحْفَظَ لِلْأَلْفَاظِ الصَّحِيْحَةِ مِنْهُ كَأَنَّ السُّنَنَ وَالْأَحَادِيْثَ كُلَّهَا نَصْبُ عَيْنِهِ، وَمِثْلُ صَحِيْحِ ابْنِ حِبَّانَ تِلْمِيْذُ ابْنِ خُزَيْمَةَ ثِقَةٌ ثَبْتٌ فَاضِلٌ إِمَامٌ فَهَّامٌ، وَقَالَ الْحَاكِمُ: كَانَ ابْنُ حِبَّانَ مِنْ أَوْعِيَةِ الْعِلْمِ فِي الْفِقْهِ وَالْحَدِيْثِ وَالْوَعْظِ وَكَانَ مِنْ عُقَلَاءِ الرِّجَالِ، وَمِثْلُ صَحِيْحِ الْحَاكِمِ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ النِّيْسَابُوْرِىْ الْحَافِظِ الثِّقَةِ الْمُسَمّٰى بِالْمُسْتَدْرَكِ، وَقَدْ تَطَرَّقَ فِيْ كِتَابِهِ هٰذَا التَّسَاهُلُ وَأَخَذُوْا عَلَيْهِ وَقَالُوْا: ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ أَمْكَنُ وَأَقْوٰى مِنَ الْحَاكِمِ وَأَحْسَنُ وَأَلْطَفُ فِي الْأَسَانِيْدِ وَالْمُتُوْنِ، وَمِثْلُ الْمُخْتَارَةِ لِلْحَافِظِ ضِيَاءِ الدِّيْنِ الْمَقْدِسِىْ وَهُوَ أَيْضًا خَرَّجَ صَحِيْحًا لَيْسَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ، وَقَالُوْا: كِتَابُهُ أَحْسَنُ مِنَ الْمُسْتَدْرَكِ، وَمِثْلُ صَحِيْحِ ابْنِ عَوَانَةَ وَابْنِ السَّكَنِ وَالْمُنْتَقٰى لِابْنِ الْجَارُوْدِ، وَهٰذِهِ الْكُتُبُ كُلُّهَا مُخْتَصَّةٌ بِالصِّحَاحِ، وَلٰكِنَّ جَمَاعَةً انْتَقَدُوْا عَلَيْهَا تَعَصُّبًا أَوْ انْصَافًا وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: اور دوسرے ائمہ نے (بھی کتب) صحاح تصنیف کی ہیں، جیسے صحیح ابن خزیمہ، جن کو امام الائمہ کہا جاتا ہے، اور یہ ابن حبان کے استاذ ہیں، ابن حبان ان کی تعریف میں فرماتے ہیں: "میں نے روئے زمین پر کسی کو فن حدیث، اور الفاظ صحیحہ کو یاد رکھنے میں ان سے بہتر نہیں دیکھا، گویا تمام سنن واحادیث ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں" اور جیسے صحیح ابن حبان، (یہ) ابن خزیمہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شاگرد، ثقہ، ثبت، فاضل، امام اور فہام تھے، اور امام حاکم نے کہا ہے کہ "ابن حبان فقہ، حدیث اور وعظ میں علم کے برتن تھے اور عقل مند لوگوں میں سے تھے، اور جیسے صحیح حاکم ابو عبداللہ نیسا پوریؒ (یہ) حافظ اور ثقہ تھے، ان کی صحیح کا نام "مستدرک" ہے، اور ان کی اس کتاب میں تساہل نے راستہ بنا لیا ہے، اور محدثین نے اس پر گرفت کی ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ "ابن خزیمہ اور ابن حبان حاکم سے زیادہ قوی اور قادر، اور اسانید و متون میں زیادہ باریک بین اور ماہر ہیں، اور جیسے مختارۃ (جو) حافظ ضیاء الدین المقدسی کی ہے، اور انہوں نے بھی ان احادیث کی تخریج کی جو صحیحین میں نہیں تھیں، اور محدثین نے کہا ہے کہ "ان کی کتاب مستدرک سے زیادہ اچھی ہے، اور جیسے صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن السکن، اور ابن جارود کی "المنتقی" اور یہ تمام کتب صحاح کے ساتھ خاص ہیں؛ لیکن ایک جماعت نے ان پر تنقید کی ہے، یا تو تعصب کے اعتبار سے، یا انصاف کے اعتبار سے، اور ہر جاننے والے کے اوپر ایک جاننے والا ہے، اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔

تشریح: قلت صحاح کا طعنہ دینے والے کے طعن اور اعتراض کا جواب یہ بھی ہے کہ بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر ائمہ نے بھی صحیح احادیث پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں، جیسے "صحیح ابن خزیمہ" نامی کتاب میں اس کے مصنف "حافظ شیخ الاسلام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیسا پوریؒ متوفی ۳۱۱ھ" نے صحیح احادیث کو ہی جمع کیا ہے، چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ "وھو قریب من صحیح مسلم فی الصحة" یعنی وہ صحت میں صحیح مسلم کے قریب ہے۔ (تدریب الراوی ۱/۱۱۵)

امام خزیمہ کو امام الائمہ کہا جاتا تھا، وہ ابن حبان کے استاذ تھے، ابن احبان اپنے استاذ کی مدح میں کہا کرتے تھے کہ "میں نے روئے زمین پر کسی بھی شخص کو فن حدیث میں ان سے زیادہ ماہر، اور الفاظ حدیث کو یاد رکھنے میں ان سے زیادہ ذہین نہیں دیکھا، ایسا لگتا تھا کہ تمام سنن و احادیث ان کی نظروں کے سامنے ہوں اور وہ دیکھ کر بیان کر رہے ہوں"۔ فقہ میں بھی ان کا درجہ کافی بلند تھا، وہ کم سنی ہی میں امام اور حافظ حدیث کی حیثیت سے مشہور ہو گئے تھے، ان کی تصنیفات ۱۴۰/ سے زائد ہیں، صحیح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابن خزیمہ میں انھوں نے عمدہ باب باندھا ہے، ویسے بھی باب باندھنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے، یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ (آثار الحدیث ۲/۱۸۹)

اسی طرح ''صحیح ابن حبان'' بھی ان کتابوں میں سے ہے، جس میں اس کے مصنف نے صحیح حدیث لانے کا التزام کیا ہے، اس کے مصنف کا نام ''امام ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی بستی متوفی ۳۵۴ھ'' ہے، یہ امام خزیمہ کے شاگرد ہیں، اور ثقہ، معتبر، فاضل، امام، سمجھ دار اور عقلمند ہیں، امام حاکم ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ''وہ فقہ، حدیث اور وعظ و تقریر میں علم کے برتن ہیں''۔ صحیح ابن حبان کا شمار حدیث کی معتبر اور اہم کتابوں میں ہوتا ہے، علامہ سیوطیؒ نے بخاری و مسلم کے بعد جن کتابوں کو معتبر مانا ہے، ان میں کتب صحاح کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیا ہے، مگر وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ صحیح ابن خزیمہ کا پایہ صحیح ابن حبان سے زیادہ ہے، کیوں کہ ابن خزیمہ نے صحت کی جانب زیادہ توجہ کی ہے، اور ادنیٰ شبہہ پر بھی توقف سے کام لیا ہے۔ (تدریب الراوی: ۱/۱۱۵)

صحیح احادیث پر مشتمل کتاب لکھنے والوں میں سے امام حاکم ابو عبد اللہ النیساپوری بھی ہیں، انھوں نے بھی ''المستدرک'' کے نام سے صحاح پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے (جیسا کہ پہلے بھی گذرا) البتہ ''مستدرک حاکم'' میں شیخ دہلویؒ کے قول کے مطابق امام حاکم نے تساہل اور سستی کا راستہ اختیار کیا ہے، اور رواۃ پر زیادہ تحقیق نہیں کی ہے، جس کی وجہ سے انھوں نے اس کتاب میں بہت ساری ضعیف بل کہ موضوع روایات کو بھی صحیح قرار دیا ہے، اس پر محدثین نے ان کی زبردست گرفت بھی کی ہیں، اور یہ بھی کہا ہے کہ ابن حبان اور ابن خزیمہ حاکم کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور اسانید و متون میں زیادہ باریک بیں اور عمدہ تھے۔ اس کتاب میں امام حاکم کی تساہل کو دیکھتے ہوئے ابو سعید مالینی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ''طالعت المستدرك منْ أوله الیٰ آخره فلم أر حدیثا علیٰ شرطیهما'' یعنی میں نے ''مستدرک حاکم'' شروع سے آخر تک مطالعہ کیا ہے، اس میں ایک بھی حدیث شیخین کی شرط کے مطابق نہیں ہے، لیکن یہ بات واقعہ کے خلاف ہے، کیوں کہ اس میں بہت سی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احادیث علی شرط الشیخین ہیں، یا شیخین میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق ہے، اور یہ تقریباً کتاب کا نصف مجموعہ ہے، اور ایک ربع ایسی ہیں جن کے رجال قابل استدلال ہیں، لیکن ان میں کوئی خرابی پائی جاتی ہے، ایسی احادیث کی تعداد دوسو یا اس سے کچھ اوپر ہے، ان پر عمل کرنا مناسب نہیں، اور باقی ایک چوتھائی تو وہ انتہائی ضعیف، منکر اور موضوع احادیث پر مشتمل ہے، چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

"هذا اسراف وغلو من الماليني والا ففيه جملة وافرة على شرطيهما وجملة كثيرة على شرط أحديهما، ولعل مجموع ذلك نحو نصف الكتاب، وفيه نحو ربع مما صح سنده وفيه بعض الشيء، وما بقي وهو نحو الربع مناكير واهيات لا تصح وفي بعض ذلك موضوعات" (تدريب الراوی: ۱/۱۱۳)

پھر علماء میں یہ بات زیر بحث رہی ہے کہ امام حاکم جیسے حافظ حدیث سے ایسا تساہل کیوں سرزد ہوا؟ اس کے بہت سے وجوہات بیان کیے گئے ہیں، بعض حضرات نے ان پر تشیع کا الزام لگایا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، بعض نے کہا کہ روافض کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے انہیں بہت سی احادیث کے ضعف کا احساس نہیں ہوسکا۔ (درس ترمذی ۱/۶۴)

لیکن اس سوال کا سب سے بہترین اور فاضلانہ جواب حافظ جمال الدین زیلعیؒ نے "نصب الرایۃ" میں "جہر بسملہ" کی بحث کے تحت دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حاکم کے تساہل کے کئی اسباب ہیں۔

(۱) حاکمؒ کے تساہل کا پہلا سبب یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم بعض اوقات کسی متکلم فیہ راوی کی روایت بھی نقل کرتے ہیں، لیکن اس وقت جب کہ اس کے بہت سے متابعات اور شواہد بھی موجود ہوں، مثلاً ابو اویس متکلم فیہ ہے، لیکن امام مسلم نے ان کی حدیث "قسمت الصلوٰة بيني وبين عبدي نصفين" نقل کی ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث دوسرے قوی راویوں مثلاً امام مالک، شعبہ، اور ابن عیینہ وغیرہ سے مروی ہے، ایسے مواقع پر حاکم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ ابو اویس مسلم کے راوی ہیں، اور ان کی وہ احادیث بھی نقل کر دیتے ہیں، جن کی متابعات موجود نہیں، اس کے باوجود یہ کہتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں کہ "هذا صحیح علیٰ شرط مسلم"۔

(۲) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک راوی کی احادیث ایک شیخ سے قوی اور صحیح ہوتی ہیں، لیکن دوسرے شیخ سے قوی نہیں ہوتیں، ایسے مواقع پر بخاری ومسلم اس کی صرف وہ احادیث لیتے ہیں، جو پہلے شیخ سے مروی ہیں، مثلاً بخاری ومسلم دونوں نے خالد بن مخلد القوطائیؒ کی وہ احادیث روایت کی ہیں جو سلیمان بن بلال سے مروی ہیں، حاکم نے صرف خالد بن مخلد کا نام دیکھا، اور ان کو شیخین کا راوی سمجھ کر ان کی ہر حدیث کو "صحیح علیٰ شرط الشیخین" کہہ دیا، حالاں کہ دوسرے شیوخ سے ان کی روایات اس درجہ کی نہیں تھیں، جس درجہ کی سلیمان بن بلال سے تھیں، چنانچہ اگر کوئی شیخ کسی اور روایت میں خالد بن المخلد عن عبداللہ بن المثنیٰ دیکھ کر یہ سمجھے کہ خالد اور عبداللہ دونوں بخاری کے راوی ہیں، لہٰذا یہ حدیث بھی "علیٰ شرط البخاری" ہے، تو یہ انتہائی غلط ہوگا، کیوں کہ خالد بن المخلد کی روایات عبداللہ بن المثنیٰ سے مقبول نہیں۔

(۳) ایک سبب یہ بھی ہے کہ ایک سند کے اکثر راویوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ صحیحین کے راوی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک یا دو راوی ضعیف ہوتے ہیں، ان کے ضعف پر ان کی نگاہ نہیں جاتی۔

(۴) "الرسالۃ المستطرفۃ" میں لکھا ہے کہ "امام حاکم کتاب کا مسودہ تیار کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی نہیں کر سکے، اور تصحیح وتنقیح سے پہلے ہی ان کی وفات ہوگئی، یہی وجہ ہے کہ کتاب کے پہلے خمس میں جس پر وہ نظر ثانی کر چکے تھے، تسامحات بہت کم ہیں۔

چوتھی کتاب "المختارہ" ہے، یہ "حافظ کبیر ضیاء الدین ابو عبداللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد اسعدی المقدسی الحسنی المتوفی ۶۴۳ھ" کی تصنیف ہے، اس کتاب میں انہوں نے بھی بخاری ومسلم کی فوت شدہ روایتوں کو جمع کیا ہے؛ لیکن انہوں نے ان احادیث کی بھی تصحیح کر دی ہے، جن کو اس سے پہلے کسی نے بھی صحیح نہیں کہا تھا۔ (کشف الظنون ۲/۱۶۲۴) باوجود اس کہ بہت سارے محدثین (جن میں علامہ ابن کثیر پیش پیش ہیں) نے کہا ہے کہ "صحیح المختارۃ" حاکم کے "مستدرک" سے زیادہ عمدہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

''صحیح ابن ابی عوانہ'' میں بھی اس کے مصنف ''حافظ ابن عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی متوفی ۳۱۶ھ'' نے صحیح احادیث کو جمع کیا ہے، یہ کتاب دراصل صحیح مسلم پر استخراج ہے؛ لیکن اس کتاب میں امام مسلم کی سند کے علاوہ دیگر اسانید وطرق کا بھی ذکر کیا ہے، اس اعتبار سے یہ ایک مستقل اور علیحدہ کتاب بن گئی ہے، امام ذہبی نے ''المنتقی'' کے نام سے اس کی تلخیص بھی کی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''أورد فيه أسانيد صحيح مسلم مع ازدياد طرق اخرى عليه وأورد فيه صحاحا ليست فى صحيح مسلم ولذا صار كتابا على حدة والا فهو فى الحقيقة مستخرج علىٰ مسلم ولخصه الذهبى وسماه المنتقىٰ'' (النكت علىٰ ابن الصلاح ۱/ ۲۹۱)

''صحیح ابن السکن'' کے مصنف کا نام ''حافظ ابوعلی سعید ابن عثمان بن السکن البغدادی متوفی ۳۵۳ھ'' ہے، یہ کتاب بھی ''احادیث صحاح'' پر لکھی گئی کتابوں میں سے ایک عمدہ کتاب ہے، اس کا دوسرا نام ''الصحیح المنتقیٰ'' بھی ہے، اس کتاب میں سند مذکور نہیں ہیں، علامہ ابن السکنؒ خود اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''ماذكرت فى كتابى هذا مجملا فهو مما أجمعوا علىٰ صحته وما ذكرته بعد ذلك مما يختاره أحد من الأئمة، وما ذكرته مما يتفرد به أحد من أهل النقل للحديث فقد بينت عليه ودللت علىٰ انفراده دون غيره'' (مقدمه ابن السكن: ۱۵)

یعنی میں نے اپنی اس کتاب میں جو حدیث اجمالاً ذکر کی ہے، اس کی صحت پر علماء کا اتفاق ہے، اور جو اس کے بعد ذکر کی ہے وہ کسی نہ کسی امام کا مختار اور پسندیدہ ہے، اور اگر ایسی حدیث کو میں نے ذکر کیا ہے جس کے راوی منفرد ہیں تو اس کی علت اور انفراد پر میں نے متنبہ کر دیا ہے''۔

''المنتقیٰ لابن الجارود'' یہ ابومحمد عبداللہ بن علی بن الجارود متوفی ۳۰۷ھ کی تصنیف ہے، اس میں انہوں نے بھی صحیح احادیث رقم کی ہیں، یہ کتاب دراصل ''صحیح ابن خزیمہ'' کی مستخرج

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، جن میں تقریباً آٹھ سو احادیث ہیں، اور عام طور صحیحین کے مرویات ہیں، البتہ قلیل مقدار ایسی بھی ہیں جو صحیحین کے علاوہ ہیں، اس کتاب میں اصول حدیث کافی مقدار میں ہے۔(الرسالۃ المستطرفۃ:۲۵)

وھذہ الکتب کلھا مختصۃ بالصحاح الخ: ''صحیح ابن خزیمہ'' سے لے کر ''المنتقی لابن الجارود'' تک جتنی بھی کتابیں مذکور ہوئیں وہ سب صحاح کے ساتھ خاص ہیں، جیسا کہ تفصیل سے آپ نے جانا، اس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے پاس صحیح احادیث کے ذخیرے ہیں، ہماری کتب حدیث پر معترضین کی نظر پڑ جائے تو اعتراض کرنا تو دور اعتراض کی سوچ بھی اپنے ارد گرد بھٹکنے نہیں دیں گے، البتہ محدثین کی ایک جماعت نے ان کتابوں کی بعض احادیث پر تنقید بھی کی ہیں، بعض نے تو تعصب کے ساتھ کہ صحیح حدیث کو بھی ضعیف بنا ڈالا ہے، اور بعض نے انصاف کے ساتھ تنقید کی ہیں کہ جو ضعیف ہے صرف اس پر طعن کیا ہے، اور جو صحیح ہے اس پر نقد نہیں کیا ہے، اور تنقید سے کون بالا تر ہو سکتا ہے، جب کہ قرآن میں ہے کہ ''ہر جاننے والے کے اوپر ایک جاننے والا ہے''۔

اختیاری مطالعہ

''صحیح ابن حبان'' کی ترتیب دیگر کتب حدیث سے بالکل مختلف تھی، یہ نہ تو فقہی ابواب پر مرتب تھی نہ مسانید کے طرز پر؛ بل کہ یہ کتاب حسب ذیل پانچ اقسام پر مشتمل تھی، پہلی قسم: اللہ تعالیٰ کے بندوں پر احکامات، دوسری قسم: اللہ نے بندوں کو جن امور سے منع فرمایا ہے، تیسری قسم: اخبار وتاریخ وسیر، جن کی معرفت اہل ایمان کے ضروری ہے، چوتھی قسم: مباح اور جائز امور کے سلسلہ میں، پانچویں قسم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اور انفرادی افعال واحوال۔ اس ترتیب وطرز سے استفادہ کرنے میں بہت مشکلات تھیں، انہیں مشکلات کو دیکھتے ہوئے ''امام علاء الدین علی بن بلبان الفارسی متوفی ۷۳۹ھ'' (جو کہ مصر کے بہت محقق عالم تھے) نے ''الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان'' کے نام سے ابن حبان کی اس کتاب کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(فَصْلٌ)الكُتُبُ السِّتَّةُ المَشْهُورَةُ المُقَرَّرَةُ فِي الاِسْلامِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا الصِّحَاحُ السِّتَّةُ هِيَ،صَحِيحُ البُخَارِيِّ،وَصَحِيحُ مُسْلِمٍ،وَالجَامِعُ لِلتِّرمِذِيِّ،وَالسُّنَنُ لأَبِي دَاوٗدَ،وَالنَّسَائِيِّ،وَسُنَنُ ابْنِ مَاجَةَ،وَعِنْدَ البَعْضِ المُؤَطَّا بَدَلَ ابْنِ مَاجَةَ،وَصَاحِبُ جَامِعِ الأُصُولِ اخْتَارَ المُؤَطَّا،وَفِي هٰذِهِ الكُتُبِ الأَرْبَعَةِ أَقْسَامٌ مِنَ الأَحَادِيثِ مِنَ الصِّحَاحِ وَالحِسَانِ وَالضِّعَافِ،وَتَسْمِيَتُهَا بِالصِّحَاحِ السِّتَّةِ بِطَرِيقِ التَّغْلِيبِ وَسَمّٰى صَاحِبُ المَصَابِيحِ أَحَادِيثَ غَيْرِ الشَّيْخَيْنِ بِالحِسَانِ،وَهُوَ قَرِيبٌ مِنْ هٰذَاالوَجْهِ،قَرِيبٌ مِنَ المَعْنَى اللُّغَوِيِّ،أَوْ اصْطِلاحٌ جَدِيدٌ مِنْهُ،وَقَالَ بَعْضُهُمْ:كِتَابُ الدَّارِمِيِّ أَحْرٰى وَأَلْيَقُ بِجَعْلِهِ سَادِسَ الكُتُبِ ،لأَنَّ رِجَالَهُ أَقَلُّ ضُعْفًا وَوُجُودَ الأَحَادِيثِ المُنْكَرَةِ وَالشَّاذَّةِ فِيهِ نَادِرٌ،وَلَهُ أَسَانِيدُ عَالِيَةٌ،وَثُلاثِيَّاتُهُ أَكْثَرُ مِنْ ثُلاثِيَّاتِ البُخَارِيِّ.

ترجمہ:اسلام میں مقبول اور مشہور وہ چھ کتابیں جنہیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے یہ ہیں،صحیح بخاری،صحیح مسلم،جامع ترمذی،سنن أبي داؤد،نسائی اور سنن ابن ماجہ،اور بعض کے نزدیک ابن ماجہ کی جگہ مؤطا ہے،اور صاحب جامع الاصول نے مؤطا کو اختیار کیا ہے،اور ان چار کتابوں میں احادیث کی اقسام یعنی صحیح،حسن اور ضعیف (میں سے ہر قسم پائی جاتی) ہیں،اور (ان کتابوں) کا صحاح ستہ نام رکھنا تغلیبی طریقہ سے ہے،اور صاحب مصابیح نے شیخین کے علاوہ کی احادیث کا نام ''حسان'' رکھا

ہے،اور یہ وجہ (تغلیب) سے قریب ہے،اور معنی لغوی کے قریب ہے،یا ان کی ایک نئی اصطلاح ہے،اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ دارمیؒ کی کتاب (سنن دارمی) چھٹی کتاب شمار کیے جانے کے زیادہ لائق اور حق دار ہے،کیوں کہ اس کے رواۃ میں ضعف کم ہے،اور اس میں منکر اور شاذ احادیث کا پایا جانا نادر ہے،اور اس کی سندیں بلند ہیں،اور اس کے ثلاثیات بخاری کے ثلاثیات سے زیادہ ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح: اس عبارت میں صحاح ستہ کا تعارف کرایا گیا ہے، صحاح ستہ میں پہلے نمبر پر بخاری کا درجہ ہے، بخاری شریف کو جو قبولیت حاصل ہوئی، تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی، اس کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا لقب باجماع امت دیا گیا، امام بخاری اپنی بخاری کے سبب تالیف پر خود روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں، اور میرے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے، جس سے میں آپؐ کو جھیل رہا ہوں، میں نے خواب کی تعبیر بتلانے والے کسی شخص سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ کو دفع کروگے" اس چیز نے مجھے جامع صحیح کی تالیف پر ابھارا، جب بھی میں کوئی حدیث لکھتا تو اس سے پہلے غسل کرتا، اور دو رکعت نماز پڑھتا، اللہ سے استخارہ کرتا، جب اس کی صحت کا یقین ہو جاتا تو اس کو لکھتا، بخاری شریف کو لکھنے میں سولہ سال لگے، بخاری شریف کی تقریباً ساٹھ سے زائد شرحیں اب تک لکھی جا چکی ہیں، جن میں سے "فتح الباری لابن الحجر" اور "عمدۃ القاری للعینی" سب سے زیادہ مشہور ہیں، بخاری شریف کا پورا نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وأيامه" ہے۔

بخاری کے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہے، حتی کہ بعض مغاربہ نے صحیح مسلم ہی کو صحیح بخاری پر فوقیت دی ہے، اس میں امام مسلم نے دیگر لوگوں کے مقابلہ میں اسناد پر زیادہ توجہ دی ہے، چنانچہ ان کی کتاب میں ایک حدیث کے بعد اکثر متعدد اسانید مذکور ہوتی ہیں، جو اسی حدیث کی یا اس سے کسی قدر مختلف متن کی تمہید کا کام دیتی ہیں، امام مسلم نے اپنی صحیح میں دو سو دس (۲۱۰) اساتذہ سے روایت نقل کی ہیں، حافظ ابن مندۃ کہتے ہیں کہ میں نے حاکم ابوعلی نیساپوری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "آسمان کے نیچے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے"۔ (سیر اعلام النبلاء: ۵۶۶/۱۲)

صحاح ستہ میں تیسرا درجہ محدث دہلویؒ نے "ترمذی" کو دی ہے، یہی صاحب کشف الظنون

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی بھی رائے ہے، لیکن علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ”امام ترمذی کے اپنی صحیح ترمذی میں ”حدیث مصلوب“ اور ”حدیث کلبی“ اور اس جیسی دیگر ضعیف حدیثیں نقل کرنے کی وجہ سے اس کا مرتبہ سنن ابی داؤد اور سنن نسائی سے گھٹ گیا“ یعنی وہ ترمذی کو پانچواں درجہ دیتے ہیں، یہی رائے علامہ ذہبی کی بھی ہے۔(التدریب: ۵٦/۱)

لیکن علامہ مبارک پوری نے ”تحفۃ الاحوذی“ کے مقدمہ میں اس کا جواب دیا ہے اور صاحب کشف الظنون کی رائے کو راجح قرار دیا ہے، یہی اکثر علماء کی بھی رائے ہے۔(تحفۃ الاحوذی: ۳۳۷)

اس کے بعد ”سنن ابی داؤد“ کا درجہ ہے، علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ ”سنن ابی داؤد ایک عظیم کتاب ہے، علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی، اس کتاب کو عوام الناس کی طرف سے مقبولیت حاصل ہے“۔امام ابوداؤد خود فرماتے ہیں کہ ”كتبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس مأة الف حديث فانتخبت منه أربعة الاف حديث وثمان مأة ضمنتها هذا الكتاب، ذكرت الصحيح وما يشبهه ويقاربه، وما كان في كتابي من حديث فيه وهن شديد فقد بينته“ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ احادیث میں سے چار ہزار آٹھ سو کا انتخاب کر کے اپنی سنن میں جمع کیا ہے، میں نے اس میں ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جو صحیح ہیں، یا صحیح کے مشابہ اور قریب ہیں، اور میری اس کتاب میں جو احادیث ضعیف ہیں، میں نے ان کے ضعف کی طرف واضح انداز میں نشاندہی کر دی ہے۔(معالم السنن ۳٦۵/۴)

”سنن نسائی“ کا صحاح ستہ میں پانچواں اور سنن میں تیسرا مقام ہے، امام نسائی نے ایک ضخیم کتاب ”السنن الکبریٰ“ کے نام سے تالیف کی، جس میں صحیح وضعیف ہر قدم کی احادیث جمع کی گئی تھیں، اس کتاب کو انہوں نے ”امیر رملۃ“ کے پاس ہدیہ کے طور پر بھیجا، امیر رملہ نے پوچھا کہ کیا اس میں ساری احادیث صحیح ہیں، تو امام نسائی نے کہا کہ اس میں صحیح اور حسن اور اس کے مشابہ احادیث

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں، اس پر امیر رملہ نے کہا کہ ''اس میں سے صحیح احادیث کو میرے لیے ممتاز کر دیجیے'' تو امام نسائی نے صرف صحیح احادیث پر اکتفاء کرنے کی غرض سے ''السنن الکبری'' کی تلخیص کر کے ''المجتبی'' تالیف کی، موجودہ ''سنن نسائی'' یہی '' المجتبی '' ہے، سنن نسائی میں پانچ ہزار سات سو اکسٹھ احادیث جمع کی گئی ہیں۔ (بستان المحدثین ۱۸۸۔۱۹۰)

''سنن ابن ماجہ'' عموماً صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے، کہا جاتا ہے کہ ''ابو الفضل محمد ابن طاہر متوفی ۵۰۷ھ'' نے سب سے پہلے اس کتاب کو صحاح ستہ میں شمار کیا تھا، متأخرین میں سے علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، عبدالغنی النابلسی متوفی ۱۱۴۳ھ، عبدالغنی المجددی متوفی ۱۲۹۵ھ، اور دیگر محدثین نے اسے صحاح ستہ میں شمار کیا ہے؛ جب کہ ابن مندۃ متوفی ۳۹۵ھ، صاحب جامع الاصول علامہ ابن الاثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، ابن صلاح متوفی ۶۴۳ھ، علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ اور دیگر حضرات نے اسے صحاح ستہ میں شامل نہیں کیا ہے، پھر ان میں سے بعض نے تو صحاح خمسہ پر ہی اکتفاء کیا ہے، اور صاحب جامع الاصول اور بعض علماء مغاربہ (اسپین) نے ابن ماجہ کی جگہ مؤطا امام مالک کو صحاح ستہ کے زمرہ میں شامل کیا ہے، ابن ماجہ میں تقریباً چار ہزار تین سو اکتالیس احادیث ہیں، جن میں سے تین ہزار احادیث وہی ہیں جو صحاح ستہ کے باقی پانچ کتابوں میں موجود ہیں، اور باقی تیرہ سو اکتالیس احادیث ایسی ہیں جو زوائد ابن ماجہ ہیں۔ (فتح المغیث ۱/۱۱۵)

وفی هذه الكتب الأربعة أقسام من الخ: ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں صرف صحیح حدیثیں ہی نہیں ہیں، بل کہ ان میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں، پھر بھی ان کتابوں کو ''صحاح'' تغلیب کے اعتبار سے کہا جاتا ہے، یعنی ان کتابوں میں چوں کہ اکثر صحیح احادیث اسی لیے ان کو صحاح کہا جاتا ہے۔

وسمی صاحب المصابیح احادیث غیر الخ: صاحب مصابیح علامہ بغوی ''شیخین کے علاوہ کی احادیث کو ''حسان'' کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ ''حسان'' کی یہ تعبیر اصطلاحی نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، کیوں کہ ان چاروں کتابوں کی کل احادیث ''حسن'' نہیں ہیں، اس لیے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے امام بغوی کی مراد کیا ہے؟ شیخ عبدالحق نے اس کا تین جواب دیا ہے۔(۱)''ھو قریب من ھذا الوجہ''، یعنی چوں کہ ان چاروں کتابوں میں حسن کثیر مقدار میں پائی جاتی ہیں، اسی لیے اس کو تغلیبا امام بغوی ''حسان'' کہتے ہیں۔(۲)''أو قریب من المعنی اللغوی'' یعنی حسان کہنے میں لغوی معنی کا لحاظ کیا گیا ہے، یعنی ان احادیث کی طرف دل مائل ہوتا ہے۔(۳)''أو ھو اصطلاح جدید منہ'' یہ امام بغوی کی ایک نئی اصطلاح ہے، اور یہی جواب زیادہ محقق ہے۔

وقال بعضھم کتاب الدارمی أحری والیق الخ: بعض محدثین جیسے حافظ صلاح الدین العلائی وغیرہ نے کہا ہے کہ امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمان التیمی الدارمی متوفی ۲۵۵ھ کی مشہور کتاب ''سنن دارمی'' صحاح ستہ کی چھٹی کتاب بنائے جانے کی زیادہ مستحق اور لائق ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ نووی کی بھی یہی رائے ہے، سنن دارمی کو صحاح ستہ میں داخل کرنے کی چار وجہیں ہیں: (۱) سنن دارمی کے رواۃ بہت کم ضعیف ہیں، یعنی اس کے اکثر رواۃ صحیح ہیں۔(۲) اس میں منکر اور شاذ روایتیں نادر یعنی بہت کم ہیں۔(۳) سنن دارمی کی سندیں عالی ہیں۔ جاننا چاہیے کہ سند کی دو قسمیں ہیں: (الف) علو مطلق: اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں مصنف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک حقیقۃ واسطہ کم ہو، (ب) علو نسبی: اس سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص شخص کی بہ نسبت واسطہ کم ہو۔(۴) اس کے ثلاثیات بخاری کے ثلاثیات سے زائد ہیں، ''ثلاثیات وہ اسناد کہلاتی ہیں جس میں راوی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تین واسطہ ہوں''۔ اگر محدث دہلوی کی مراد یہ ہے کہ امام دارمیؒ کی کل مرویات کا امام بخاری کی کل مرویات سے تقابل کیا جائے تو امام دارمی کی ثلاثیات امام بخاری کے ثلاثیات سے زائد ہوں گے، تب تو یہ صحیح ہے؛ لیکن اگر ان کی مراد یہ ہے کہ سنن دارمی میں صحیح بخاری کے مقابلہ میں زیادہ ثلاثیات ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ سنن دارمی میں کل ۱۵؍ ثلاثیات ہیں، جب کہ بخاری میں ۲۲؍ ثلاثیات ہیں، فتدبر۔ (مقدمہ فی اصول الحدیث: ۱۴۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَهٰذَا الْمَذْكُوْرَاتُ مِنَ الْكُتُبِ أَشْهَرُ الْكُتُبِ، وَغَيْرُهَا مِنَ الْكُتُبِ كَثِيْرَةٌ مَشْهُوْرَةٌ، وَلَقَدْ أَوْرَدَ السُّيُوْطِيُّ فِيْ كِتَابِ جَمْعِ الْجَوَامِعِ مِنْ كُتُبٍ كَثِيْرَةٍ يَتَجَاوَزُ خَمْسِيْنَ مُشْتَمِلَةً عَلَى الصِّحَاحِ وَالْحِسَانِ وَالضِّعَافِ، وَقَالَ مَا أَوْرَدْتُ فِيْهَا حَدِيْثًا مَوْسُوْمًا بِالْوَضْعِ، اتَّفَقَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلَى تَرْكِهٖ وَرَدِّهٖ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَذَكَرَ صَاحِبُ الْمِشْكٰوةِ فِيْ دِيْبَاجَةِ كِتَابِهٖ جَمَاعَةً مِنَ الْأَئِمَّةِ الْمُتْقِنِيْنَ وَهُمُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَالْامَامُ مَالِكٌ وَالْامَامُ الشَّافِعِيُّ، وَالْامَامُ أَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ، وَالنَّسَائِيُّ، وَابْنُ مَاجَةَ، وَالدَّارِمِيُّ، وَالدَّارُ قُطْنِيُّ، وَالْبَيْهَقِيُّ، وَرَزِيْنُ، وَأَجْمَلَ فِيْ ذِكْرِ غَيْرِهِمْ، وَكَتَبْنَا أَحْوَالَهٗ فِيْ كِتَابٍ مُفْرَدٍ مُسَمًّى بِالْاكْمَالِ بِذِكْرِ أَسْمَاءِ الرِّجَالِ" وَمِنَ التَّوْفِيْقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ فِي الْمَبْدَأِ وَالْمَآلِ وَأَمَّا "الْاكْمَالُ فِيْ أَسْمَاءِ الرِّجَالِ" لِصَاحِبِ الْمِشْكٰوةِ فَهُوَ مُلْحَقٌ فِيْ اٰخِرِ هٰذَا الْكِتَابِ.

ترجمہ: اور یہ مذکورہ کتابیں بہت مشہور ہیں، اور ان کے علاوہ کتابیں (بھی) بہت مشہور ہیں، اور علامہ سیوطی نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں بہت سی کتابوں (جن کی تعداد) پچاس سے متجاوز ہے، سے صحیح، حسن اور ضعیف پر مشتمل حدیثیں ذکر کی ہیں، اور کہا ہے کہ میں نے اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث نہیں ذکر کی جو وضع کے ساتھ موسوم ہو، اور محدثین اس کے ترک اور رد پر متفق ہوں، اور اللہ بہتر جانتا ہے، اور صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ائمہ ماہرین کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے، اور وہ یہ ہیں، امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد ابن حنبل، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دارمی، امام دارقطنی، امام بیہقی اور امام رزین، اور ان کے علاوہ کو اجمالاً ذکر کیا ہے، ان کے احوال میں نے ایک مستقل کتاب جس کا نام "الاکمال بذکر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسماء الرجال" ہے، میں لکھ دیا ہے، اور اللہ ہی کی جانب سے توفیق ہے، اور ابتدا و انتہا میں ان ہی سے مدد چاہی جاتی ہے، اور بہر حال صاحب مشکوٰۃ کی ''الاکمال فی اسماء الرجال'' تو وہ اس کتاب کے آخر میں لاحق ہے۔

تشریح: ما قبل میں صحیح احادیث پر لکھی گئی کتابوں کا تعارف کرایا گیا تھا، اس عبارت میں محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صرف وہی کتب مشہور نہیں ہیں جو مذکور ہوئیں، بل کہ ان کے علاوہ حدیث کی دیگر کتابیں بھی بہت مشہور و معروف ہیں، چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے جمع الجوامع کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں انہوں نے پچاس سے بھی زائد کتابوں سے احادیث نقل کی ہیں، ان احادیث میں صحیح بھی ہیں، حسن بھی، اور ضعیف بھی؛ لیکن اس میں کوئی موضوع روایت نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی ایسی روایت ہے، جس کے ترک پر محدثین متفق ہوں، واللہ اعلم۔

وذكر صاحب المشكوٰة في ديباجة كتابه الخ: صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ شریف کے مقدمہ میں حضرات محدثین کی ایک جماعت کا ذکر فرمایا ہے، جن کے اسماء عبارت کے ترجمہ سے معلوم ہو گئے، محدث دہلویؒ نے "الاكمال بذكر اسماء الرجال" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر ان محدثین عظام کے حالات قلم بند فرما دیے ہیں، واضح رہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "الاكمال في أسماء الرجال" ہے، وہ مشکوٰۃ کے آخر میں منسلک ہے، دونوں کے نام ملتے جلتے ہیں اور موضوع بھی ایک ہی ہے، اس لیے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے، محدث دہلوی کی کتاب کے نام میں ''ذکر'' ہے، جب کے صاحب مشکوٰۃ کی کتاب کے نام میں یہ نہیں ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے جن محدثین کے نام اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے، ان کے مختصر حالات یہاں لکھے جاتے ہیں:

امام بخاری: آپ کا نام محمد بن اسماعیل ہے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۳ر شوال بہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روز جمعہ ۱۹۴ھ ”بخاری“ میں ہوئی، آج یہ شہر ازبکستان میں واقع ہے، ایام طفولیت ہی میں آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، آپ کی والدہ نے آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کو بحسن وخوبی انجام دیا، آپ کی بینائی بچپن ہی میں چلی گئی تھی، لیکن والدہ محترمہ کی دعاؤں کی کثرت کی بنا پر آپ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں، امام بخاری علم حدیث کے حصول کے لیے اس وقت کے مشہور علمی مراکز حجاز، شام، مصر، بصرہ اور کوفہ کا سفر کیا، اور وہاں کے محدثین عظام سے فیض یاب ہوتے رہے، آپ کی پہلی تصنیف ”قضایا الصحابۃ والتابعین“ ہے، اس وقت آپ کی عمر ۱۸ / سال تھی، آپ کی سب سے مشہور ومقبول کتاب ”صحیح بخاری“ ہے، امام بخاری کے کل اساتذہ کی تعداد ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) ہے، آپ پر ابتلاء وآزمائش کا دور بہت آیا؛ لیکن آپ نے صبر کیا، امام بخاری اخیر ایام میں ”خرتنک“ جو سمرقند کا ایک گاؤں تھا، میں کچھ اعزا کے پاس مقیم رہے، اس زمانہ میں امام بخاری راتوں کی نماز میں یہ دعا مانگتے تھے ”اللھم ضاقت علی الأرض بما رحبت فاقبضني إلیك“ چنانچہ اسی کے کچھ دن بعد ۲۵۶ھ میں مولائے حقیقی سے جاملے، آپ کی قبر سے مہینوں تک مشک کی خوشبو آتی رہی۔

امام مسلم: آپ کا نام ”ابوالحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری“ ہے، آپ کی پیدائش کے سلسلہ میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق ۲۰۲ھ میں پیدائش ہوئی، دوسرے قول کے مطابق ۲۰۶ھ میں آپ نیشاپور میں پیدا ہوئے، آپ نے احادیث جمع کرنے کی خاطر دور دراز ممالک کا سفر کیا، سب سے پہلے آپ نے حجاز کا سفر کیا اور وہاں سعید ابن منصور ابومصعب جیسے جلیل القدر محدثین سے حدیثیں روایت کیں، پھر مصر تشریف لے گئے، جہاں عمر بن سواد حرملۃ بن یحی سے علم حاصل کیا، پھر خراسان کا رخ کیا، اور وہاں یحی بن یحی اور اسحاق بن راہویہ سے حدیثیں نقل کیں، بعد ازاں عرق جاکر امام اہل السنۃ والجماعۃ امام احمد ابن حنبل سے علم کی تشنگی بجھائی، آپ نے امام بخاری سے بھی استفادہ کیا، ۲۰ / سال کی عمر میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور وہاں کے شیوخ سے خوب

استفادہ کیا، آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں؛ لیکن آپ کی مشہور ترین اور مایہ ناز تصنیف صحیح مسلم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، آپ کی وفات ۲۴؍رجب المرجب روز اتوار ۲۶۱ھ کو ہوئی۔

امام ترمذی: آپ کا پورا نام ''ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ الضحاک'' ہے، ابوعیسی کی کنیت سے مشہور ہیں، آپ کی ولادت ۲۱۰ھ میں شہر ''ترمذ'' کے ''بوغ'' نامی گاؤں میں ہوئی، علم حدیث کے حصول کے لیے آپ نے عراق وحرمین کا سفر کیا، اور طویل عرصہ تک مقیم رہ کر وہاں کے محدثین عظام سے احادیث نقل کیں، لیکن آپ نے دیگر علمی مراکز میں سے مصر وشام کا سفر نہیں کیا، آپ کی اساتذہ کی تعداد ۲۴۵؍تک بیان کی جاتی ہے، آپ نے امام مسلم سے بھی روایت لی، اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ امام بخاری نے امام ترمذی کے استاذ ہونے کے باوجود ان سے حدیث نقل کی ہے، ترمذی شریف آپ کی مشہور تصنیف ہے، آپ آخری ایام میں نابینا ہو گئے تھے، آپ کی وفات ۱۳؍رجب المرجب ۲۷۹ھ میں ہوئی۔

امام ابوداؤد: آپ کی ولادت باسعادت ۲۰۲ھ میں ''سجستان'' میں ہوئی، طلب حدیث کے لیے آپ نے خراسان، عراق، شام، حجاز اور مصر کا سفر کیا، بغداد بار بار تشریف آوری ہوئی، اور پھر وہیں سکونت اختیار فرمائی، اپنی وفات سے تقریباً چار سال قبل امیر بصرہ کی درخواست پر بغداد سے بصرہ منتقل ہو گئے تھے، اور بقیہ زندگی وہیں گذاری، آپ کے اساتذہ کی تعداد تین سو کے قریب ہے، آپ احمد ابن حنبل کے ممتاز شاگردوں میں ہیں، آپ سے روایت نقل کرنے والوں میں امام ترمذی اور امام نسائی کا بھی نام آتا ہے، آپ پر دیگر صحاح ستہ کے مصنفین کے مقابلہ میں فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، آپ کی مشہور ترین کتاب ''ابو داؤد شریف'' ہے، آپ نے شوال ۲۷۵ھ میں بصرہ میں وفات پائی، اور بصرہ ہی میں سفیان ثوری کے قبر کے پاس مدفون ہوئے۔

امام نسائی: نام ونسب: ''ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار النسائی'' ہے، آپ ۲۱۵ھ میں ''خراسان'' کے مشہور شہر ''نسا'' میں پیدا ہوئے، اسی نسبت سے آپ کو ''نسائی'' کہا جاتا ہے، ۱۵؍سال کی عمر تک آپ اپنے شہر میں تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر ۲۳۰ھ میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تحصیل علم کے لیے رخت سفر باندھا، اور خراسان، حجاز، عراق، شام، مصر اور الجزائر کے جلیل القدر محدثین عظام سے حدیثیں روایت کیں، امام نسائی نے عالم اسلام کے علمی مراکز کا خوب چکر لگایا اور بالآخر مصر میں سکونت اختیار کر لی، آپ کی کتاب ''نسائی شریف'' صحاح ستہ میں داخل ہے، آپ کی وفات شعبان ۳۰۳ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

امام ابن ماجہ: امام ابن ماجہ کا نام ونسب ''ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ الربعی القزوینی'' ہے، آپ ۲۰۹ھ میں شہر ''قزوین'' میں پیدا ہوئے، آپ نے تحصیل علم کے لیے عراق، مصر، کوفہ، بغداد، مکہ، مدینہ، شام، مصر اور مشرق وسطیٰ کے اکثر علمی مراکز کا سفر کیا، ''صحیح ابن ماجہ'' آپ کی مشہور کتاب ہے، ۲۲ر رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

امام مالک: ''ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث الاصبحی المدنی'' آپ کا نام ونسب ہے، آپ کی ولادت راجح قول کے مطابق ۹۳ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ کی تعداد تقریباً ۹۰۰ر ہیں، جب کہ آپ کے شاگردوں کو شمار کرنا مشکل کام ہے، امام مالک کے عظیم کارناموں میں سے ایک کارنامہ ''موطا مالک'' کی تصنیف ہے، جس کا شمار کتب حدیث کے طبقہ اولیٰ میں ہوتا ہے، آپ ۲۲ر ربیع الاول ۱۷۹ھ میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔

امام شافعی: آپ کا اسم گرامی محمد ہے، اور کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ رجب المرجب ۱۰۵ھ میں فلسطین کے شہر ''غزہ'' میں پیدا ہوئے، آپ کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد ہی آپ کے والد کا انتقال ہوگیا، پھر آپ کی والدہ آپ کو مکہ لائیں اور یہیں آپ کی نشو ونما ہوئی، آپ نے بھی علمی تشنگی بجھانے کے لیے دنیا کے علمی مراکز کا سفر کیا، آپ بھی ابتلاء ومصائب سے دوچار ہوئے، چنانچہ جب آپ یمن میں مقیم تھے تو آل علی کی حمایت کے جرم گرفتار کیے گئے اور آپ کے قتل کا حکم جاری ہوگیا؛ لیکن ہارون رشید آپ سے بہت مرعوب تھے اس لیے بچ گئے، دیگر ائمہ کبار کی طرح آپ کا بھی کثیر التصانیف میں شمار نہیں ہوتا ہے، آپ کی مشہور کی کتاب ''الام'' ہے، آپ کی وفات ۲۸ر یا ۲۹ر رجب المرجب ۲۰۴ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو مصر میں ہوئی، آپ صرف ۵۴؍سال بقید حیات رہے۔

امام احمد ابن حنبل: نام احمد ہے، والد کا نام حنبل ہے، آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے "ابوعبداللہ محمد بن حنبل بن بلال الشیبانی" نسلاً عربی اور قبیلہ شیبان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں ہوئی، آپ نے شیوخ بغداد سے ۱۵؍سال کی عمر میں علم حدیث حاصل کرنا شروع کردیا، اور سات سال تک بغداد کے محدثین عظام سے علمی تشنگی بجھاتے رہے، پھر آپ نے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن اور شام وغیرہ کا سفر کیا، اور وہاں کے علماء سے حدیثیں نقل کیں، "مسند احمد ابن حنبل" آپ کی مایہ ناز تصنیف ہے، فتنہ خلق قرآن میں آپ کو ظلم وجور اور تشدد وتعصب کا سامنا کرنا پڑا، ۱۲؍ربیع الاول ۲۴۱ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

امام دارمی: آپ کا نام ونسب "ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمان الدارمی" ہے، دنیا کا علمی مراکز کا کثرت سے سفر کرکے وہاں کے شیوخ سے علم حدیث حاصل کی، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی ان کے استاذ ہیں، آپ حافظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقیہ ومفسر بھی تھے، آپ کی مایہ ناز کتاب کا نام "سنن دارمی" ہے، ۲۵۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

امام دارقطنی: آپ کا نام "ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی" ہے، آپ کی ولادت ۳۰۶ھ میں ہوئی، امام دارقطنیؒ علم حدیث کے ساتھ ساتھ ادب وقرأت اور نحو کے بھی امام تھے، آپ کی امامت وثقاہت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے، بعض حضرات نے آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے، "کتاب العلل" کے آپ بڑے امام تھے، آپ کی مشہور کتاب کا نام "سنن دارقطنی" ہے، آپ کی وفات ۳۸۵ھ میں ہوئی۔

امام بیہقی: آپ کا اسم گرامی "ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ خسروجردی بیہقی خراسانی" ہے، آپ شعبان ۳۸۴ھ میں "خسروجرد" نامی بستی میں پیدا ہوئے، جو بیہق کے نواح میں واقع ہے، آپ کے اساتذہ میں "ابوالحسن محمد بن حسین العلوی" "امام ابوعبداللہ الحاکم" "ابواسحاق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسفرائنی" وغیرہ کا نام آتا ہے، آپ کثیر التصانیف ہیں؛ لیکن زیادہ مشہور "سنن بیہقی" ہے، آپ کی وفات ۴۵۸ھ میں ہوئی۔

امام رزین: نام ونسب "ابوالحسن رزین بن معاویہ العبدری" ہے، آپ کی تاریخ ولادت محفوظ نہیں ہے، آپ بھی بہت بڑے محدث تھے، ایک عرصہ تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے، آپ کی مشہور اور مایہ ناز تصنیف "التجرید للصحاح والسنن" ہے، آپ کی وفات ۵۲۴ھ میں ہوئی، اور بعض نے سن وفات ۵۲۵ھ بیان کی ہے۔

ومن الله التوفيق وهو المستعان: محدث دہلویؒ اپنے مقدمہ کے اخیر میں پوری عبدیت میں ڈوب کر کہتے ہیں کہ "توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے، اور شروع اور آخر میں اسی ذات پر بھروسہ ہے" اے اللہ! مقدمۂ مشکوۃ کی طرح مجھ روسیاہ کی "تحفۃ الافادات" کو بھی قبول ومقبول فرما، اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنا (آمین) فالحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين، وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين.

تمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551